

محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار (سورۃ فتح)  
محمد ﷺ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں۔

# رُحَمَاءٌ وَبَنَاتُهُمْ

حصہ دوم (فاروقی)

مہراں اندر درمیان خود ..... شاہ ولی اللہ  
رحم دل ہیں درمیان اپنے ..... شاہ رفیع الدین

اس کتاب میں کتاب و سنت اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں  
سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ اور سیدہ فاطمہ الزہراءؓ  
اور حسین شریفینؓ کے درمیان عمدہ تعلقات اور بہترین مراسم  
در رابطہ جدید انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

تالیف: حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ  
محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب)

کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ  
اردو بازار، لاہور

## دارالکتاب

# ضابطہ

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

---

---

نام کتاب	:	ترجمہ پنجم
مصنف	:	حضرت مولانا محمد نافع دامت برکاتہم
ناشر	:	دارالکتاب، کتاب مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
طابع	:	حاجی حنیف سنز
اشاعت	:	جنوری 2010ء
قیمت	:	روپے

---

---



قانونی مشیر \_\_\_\_\_ با اہتمام

حافظ محمد ندیم

مہر عطاء الرحمن ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، لاہور

0300-8099774

فون: 0300-4356144=7241866

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## فہرست مضامین

۱۷	پیش لفظ
۲۱	— اجمالی تعارف
۲۳	— چند تہیدی امور (جن کی روشنی میں کتاب مرتب کی گئی)
۲۶	— امور بالا کی توثیق کے لیے شیعہ کتب سے آئمہ کرام کے فرمودات
۲۸	— اہل سنت کی کتب سے حوالہ جات
۳۲	— مقاصد (مؤمنوں کا وصف اتحاد و اخوت)
۳۳	— قرآن مجید سے مؤمنوں کے اتحاد و اخوت کا ثبوت (پانچ آیات قرآنی)
۳۷	— آیات کا مفہوم اور ثمرات و نتائج
۴۰	— مذکورہ آیات کی مفہوم کرام کی طرف سے وضاحت
۴۵	— مدعا تے تحریر

### باب اول

۴۹	فصل اول :- فاروقِ اعظم کے ساتھ علی المرتضیٰ کا بیعت کرنا
۵۲	— بیعت مذکورہ کی تصدیق کے لیے علی المرتضیٰ کے اپنی خلافت کے دوران بیانات
۵۲	— محدث ابن راہویہ کی روایت
۵۲	— محدث ابی عمرانہ کی روایت
۵۶	— امالی شیخ طوسی کی روایت ( بیعت سیدنا علی با سیدنا عمر نزد شیخ )

- مندرجہ بالا روایات کے فوائد و نتائج ۵۷
- فصل دوم :- (سیدنا علی المرتضیٰ کی زبانی فاروق اعظم کے فضائل و مناقب) ۵۸
- اور فاروق اعظم کی زبانی علی المرتضیٰ کی تعریف و توصیف
- عنوان اول :- ۱۔ فاروق اعظمؓ رجل مبارک ہیں۔ ۵۹
- ب۔ آپ نجیب اُمت ہیں۔ ۵۹
- ج۔ حق و باطل میں فرق کرنے والے ہیں۔ ۶۰
- د۔ خلیل و صدیق، مخلص و ناصح ہیں۔ ۶۱
- ۴۔ القوی الامین کا خطاب ۶۱
- و۔ امام ہدایت، راشد و مرشد، مصلح و منسجح ہیں۔ ۶۳
- فوائد روایت مذکورہ۔ ۶۴
- عنوان دوم :- (سیدنا علی المرتضیٰ کا سیدنا فاروق اعظمؓ کو تقویٰ کی ۶۴
- تلقین کرنا اور صدیق اکبرؓ کے نقش قدم پر چلنے
- کی ترغیب دینا)۔
- فوائد روایت ہذا ۶۵
- عنوان سوم :- (مرتضوی بیان کہ سیدنا فاروق اعظمؓ خوفِ خدا ۶۵
- رکھنے والے اور حد درجہ دیانتدار تھے)۔
- عنوان چہارم :- حضرت علی المرتضیٰ فاروقی دور کے جملہ معاملات ۶۷
- درست قرار دیتے تھے۔
- سیرت مرتضوی سیرت فاروقی کے موافق تھی ۶۸
- فاروق اعظمؓ رشید الامر اور صائب الرائے تھے۔ ۶۸
- مندرجات بالا کے فوائد ۷۲

- ایک اشتباہ کہ علی المرتضیٰ نے سیرت شیخین پر عمل کرنے سے پس و پیش کیا۔
- ۴۳ {
- اس اشتباہ کا تاریخی جائزہ اور تحقیقی جواب۔
- ۴۳ {
- عنوان پنجم :- سیدنا علی المرتضیٰ کا بیان کہ فاروق اعظم حق و صداقت کے جذبہ سے متاثر تھے۔
- ۴۴ {
- مذکورہ مروایات کے فوائد و نتائج
- ۸۰ {
- عنوان ششم :- حضرت علی کا بیان کہ فاروق اعظم خلیفہ برحق اور صدیق اکبر کے بعد افضل امت ہیں
- ۸۱ {
- اس مسئلہ کے ثبوت میں ۱۲ عدد روایات
- ۸۱ {
- ایک وضاحت (عبداللہ ابن سبا اور اسکے ساتھیوں کا انجام) ۹۲
- ۹۲ {
- ۱۲ عدد روایات مذکورہ کے فوائد
- ۹۲ {
- ایک اہم تنبیہ (موجودہ دور کے شیعوں کا عبداللہ ابن سبا کے وجود سے انکار
- ۹۳ {
- عنوان ہفتم :- حضرت علی کی زبانی شیخین کی دو اہم فضیلتیں:
- ۹۵ {
- صدیق و فاروق سے پہلے جنت میں جائیں گے۔
- ۹۵ {
- صدیق و فاروق پختہ عمر جنتیوں کے سردار ہیں
- ۹۶ {
- خلاصہ روایات مذکورہ
- ۹۶ {
- عنوان ہشتم :- خلافت فاروق کی حقانیت اور آپ کی فضیلت
- ۹۶ {
- میں حضرت علی کے بیانات - کتب شیعہ سے
- ۹۸ {
- ۱۱ عدد حوالہ جات -
- ۱۰۲ {
- مندرجہ بالا حوالہ جات کے فوائد و ثمرات

- عنوان نہیم: حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ کی زبانی مرتضوی فضائل و  
 مناقب۔ اہل سنت اور شیعہ کتب سے  
 ۱۰۲ {  
 اعد وحوالہ جات  
 ۱۰۹ — مندرجہ بالا روایات کے فوائد و نتائج

## باب دوم

- فصل اول: فاروقی دور میں شعبہ جات کی تقسیم اور قضا و افتاء حضرت  
 ۱۱۱ { علیؓ کے سپرد کرنا۔  
 ۱۱۶ — فاروقی عدالت میں مقدمات کی مرافعت۔  
 ۱۱۴ { — حضرت علیؓ کا اپنا مقدمہ فاروقی عدالت میں پیش  
 کرنے کا واقعہ  
 ۱۱۴ — اسی نوعیت کا دوسرا واقعہ  
 ۱۱۹ — مندرجات بالا کے فوائد و ثمرات  
 ۱۲۰ { — تنبیہ دستیدنا علی المرتضیٰ کا اپنی خلافت میں فاروقی  
 عمل کو مثال بنانا۔  
 ۱۲۱ — فوائد مندرجات بالا  
 فصل ثانی: مسائل شرعیہ میں مشورے اور باہمی تلقین و اعتماد  
 ۱۲۳ — باہمی علمی گفتگو (احادیث نبوی کے بارے میں تحقیق)  
 ۱۲۵ — فاروق اعظمؓ کے لیے علی المرتضیٰ کے ناصحانہ کلمات  
 ۱۲۶ — صدقہ کے بارے میں باہمی مشورہ  
 ۱۲۷ — خول بہا کے بارے میں باہمی مشورہ

- ۱۲۹ — مجبور عورت کے بارے میں مشورہ -
- ۱۳۰ — بد فعلی کی سزا کے متعلق مشورہ
- ۱۳۱ — شراب پینے کی سزا کے متعلق مشورہ
- ۱۳۳ { — تنبیہ شراب کی سزا حضرت علیؑ کے مشورے سے  
تجویز ہوتی۔ -
- ۱۳۴ — فصل اہل کے مندرجات کے فوائد
- ۱۳۵ { — اشتباہ (کہ فاروق اعظمؓ بہر مسئلہ میں حضرت علیؑ  
کے محتاج ہوتے تھے۔ تحقیقی جائزہ اور  
رفع اشتباہ کہ حضرت علیؑ نے متعدد مسائل  
میں اپنی رائے سے رجوع کیا،
- ۱۳۹ { — اشتباہ (فاروق اعظمؓ کے وضع کردہ قوانین مرتضوی  
خلافت میں رائج تھے)۔
- ۱۴۲ — خلاصۃ المرام (مندرجات بالا کے فوائد و نتائج)
- ۱۴۳ فصل ثالث :- (انتظامی امور میں فاروق و مرتضیٰ کے باہمی مشورے)
- ۱۴۳ — فاروقی وظیفہ کے متعلق مشورہ
- ۱۴۵ — اسلامی تاریخ (تقویم) کے متعلق مشورہ
- ۱۴۷ — مفتوحہ زمین عراق کے متعلق مشورہ
- ۱۴۹ { — علاقہ نہاوند کے متعلق مشورہ (حضرت علیؑ کی نظر میں  
فاروق اعظم کا مقام
- ۱۵۱ — مذکورہ مشاورت کی شیعہ کتب سے تائید -
- ۱۵۲ — مندرجہ بالا حوالہ بات کے فوائد

- ۱۵۴ — غزوة روم کے متعلق مشورہ (فاروق اعظم کی شخصیت)
- ۱۵۶ — مذکورہ بالا حوالہ جات کے ثمرات
- ۱۵۷ — تقسیم اموال میں حضرت علیؓ کی رائے کو ترجیح دینا
- ۱۵۹ { — ہیبت سے سقوطِ حمل پر دیت (حضرت علیؓ کی رائے کو قبول کرنا۔
- ۱۶۰ { — مرتضوی نیابت (فاروق اعظم کا علی المرتضیٰ کو اپنا نائب بنانا۔
- ۱۶۵ — رفاقت کے چند واقعات
- ۱۶۵ — بے تکلفی کا واقعہ
- ۱۶۶ — تنویرِ مساجد پر حضرت علیؓ کا وعدہ دینا۔
- ۱۶۸ { — واقعہ یا ساریہ الجبل سے حضرت علیؓ کا فاروق اعظم کی عظمت بتلانا۔
- ۱۶۹ — اویس قرنی کی ملاقات کے لیے رفیقانہ سفر
- ۱۷۰ — اختتامِ فصل (مندرجاتِ بالا کے فوائد و نتائج
- ۱۷۲ { — فصلِ رابع :- (سیدنا علی المرتضیٰ کے لیے سیدنا فاروق اعظم کی طرف سے مالی مراعات و عطیات)
- ۱۷۲ { — فاروق اعظم کے دل میں خاندانِ نبوت کا احترام و ترتیب اسماء میں ہاشمی حضرات کو اولیت دینا۔
- ۱۷۹ { — صدیقی دورِ خلافت کی طرح فاروقی دور میں اموالِ خمس کے متولی حضرت علیؓ تھے۔
- ۱۸۲ — مندرجاتِ بالا کے فوائد و ثمرات



- ۱۸۳ — مضمون بالا کی تائید شیعہ کتب سے
- ۱۸۵ — شیعہ مرویات کے نتائج و ثمرات
- ۱۸۴ — تکمیل فوائد (بنو ہاشم کے حق میں فاروق اعظم کے بہترین جذبات
- ۱۸۶ — غیر شادی شدہ ہاشمیوں کی شادیوں کے استقامات کا اظہار
- ۱۸۷ — مدائن کے مالِ عنیت سے حضرت علی کو پیش قیمت خالیچہ دیا جانا
- ۱۸۹ — فاروق اعظم نے حضرت علی کو مقامِ منبع والا قطعہ اراضی دیا

## باب سوم

- ۱۹۱ فصل اول :- خانوادہ نبوت (اہل بیت) سے عقیدت و محبت
- ۱۹۲ { — حضرت فاطمہ الزہراء کی خواستگاری کے لیے علی المرتضیٰؑ کو آمادہ کرنے میں خاص حصہ
- ۱۹۴ { — نکاحِ فاطمہؑ میں فاروق اعظم کا گواہ بنایا جانا شیعہ و سنی کتب سے حوالہ جات -
- ۱۹۵ — فاروق اعظم کی حضرت فاطمہؑ کے ساتھ خاص عقیدت -
- ۱۹۶ — حضرت فاطمہؑ کی عبادت کے لیے جایا کرنا -
- ۱۹۶ { — حضرت زین العابدین کی روایت کہ حضرت صدیق و فاروقؑ جنازہ فاطمہؑ میں شریک تھے -
- ۱۹۸ — حضرت عمر کی شادی میں حضرت علیؑ کی شمولیت
- ۲۰۰ { — ایک اشتباہ (واقعہ احراقِ بیتِ فاطمہ کا تفصیلی جائزہ اور تحقیقی جواب
- ۲۰۱ — اولاً، یہ واقعہ غیر معتبر و غیر مستند کتابوں میں ہے

- ۲۰۲ { ثانیاً جن باسند کتابوں میں مذکور ہے ان کے اسانید  
مطعون ہیں۔
- ۲۰۳ — ثالثاً، یہ روایت مقطوع ہے۔ ناقل خود واقعہ کا شاہد نہیں
- ۲۰۵ { — رابعاً، یہ روایت ائمہ کرام کے اپنے بیانات کی روشنی میں  
مردود ہے۔
- ۲۰۵ — اس واقعہ پر خود علی المرتضیٰ کا اپنا بیان۔ (شیعہ کتب سے ثبوت)
- ۲۰۴ — امام محمد باقر کا بیان۔ (شیعہ کتب سے ثبوت)
- ۲۰۶ — یہ واقعہ نص قرآنی کے خلاف ہے
- ۲۰۸ { — خامساً، بعیت علی کے واقعے میں ایسی مناقشہ انگیز کوئی بات  
مذکور نہیں۔
- ۲۱۰ — بحث ہذا کے متعلق ابن ابی الحدید شیعہ کا بیان
- ۲۱۰ — علی سبیل التشریح جواب
- ۲۱۱ — دعوتِ مصالحت
- فصل دوم :- (تعلقات کے پانچ امور ذکر کیے گئے ہیں)
- ۲۱۲ { — امر اول: حضرت علی کی صاحبزادی اُمّ کلثوم کا نکاح فاروقِ  
اعظم کے ساتھ کتبِ انساب اور اہل سنت کی  
کتابوں سے ثبوت
- ۲۱۸ { — رفع اشتباہ و حاشیہ نکاح اُمّ کلثوم کو غلط رنگ دینے کی  
ناپاک کوشش کا تحقیقی جائزہ اور جواب۔
- ۲۲۳ { — اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا رشتہ فاروقِ اعظم کے ساتھ  
علمائے انساب کی نظر میں (۵ حوالہ جات)

- ۲۲۸ امرثانی: مشتمل بر چند فوائد
- فائدہ اولیٰ: نکاحِ اُمّ کلثوم شیعوں کے اصولِ اربعہ سے ثبوت
- ۲۲۸ { (۹۹ روایات) بہرِ دورِ کتبِ شیعہ علماء نے اسے تسلیم کیا ہے  
(بقیہ شیعہ روایات، ۸۰ عدد حوالہ جات)
- ۲۲۹ — ضروری تنبیہ (مسئلہ مذکورہ پر ایک علمی بحث)
- ۲۳۰ — فائدہ ثانیہ: فاروقِ اعظم کے نکاح میں اُمّ کلثوم بنتِ فاطمہ الزہراء
- ۲۳۰ { ہیں۔ کوئی اور اُمّ کلثوم نہیں۔
- ۲۵۲ — فائدہ ثالثہ: بحث مذکورہ کا خلاصہ  
(وفات زید بن عمر و اُمّ کلثومؓ — ۲۵۳)
- ۲۵۴ — خانوادہ نبوت کے ساتھ فاروقِ اعظم کی رشتہ داریوں کی تفصیل
- ۲۵۵ امرثالث: حضرت عمرؓ کے گھر میں اپنی ہمشیرہ کے ہاں حسنین کی آمدورفت
- ۲۵۶ امرِ رابع: — ایک اور واقعہ۔
- ۲۵۶ { امرِ خامس: حضرت علیؓ کی حضرت عمرؓ کے گھر میں اپنی بیٹی کے ہاں  
آمدورفت اور جو اہر کا واقعہ۔
- ۲۵۸ حاصل بحث مذکور۔
- ۲۶۰ { فصل سوم: (فاروقِ اعظمؓ اور حسنؓ و حسینؓ کے باہمی خوشگوار  
تعلقات کے چار خاص واقعات)
- ۲۶۳ — مالی وظائف میں حسنین کے ساتھ خصوصی مراعاتِ فاروقی
- ۲۶۵ — حسنِ محبتی کی ایک کرامت
- ۲۶۶ — یزدگرد کی بیٹی حضرت حسنین کو دینا
- ۲۶۹ — حوالہ جات مذکورہ کا خلاصہ
- ۲۷۰ — فصل سوم کے مندرجات پر اجمالی نظر

- فصل چہارم :- فاروق اعظم کے آخری لمحات کے بارے میں
- ۲۷۲ { حضرت علیؑ کے بیانات -
- ۲۷۲ - فاروقی انتقال کی پیشین گوئی تعبیر خواب کی صورت میں
- ۲۷۳ { - فاروقی خلافت اور دیانتداری کے متعلق حضرت علیؑ اور ابن عباس کی گواہی -
- ۲۷۴ - فاروق اعظم پر حملہ ہونے کے بعد حضرت علیؑ کا اظہار بھردی
- ۲۷۷ { - حضرت علیؑ کا فاروق اعظم کے لیے جنت کی بشارت دینا اور حضرت حسن کی تائید -
- ۲۷۸ - انتخاب خلیفہ کمیٹی میں حضرت علیؑ کو شامل کرنا -
- ۲۸۰ - شیعہ مصنفین کی طرف سے تائید
- ۲۸۱ { - آخری وقت میں حضرت علیؑ کو خصوصی وصیت کرنا اور نماز کا اہتمام کرنا -
- ۲۸۲ { - حضرت علیؑ کی طرف سے فاروق اعظم کے حق میں قدر دانی کے کلمات -
- ۲۸۳ - حضرت علیؑ کا فاروق اعظم کے اعمال نامے پر رشک کرنا -
- ۲۸۴ - منقبت فاروقی اور نکاح اہم کلثوم پر امام محمد باقر کی گواہی
- ۲۸۷ - رشک اعمال نامہ پر حوالہ جات
- ۲۸۹ - ایک انقباء دروایت مسیحی پر مزید حوالہ جات
- ۲۹۰ - روایت مسیحی کی شیعہ بزرگوں کی کتب سے تائید
- ۲۹۱ - تنبیہ (شیعوں کی حیلہ گری)
- ۲۹۲ - دفن فاروقی میں حضرت علیؑ کا شامل ہونا -

## — فوائد فصل چہارم

۲۹۳

## باب چہارم

فصل اول: (فاروق اعظم اور عم رسول حضرت عباس کے مراسم)

۲۹۷

عنوان اول: طلبِ باران میں توسل

۲۹۹

عنوان دوم: میزباب کا واقعہ

۳۰۱

عنوان سوم: حضرت عباس کا مقام فاروق اعظم کی نظر میں۔

۳۰۳

عنوان چہارم: حضرت عمر اور حضرت عثمان کی نظروں میں حضرت عباس کا مقام۔

۳۰۴

عنوان پنجم: فاروقی دورِ خلافت میں حضرت عباس کے مالی حقوق کی رعایت۔

۳۰۶

تنبیہ (مضمون بالا کے متعلق شیعہ کتب سے حوالہ جات)

۳۰۷

فصل اول کے مندرجات کے فوائد و ثمرات

۳۰۹

فصل دوم: (فاروق اعظم اور عبداللہ بن عباس کے باہمی مراسم)

۳۱۰

عنوان اول: فاروقی مشوروں میں ابن عباس کی شمولیت

۳۱۲

عنوان دوم: حضرت فاروق کا ابن عباس کی عیادت کے لیے جانا

۳۱۳

عنوان سوم: حضرت عبداللہ بن عباس کی زبانی فاروق اعظم کی تعریف

۳۱۴

عنوان چہارم: فاروقی روایات پر ابن عباس کا اعتماد

۳۱۵

عنوان پنجم: فاروق اعظم کی خنانیت بروایت بنی ہاشم

۳۱۵

عنوان ششم: ابن عباس کا ابوبکر و عمر کے قول کو حجت شرعی قرار دینا

۳۱۷

مندرجات فصل دوم کے ثمرات و نتائج

## باب پنجم

- ۳۲۰ فصل اول: امام حسن کا بیان کہ فاروق و مرتضیٰ میں مخالفت نہ تھی
- ۳۲۰ — شیخین کے حق میں محمد بن الحنفیہ کا سوال اور اس کا جواب
- ۳۲۲ — فاروق اعظم کے عمل سے اولادِ علی کا فقہی مسائل میں استدلال
- ۳۲۳ { فصل دوم: حضرت زین العابدین کا بیان کہ شیخین حضور نبی مکرم سے ہمیشہ قریب ہیں۔
- ۳۲۵ — حضرت عمرؓ کی فضیلت کا اعتراف اور طعن کرنے والوں کا رد کرنا۔
- ۳۲۶ { حضرت زید بن زین العابدین کا بیان کہ سیرت فاروقی و مرتضویٰ ایک جیسی تھی۔ متعدد حوالہ جات
- ۳۲۹ فصل سوم: (امام محمد باقر کے بیانات فاروق اعظم کے بارے میں)
- ۳۲۹ { جو شخص فضیلت ابو بکر و عمرؓ نہیں سمجھتا وہ سنت نبوی سے جاہل ہے۔
- ۳۳۰ — محمد باقر، ابو بکر و عمرؓ سے دوستی رکھتے تھے
- ۳۳۰ — جو شخص ابو بکر و عمرؓ سے بیزار ہے، محمد باقر اس سے بیزار ہیں
- ۳۳۳ — اراضی کے ثلث و ربع پر دینے میں آل ابو بکر و عمرؓ و علیؓ ہمنوا تھے
- ۳۳۳ { — امام باقر کا بیان کہ حضرت ابو بکر و عمرؓ نے اہل بیتؑ کے حقوق ضائع نہیں کیے
- ۳۳۴ { — دونوں حضرات دوستی کے مستحق ہیں
- مغیرہ اور بنان نے ائمہ کرام پر چھوٹ تجویز کر کے نشر کیے۔
- فصل چہارم: شیخین کے بارے میں امام جعفر صادق کے بیانات،

- جو شیخین سے دوستی نہیں رکھتا اسے شفاعتِ نبوی نصیب نہ ہو۔ — ۳۳۷
- شیخین امام عادل تھے اور حق پر تھے (جعفر صادق کا بیان) — ۳۳۷
- جعفر صادق ابو بکرؓ و عمرؓ سے دوستی رکھتے تھے۔ اور ان کی — ۳۳۸ {
- قبروں پر جا کر سلام کہتے تھے۔
- فصل پنجم: حضرت علیؓ کے بیٹوں اور ان کی اولاد میں عمر نام — ۳۳۹ {
- مروج رہا ہے)
- حضرت علیؓ کے ایک بیٹے کا نام عمر تھا (شیعہ اور سنی کتب — ۳۴۰ {
- سے سات عدد حوالہ جات)
- سیدنا حسن مجتبیٰ کے ایک بیٹے کا نام عمر ہے (پانچ حوالہ جات) — ۳۴۱
- زین العابدین علی ابن الحسین کی اولاد میں عمر نام موجود ہے۔ — ۳۴۲ {
- (چھ عدد حوالہ جات)
- الختام بالخیر — ۳۴۹
- مراجع کتاب (از کتب اہل سنت) — ۳۵۱
- مراجع کتاب (از کتب شیعہ) — ۳۵۶





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## پیش لفظ

حَامِدًا و مُصَلِّيًا و مُسَلِّمًا

خلیفہ ثانی سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہمیشہ سے معرکہ آرا رہی ہے۔ آپ کا اسلام لانا جس قدر اہل اسلام کی تقویت، اسلامی قوت کے لیے استحکام اور اعلاء کلمۃ اللہ کی مساعی میں موثر ترین ذریعہ ثابت ہوا۔ اسی قدر خرمین ہلال کے لیے برقی جہاں سوز اور کفر و ضلالت کی کھیتی کے لیے تباہ کن ثابت ہوا۔ ایک فرد کے دل کی دنیا کیا بدلی کہ مکہ کی پوری آبادی ایک نئے انقلاب سے روشناس ہوتی۔

۵ جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم!

دریاؤں کے دل جس سے پہل جا میں وہ طوفان

گلشن اسلام کے باغبان نے جس سدا بہار پودے کو خالق کائنات سے نزیلین گلشن کی خاطر مانگ کر لیا تھا۔ اور جس کی دیکھ بھال، تربیت اور نشوونما خصوصی توجہ سے فرمائی تھی۔ وہ عمر بن الخطاب، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرب خاص عنایت فرمایا۔ تعلیم آیات الہی اور حکمت سے آراستہ کیا، تزکیہ نفس سے اس کے دل کو منور کیا اور اس جو ہر قابل کو ہر پہلو درخشندہ فرمایا تھا۔ خلیفہ رسول مقبول علیہ افضل التحیات و التسلیمات صدیق اکبر نے اپنی وفات کے وقت قوم کی باگ ڈور انہی کے سپرد کر دی۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین کے لگاتے ہوئے گلزار کو حضرت فاروق نے محیر العقول توسیع دی۔ نزیلین و ترتیب سے رشک جنت بنایا۔ امن و آشتی

کے لحاظ سے بہشت کا نمونہ پیش کر دیا۔ حُسنِ انتظام سے پوری دنیا سے اسلام کو ایک نعمتِ شمال گھرانے کی صورت عطا کی۔ اسلامی سلطنت کو قوت و استحکام میں ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ بنا ڈالا۔

دنیا کی عظیم سلطنتوں (ایران و روما) کی مادھی طاقتوں اور یہودیت و نصرا نیت، بُت پرستی اور ستارہ پرستی کی مذہبی قوتوں کو فاروقِ اعظم کی پُر جلال شخصیت کے ہاتھوں وہ ضرب لگی کہ مدتوں سر نہ اٹھا سکے۔ مسلمانوں کے مثالی اتحاد، اخوت اور باہمی تعاون کے باعث اس نبیانِ موصول میں یہ باطل قوتیں زحمت نہ ڈال سکیں۔ اپنی عبرتناک شکستوں کا بدلہ لینے میں مکمل طور پر ناکام ہو گئیں اور مدافعت کی ہر کوشش سے کلیتہً مایوس ہو گئیں تو فاروقِ اعظم کی وفات کے بعد سازشی لوگوں نے اپنی ناکامیوں کا بدلہ چکانے کے لیے جھوٹے پروگنڈے کا سہارا لیا۔ اور سازشوں کا جال بنا شروع کر دیا۔

چونکہ عرب و عجم کی باطل قوتوں نے سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمرؓ بن الخطاب کے ہاتھوں زک اٹھائی تھی اس لیے ان کی زہر چکانیوں کا سارا زور انہی دونوں باطل شکن شخصیتوں کے خلاف صرف ہوا۔ لیکن ان کے سیرت و کردار، بے دغ سیاست، حکومت کے حُسنِ انتظامات، مثالی عدل و انصاف اور زہد و اتقا، پر توجرت نہیں لاسکتے تھے کہ ان کا جھوٹ کھلتا تھا۔ کسی پہلو بھی انگلی نہیں رکھ سکتے تھے۔ تو شیطان نے انہیں نئی چال سکھلائی کہ حُبِ اہل بیت کا ڈھنڈورا پیٹ کر، حضرت علیؓ کریم اللہ وجہہٗ حسنینؓ کی اور ان کی اولاد کی محرومیوں اور مظلومیتوں کی فرضی داستانیں گھڑ گھڑ کر نشر کرنے لگے۔ اور غلط مفروضے بنا بنا کر انہیں الگ فرقے ثابت کرنے کی ناپاک کوششیں کرنے لگے۔ اس تمام جدوجہد سے ان کا مقصد اسلام کے شیرازہ کو پارہ پارہ کر کے اسلامی غلبہ و قوت کو کمزور کرنا تھا۔ لیکن حضورِ رحمۃ اللعالمین، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جان نثار رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (آپس میں مہربان) اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ كَالْمِثَالِ

نمونہ تھے۔ وہ اپنی مخلصانہ اور بے غرضانہ محبت و مودت میں رخنہ اندازی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰؑ نے جس طرح صدیقی و فاروقی دورِ خلافت میں انتظامی معاملات، مشوروں اور عملی تعاون سے حقِ اخوت و مودت ادا کیا تھا۔ اسی طرح اپنے دورِ خلافت میں عام خطابات، پرائیویٹ مجلسوں اور کھلی گفتگوؤں میں شیخین کے حق میں کلماتِ خیر فرماتے۔ اور خلا پر پگنڈا کرنے والوں کو سزائیں دیں۔ انہیں جلا وطن کیا اور بڑی وضاحت کے ساتھ ایسے لوگوں سے اپنی براءت ظاہر کی۔

یہ کتاب اسی زہر کا تریاق ہے۔ اسی پروگنڈے کی قلعی کھولنے کی کوشش ہے۔ اسلام کے بکھرتے ہوئے شیرازہ کی شیرازہ بندی کی سعی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ”رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ“ کی تفسیر و تشریح اور توثیق ہے۔

کتاب ”رحماء بینہم“ کے حصہ فاروقی میں حضرت علیؑ اور حسینؑ شریفین اور عم رسولؑ حضرت عباسؑ، ابن عباسؑ اور فاروقِ اعظمؑ کے مابین روابط و تعلقات، باہمی حسن تعاون، آپس کی قدر دانی اور ہر دو خانوادوں کی آپس کی رشتہ داریاں، شفقت و پیار اور ادبِ احترام کے تاریخی واقعات و حقائق اور فرامین و بیانات کو بہت سی کتب سے جمع کیا گیا ہے۔ اس بات کا التزام پیش نظر رکھا گیا ہے کہ ہر دو خانوادوں کے مراسم اور تعلقات کا کوئی پہلو تشنہ تکمیل نہ رہ جائے۔ اور اس کے ثبوت میں ہر دور کی قدیم و جدید کتب سے استفادہ کیا جائے۔ واقعات کی توثیق و تائید کے لیے صحابہ کرام پر اعتراض کرنے والے گروہ کی مشہور و مستند کتب سے حوالے عوام کے سامنے لاتے گئے ہیں۔ کہ حقیقت عیاں ہونے پر ان کی صحابہ دشمنی کی بنیادیں منہدم ہو جاتی ہیں۔

مزید برآں بعض اُن الزامات کے تحقیقی جوابات بھی دیئے گئے ہیں جو فاروقِ اعظمؑ کے بے داغ دامن پر تھوپنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے انشاء اللہ العزیز بہر منصف مزاج اور متلاشی حق و صداقت

فرد کے دل کو تسکین ہوگی اور شکوک و شبہات کے بادل خود بخود چھپٹ جائیں گے۔  
 اللہ تعالیٰ مُصنّفِ کتاب کی مساعی کو شرفِ قبولیت بخشے اور قارئین کرام کو اپنے اسلاف  
 صالحین کے نقشِ قدم پر چلنے اور باہمی حُسنِ تعلق و حُسنِ معاشرت کی توفیق عنایت  
 فرمائے۔

(منجانب : ناشرین)



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالصَّلٰوةُ  
وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ هُوَ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْنَ سَيِّدِ الْاَوْلٰیئِنَ وَالْاٰخِرِیْنَ  
اِمَامِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ وَ  
عَلٰی بَنَاتِهِ الْاَسْرَبَعَةِ الطَّاهِرَاتِ زَيْنَبٍ وَرُقِیَّةَ وَ اُمِّ  
كَلثُومٍ وَفَاطِمَةَ وَعَلٰی اِلِهِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِهِ الْمُرَكَّبِیْنَ  
الْمُنْتَخَبِیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ لِاِخْوَانِهِمْ اَوْلِیَاءٌ وَعَلٰی رُفَقَائِهِمْ  
اَزْدَآءٍ وَعَلٰی اَعْدَائِهِمْ اَشْدَّآءٍ وَفِیْمَا بَیْنَهُمْ رُحَمَاءُ  
وَعَلٰی سَابِقِ اَتْبَاعِهِ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی جَمِیْعِ  
عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ -

امّا بعد، بندہ ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ بن مولانا عبدالغفور بن مولانا عبدالرحمن ساکن قریہ  
محمدی متصل جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ - پنجاب (پاکستان) عرض گزار ہے کہ ”رجمہ بینہم“  
کے حصہ صدیقی کے بعد دوسری جلد حصہ فاروقی ”شروع کیا جاتا ہے۔ مضامین کے اعتبار سے  
کتاب کو پانچ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ جو سترہ فصلوں پر مشتمل ہوں گے۔

اس سے پہلے چند تمہیدی امور اور مقاصد درج کیے گئے ہیں۔ یہ تمہیدی امور اور  
مقاصد اگرچہ کتاب کے حصہ اول (صدیقی) میں لکھے جا چکے ہیں تاہم اس حصہ میں انہیں  
دُبرانے کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی ہے کہ ممکن ہے بعض احباب کی نظر سے صدیقی  
حصہ نہ گزرا ہو۔ تو وہ بھی ان سے کما حقہ فائدہ اٹھا سکیں۔

قارئین کرام فرہن نشین فرمائیں کہ کتاب کی تدوین و اشاعت سے ہماری غرض نہ تو

مناظرہ بازی ہے نہ بحث و تکرار۔ اور نہ ہمیں کسی جوابی کارروائی کا انتظار ہوگا۔ بلکہ قرآن مجید کے فرمان ”رَحْمَاءٌ بَيْنَهُمْ“ کی تائید و وضاحت میں چند تاریخی حقائق جمع کیے ہیں۔ اس حصہ فاروقی میں حضرت علی المرتضیٰؑ اور آپ کی اولاد شریفیت نیز حضور نبی کریم صلعم کے پیارے چچا حضرت عباسؑ اور ابن عباسؑ اور فاروق اعظمؓ کے درمیان باہمی اعتماد، حسن تعلقات، ایک دوسرے کے ساتھ بہترین سلوک اور دلی الفت و مودت کو واضح کیا گیا ہے۔

اس حقیر سی کوشش سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ خدائے رؤوف و رحیم ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سلف صالحین کے ارفع و اعلیٰ مقام کی سمجھ عنایت فرمائے اور باہم الفت و محبت، اتحاد و ہم آہنگی اور اتفاق و یکجا نگت کی ہدایت فرمائے۔

کتاب مطالعہ کے لیے پیش کی جاتی ہے۔ اگر تعصب و عناد کو دل سے نکال کر انصاف کی نگاہ سے ملاحظہ فرمایا جائے گا تو یقین ہے کہ انشاء اللہ العزیز بہت نفع ہوگا اور مذکورہ حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متعلق ہر قسم کے شبہات خود بخود دُور ہو جائیں گے۔

## چند تہیدی امور

(۱) - کتاب ”رحمۃ بنیم“ میں جن مضامین کو ہم درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان میں ہمارا رُوتے سخن اپنے احباب اہل السنۃ والجماعت کی طرف ہے۔ اور اپنے کم علم اور نادان واقف دوستوں کو بھی سمجھانا مقصود ہے۔ اہل علم حضرات تو ان مضامین سے پہلے ہی واقف ہیں۔

دوسری جماعتوں کے دوست بڑے شوق سے بشرط انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ اور واقعہ کے مطابق جو چیز نظر آتے اس پر پوری طرح غور و فکر کر کے قبول فرمائیں۔ حوالہ جات پیش کرنے میں مفذور بھردیا تندی سے کام لیا گیا ہے اپنی دست میں درست چیزیں پیش کرنے کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ انسان خطا کار ہے۔ اگر نادانستہ کوئی چیز غلط طریقہ سے پیش ہو گئی ہو تو مالکِ کریم معاف فرمائے۔ اور ناظرین کرام مجھے میری غلطی سے مطلع فرمائیں تو میں ممنون احسان ہوں گا۔ بعض بعض مقامات پر شیعہ کتب سے بھی حوالہ جات (ذاتیاً والذاتاً) ساتھ درج کر دیئے ہیں تاکہ دونوں فرقوں کو اس مسئلہ پر غور کرنے کا مزید موقع مل سکے۔

(۲) - کتاب ہذا میں چند علمی مباحث بھی آگئے ہیں جو عوام کی علمی قابلیت سے ذرا بلند ہیں۔ لیکن ان کی وجہ سے کئی مفاسد اور مطاعن دفع ہو سکتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کا ترک کر دینا مناسب نہیں تھا۔ اس لیے یہ تجویز کر دی گئی ہے کہ رسالہ ہذا کے ضروری مقامات میں کہیں ”رفع اشتباہ“ اور حواشی کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

اور کہیں اہل علم کے لیے مستقل فصل تجویز کر دیے ہیں۔ جو حضرات علمی چیز کو ملاحظہ فرمانا پسند کریں تو وہ ان مقامات کی طرف رجوع کر لیں۔

(۳) — کتاب ”رُحْمَاءُ بَيْنَهُمْ“ میں جو مضمون مرتب کیا گیا ہے۔ اسی مضمون کو قبل ازیں علماء سلف نے بھی مدقون کیا ہے۔ اور اس پر مستقل تصانیف تدوین کی ہیں۔ مثلاً:

(۱) حافظ دارقطنی (متوفی ۳۷۵ھ) نے ”ثناء الصحابة على القرابة وثناء القرابة

على الصحابة“ کے نام سے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی۔

(۲) ابو سعید اسماعیل بن علی بن الحسن السمان (متوفی ۳۷۵ھ) نے کتاب

”الموافقة بين اهل البيت والصحابة“ بھی اسی مقصد کے لیے تحریر کی۔

(۳) علامہ ابوالقاسم محمود بن عمرو جبار اللہ زرخشری (متوفی ۵۳۸ھ) نے

کتاب ”الموافقة بين اهل البيت والصحابة“ اسی مطلب کے لیے تصنیف کی۔

— لیکن قدرت کی طرف سے اتفاق ایسا ہوا ہے کہ اب یہ تصانیف اس

ملک میں ناپید و نایاب ہیں۔ بلکہ مفقود و الخیر ہیں۔ تلاش و جستجو کے باوجود مجھے اس

ملک میں تاحال کہیں ان کا سراغ نہیں مل سکا۔ البتہ آخری تصنیف زرخشری کا

”أردو میں خلاصہ“ ہندوستان سے ۱۳۷۲ھ میں شائع ہوا۔ جس کے ساتھ عربی

متن نہیں۔ اور کسی کتاب کے حوالہ کی تخریج بھی درج نہیں۔ اس کے مقدمہ میں لکھا ہے

کہ یہ زرخشری کی تصنیف ”کتاب الموافقة“ کا ترجمہ ہے۔ مگر ہم نے اس پر اعتماد

نہیں کیا۔ اپنا ارادہ یہ تھا کہ علماء سلف کی ان تصانیف پر بنا کی جاتے لیکن ان کے

دستیاب نہ ہونے کے باعث تعلقات و روابط کے مضامین کو دیگر کتب متداولہ

سے مدقون کرنے کا قصد کر لیا۔ اور ابواب کی ترتیب و تدوین بھی اپنی صوابدید کے

موافق تجویز کی۔ مولیٰ کریم منظور فرمائے۔ اور سارے لیے آخرت میں کامیابی کا



سامان اور مغفرت کا وسیلہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اپنی ناقص تلاش کے موافق تعلقات اور روابط کے یہ چند واقعات فرہم کیے ہیں جو پیش خدمت ہیں۔ ورنہ ان مضامین عالیہ کا استیعاب و استقصاء کون کر سکتا ہے؟ ان کی حیثیت "مثبتہ نمونہ از خروارے" کی ہے۔

(۴) — تعلقات کے ان مضامین کی حقانیت و صداقت پر ہمارا اصل استدلال تو

قرآن مجید سے ہے۔ قرآن مجید نے واضح عبارت اور واضح کلمات الفاظ کے ساتھ

بیان فرمایا ہے کہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام میں رحمان و رحیم

نے اپنی شانِ رحمت کا ظہور بطریق اتم فرمایا ہے۔ "یہ سب آپس میں رحم دل ہیں۔"

اور ان کے دلوں میں "شفقت و الفت پیدا کر دی گئی ہے۔ ان کے درمیان اخوت

دینی اور اسلامی برادری کا رشتہ ہمیشہ سے قائم و دائم ہے۔

باقی روایات و تاریخی واقعات جو کچھ بھی ہم اس باب میں ذکر کریں گے وہ سب

نص قرآنی کی تصدیق و تائید کے طور پر مندرج ہوگا۔ اس کو مستقل دلیل کی حیثیت

حاصل نہ ہوگی۔ اس چیز کو ہمارے ناظرین کرام اچھی طرح ذہن نشین فرمائیں۔ یہ

اصول موضوعہ میں سے ہے۔

(۵) — جب ہمارے دعوے کی اصل دلیل نص قرآنی اور آیات فرقانی ہیں تو

یہاں مقام استدلال میں وہی روایات قابل تسلیم اور لائق قبول ہوں گی۔ جو نص قرآنی

اور سنت مشہورہ کے مطابق ہوں۔ اور جن میں صحابہ کرام کی باہمی شفقت و الفت

کے واقعات درج ہوں۔ اور جن میں محبت و بیگانگت اور دوستی اور آشتی کے

حالات مذکور ہوں۔

جن روایات میں اس کے برعکس ان بزرگوں کے درمیان مناقشات و

مشاجرات اور رنجیدگی کے نقشے کھینچے گئے ہیں وہ تمام ترفیضیہ یہاں معارضہ

کے مقام میں کام نہ دے سکیں گے اور ان کے ساتھ معارضہ پیش کرنا درست بھی نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ فریقین (اہل سنت و اہل تشیع) کے ہاں اپنی جگہ یہ قاعدہ مُسَلَّم الطرفین ہے کہ جو روایت نص قرآنی اور سُنت مشہورہ مسلمہ کے خلاف مروی ہو اور کوئی تاویل یا تطبیق نہ ہو سکتی ہو تو وہ قابل رد ہوتی ہے، لائق تسلیم نہیں ہوتی۔ چند حوالہ جات اس قاعدہ کے متعلق ہر دو فریق کی متداولہ کتب سے ملاحظہ ہوں:

## شیعی کتب سے ائمہ کرام کے فرامین

(۱) — جناب محمد باقر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجتہ الوداع والاخطبہ نقل فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام کا ارشاد ذکر کرتے ہیں:-

« فَإِذَا آتَاكُمْ الْحَدِيثُ فَأَعْرِضُوهُ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ  
وَسُنَّتِي فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللَّهِ وَ سُنَّتِي فَخُذُوهُ وَمَا خَالَفَ  
كِتَابَ اللَّهِ وَ سُنَّتِي فَلَا تَأْخُذُوهُ »

راحتجاج طبرسی، ص ۲۲۹- احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی

علیہما السلام فی النواع شتی

« حاصل یہ ہے کہ سیدنا محمد باقر فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سنت پر پیش کرو۔ جو کتاب اللہ اور میری سنت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو۔ »

(۲) — مغیرہ بن سعید بڑا مکار آدمی تھا وہ امام باقر کے نام سے بے شمار جعلی روایا چلایا کرتا تھا۔ امام جعفر صادقؑ مغیرہ بن سعید کی اس تدلیس اور جعل سازی کا ذکر

کرتے ہوئے لوگوں کو بطورِ نصیحت ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں:

«... فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَقْبَلُوا عَلَيْنَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا  
وَأُسْنَتَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

دو یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ جو چیز کتاب اللہ اور سنتِ نبی علیہ  
السلام کے برخلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو۔  
درجال کشتی، تذکرہ منیر بن سعید ص ۱۴۶ طبع بمبئی قدیم  
ص ۱۹۵، طبع جدید بہار

شیعی کتب میں سے فرامینِ ائمہ کرام کے متعدد حوالہ جات ہم نے اپنی کتاب  
(حدیثِ ثقلین، طبع اول ص ۲۵۵) سے ص ۲۶۱ تک مفصل درج کیے ہیں۔ یہاں  
ان میں سے صرف دو حوالہ جات درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۳) — فرید براں یہی قاعدہ کتابِ امالیٰ شیخ صدوق ص ۲۲۱ طبع قدیم ایرانی مجلس  
الثامن والعمسون میں بھی جعفر صادق و محمد باقر کی سند سے حضرت علی المرتضیٰ سے  
منقول ہے:-

«فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللَّهِ فَخُذُوهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ  
فَدَعُوهُ»

یعنی وہ بات جو کتاب اللہ کے موافق پائی جائے اس کو قبول کرو اور  
جو بات کتاب اللہ کے مخالف معلوم ہو اس کو چھوڑ دو۔

(۴) — اور امالیٰ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی کی جلد اول جزء التاسع کی دوسری  
روایت جو امام محمد باقر سے منقول ہے۔ اس میں بھی ان الفاظ کے ساتھ یہی قاعدہ  
نذکورہ ہے:

«وَإِنْظَرُوا أَمْرَنَا وَمَا جَاءَكُمْ عَنَّا فَإِنْ وَجَدْتُمْ مَوْكَلًا لِلْقُرْآنِ

مُؤَافِقًا فَخَذُّوْهُ بِهٖ وَاِنْ لَمْ تَجِدُوْهُ مُؤَافِقًا فَرُدُّوْهُ۔  
 یعنی ہماری جو چیز تمہارے سامنے آتے وہ اگر قرآن مجید کے موافق  
 پائی جائے تو اس کو اخذ کرو۔ اگر قرآن کے موافق نہیں ہے تو اس کو  
 رد کرو۔“

(امالی شیخ طوسی ص ۲۳۷، جلد اول، طبع عراق نجف اشرف)

## اپنی کتب میں سے چند حوالہ جات

جیسا کہ شیعہ بزرگوں کے ہاں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ نص قرآنی یا سنت مشہورہ کے  
 خلاف جو روایت پائی جائے وہ لائق التفات نہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں بھی یہی  
 اصول جاری ہے:

(۱) — چنانچہ اصول فقہ کی مشہور و معتبر کتاب اصول السنخسی (مصنفہ شمس الائمہ

السنخسی) کے بیان وجوہ الانقطاع میں مذکور ہے کہ:

وَذٰلِكَ تَنْصِيْصٌ عَلٰى اَنَّ كُلَّ حَدِيْثٍ هُوَ مُخَالَفٌ لِّكِتَابِ  
 اللّٰهِ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَكْتُمُوْا اِلْحَادِيْثُ لَكُمْ  
 بَعْدِيْ فَاِذَا رَوِيْ لَكُمْ الْحَدِيْثُ فَاَعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى  
 فَمَا وَاَفَقَهُ فَاَقْبَلُوْهُ وَاَعْلَمُوْا اِنَّهٗ صِيْحِيْ وَمَا خَالَفَهُ فَرُدُّوْهُ  
 وَاَعْلَمُوْا اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِنْهٗ“

(اصول السنخسی، ص ۳۶۵، جلد اول مطبوعہ

حیدرآباد دکن، فصل فی بیان وجوہ الانقطاع)

”حاصل یہ ہے کہ جو روایت کتاب اللہ کے خلاف پائی جائے وہ

قابل رد ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میرے بعد تمہارے پاس

بیشتر روایات پہنچیں گی جب بھی کوئی روایت تمہارے سامنے آئے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرنا۔ جو کتاب اللہ کے موافق ہو اسے قبول کر لینا۔ یقیناً اس کا اقتساب میری طرف درست ہو گا۔ اور جو کتاب اللہ کے معارض و مخالف پائی جاتے اس کو رد کر دینا۔ یقین کر میں اس سے بری ہوں۔

(۲) — نیز اسی طرح اصول فقہ کی درسی کتاب ”توضیح تلویح“ بحث سنت فصل فی الانقطاع میں مذکورہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

”فَدَلَّ هَذَا الْحَدِيثُ عَلَى أَنَّ كُلَّ حَدِيثٍ يُخَالِفُ كِتَابَ اللَّهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بِحَدِيثِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِنَّمَا هُوَ مُفْتَرٍ۔“  
 ”یعنی اس حدیث نے بتلادیا کہ جس روایت میں کتاب اللہ کے خلاف مضمون وارد ہے وہ رسول اللہ علیہ السلام کا فرمان نہیں ہے۔ وہ خود ساختہ اور مصنوعی چیز ہے۔“

(۳) — خلیب بغدادی نے کتاب الکفایہ فی علم الروایہ ص ۴۳۰ میں اس مضمون کی ایک باسند روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے:

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَيَأْتِي عَنِّي أَحَادِيثٌ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا جَاءَكُمْ مَوْافِقًا لِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَسُنَّتِي فَهُوَ مِنِّي وَمَا جَاءَكُمْ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔“

”یعنی ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری طرف منسوب شدہ مختلف قسم کی روایات عنقریب تمہارے پاس پہنچیں گی، جو کتاب اللہ اور میری سنت (مشہورہ) کے مطابق ہوں وہ درست ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے

معارض ہوں وہ صحیح نہیں ہونگی۔

— جانبین کی ان تصریحات و توضیحات کے بعد واضح ہو گیا کہ روایات کی کتابوں میں، تواریخ میں یا فضائل و مناقب کی کتب میں کتاب و سنت کے برخلاف جو کچھ مواد پایا جاتے وہ ہرگز التفات کے قابل نہیں۔

یہ قیمتی قواعد طرفین کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان پر عمل درآمد سے ہی دین و ایمان کی حفاظت اور نگہداشت ہو سکتی ہے۔ اور ملی اتفاق و قومی اتحاد کا ہر دور میں تقاضا بھی یہی رہا ہے کہ عملی زندگی میں ان اصول و قواعد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے تاکہ قوم باہمی انتشار و اقتران کے مرض سے مامون و محفوظ رہ سکے۔

— ان تمہیدات کے آخر میں وہ قاعدہ بیان کر دینا بھی موزون ہے جو علمائے حدیث کے ہاں روایات کے باب میں جاری و ساری ہے جسے فاضل ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد اول، ص ۱۲، تذکرہ سیدنا علیؑ میں درج کیا ہے۔ پہلے حضرت علیؑ کا فرمان درج کیا ہے پھر اس پر اپنی طرف سے ناصحانہ تشریح ثبت کی ہے۔ لکھتے ہیں :-

«عَنْ أَبِي طَفَيْلٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ  
وَدَعُوا مَا يُنْكِرُونَ أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ؟  
رَقَالَ الذَّهَبِيُّ، فَقَدْ زَجَرَ الْإِمَامُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ رِوَايَةِ  
الْمُنْكَرِ وَحَثَّ عَلَيَّ التَّحَدِيثَ بِالْمَشْهُورِ وَهَذَا أَصْلُ كَبِيرٍ»

۱۔ قولہ عَنْ عَلِيٍّ الخ، اہل علم کے فائدہ کے لیے لکھا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کا یہ قول کنز العمال، ج ۵، ص ۲۴۲ کتاب العلم من قسم الافعال آداب العلم متفرقہ طبع اول، میں بھی مذکور ہے۔ اور بخاری شریف جلد اول، ص ۲۴ باب من خص بالعلم قوماً دون قوم، میں بھی درج ہے۔ مگر محبل طور پر ہے۔ (منہ)

فِي الْكُفِّ عَنْ بَيْتِ الْأَشْيَاءِ الْوَاهِيَةِ وَالْمُنْكَرَةِ مِنَ الْأَحَادِيثِ  
فِي الْفَضَائِلِ وَالْعَقَائِدِ وَالرَّقَائِقِ“

۱۱۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، ص ۱۲ للذہبی، مطبوعہ حیدرآباد دکن تذکرہ حضرت علیؑ  
(۲۔ کنز العمال ص ۴۲۲ ج ۵ طبع اول کتاب العلم ادب العلم متفرقة)

یعنی حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان ہے کہ معروف و مشہور چیزیں بیان  
کیا کرو اور منکر یعنی معروف و مشہور کے خلاف باتیں عوام میں ذکر نہ  
کیا کرو۔ کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی  
جاتے؟ فاضل ذہبی اس مرتضوی قول کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ  
ہمارے امام و مقتدی علی المرتضیٰ نے ہمیں شاذ و منکر روایات کے  
بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور مشہور و معروف چیزوں کے  
بیان کرنے میں رغبت دلائی ہے اور بے سرو پا و بے اصل روایات  
کے پھیلانے اور شہیر کرنے سے روکنے کے لیے یہ شاندار قاعدہ  
بیان فرمایا ہے۔ یہ روایات خواہ عقائد سے تعلق رکھتی ہوں یا  
فضائل اور ترغیبات کے باب سے ہوں سب کی خاطر یہ  
قانون ضروری اور لازمی ہے“

## مقاصد

تمہیدات کے بعد اب مقاصد شروع کیے جاتے ہیں۔ (بجو نہ تعالیٰ)  
 اللہ جل و علا شانہ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر ایمانداروں کی صفات حمیدہ  
 کا ذکر فرمایا ہے کہ ان میں اخوت و برادری قائم ہے۔ ان میں غمخواری و محبت کا رشتہ موجود  
 ہے۔ ان کے قلوب میں نرمی و الفت پیدا کر دی گئی ہے۔ باہمی ولایت و دوستی جیسے  
 خصائل سے منصف ہیں۔ آپس میں رحمدلی اور مہربانی کی شان ان میں ہمیشہ سے پائی جاتی  
 ہے۔ رافت و شفقت کے زیور سے آراستہ ہیں۔ خوشنما و نمدی و لگانگت کے لباس سے  
 مرتین ہیں۔ غمخواری و غمگساری کے محوگر ہیں۔ پاسداری اور پاس خاطر کے عاوی ہیں۔ خیر خواہی  
 اور سہروردی ان کا وطیرہ ہے۔ حق شناسی و قدر دانی ان کا شعار ہے۔ خوشروئی اور خوشخوئی  
 ان کا کام ہے۔ چنانچہ اس چیز پر ذیل کی آیات دلالت کرتی ہیں۔

## آیۃ اول

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا

اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ ۝ (سورة حجرات، پارہ ۲۶)

ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہ: ﴿بخدا سے ڈرنا اور اس کے تقویٰ سے  
 پس صلح کنید میان دو برادر بر خویش و بر سید از خدا۔ تا بر شمار حم کردہ  
 شود۔﴾ ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدین محدث دہلوی: ﴿سوا اس کے نہیں کہ  
 مسلمان بھاتی ہیں پس اصلاح کرو در میان دو بھائیوں، اپنے کے۔ اور ڈرو



اللہ سے تو کہ تم رحم کیے جاؤ۔“

## آیہ دوم

”وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا  
نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ  
بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ  
مِنْهَا - كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ“

دہ پارہ چہارم پاؤ اول

ترجمہ فارسی از حضرت شاہ ولی اللہ: وچنگ زنید برسن خدا (بدین خدا) جمع  
آمدہ و پراگندہ مشوید۔ یاد کنیید نعمت خدا را کہ بر شما است۔ چوں بودید دشمن  
یکدیگر و بودید برکنارہ مضا کے از آتش پس رہانید شمارا از ان بچینیں بسیار  
مے کند نشان ہائے خود را تا باشد کہ راہ یابید (یعنی تفرق در اصول دین  
حرام است کہ جمعے معتزلے باشند و جمعے شیعہ و علیٰ ہذا القیاس)۔  
ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدین: اور محکم بکپڑو ساتھ رستی اللہ کے اکٹھے۔ اور  
مت متفرق ہو۔ اور یاد کرو نعمت اللہ کی او پر تمہارے جس وقت تھے  
تم دشمن پس الفت ڈالی در میان دلوں تمہارے کے۔ پس ہو گئے تم ساتھ  
نعمت اس کی کے بھاتی اور تھے تم او پر کنارے گڑھے کے آگ سے پس  
چھڑا دیا تم کو اس سے۔ اس طرح بیان کرتا ہے اللہ واسطے تمہارے  
نشانیوں اپنی تو کہ تم راہ پاؤ۔“

شاہ عبدالقادر موصیٰ القرآن کے فوائد میں فرماتے ہیں . . . . .

حق تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ نہ بہکو اور آپس میں اتفاق کو غنیمت

سمجھو۔ اور یہودی کی طرح پھوٹ کر خراب نہ ہو۔ (منہ)

## آیٹاسوم

«هُوَ الَّذِي آتَىٰكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَاللَّفَّ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ أَلْفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ»

(پارہ دہم پاؤ اول)

فارسی ترجمہ از حضرت شاہ ولی اللہ: ہوںست آنکہ قوت داد ترا بپاری دادن خود و مسلمانان و ہوںست آنکہ اُلفت داد میان دلہائے ایشان۔ اگر خرچ میگردی آنچه در زمین است ہمہ کجا اُلفت نمیدادی میان دلہائے ایشان ولیکن خدا اُلفت افگند میان ایشان۔ ہر آیسنے وے غالب با حکمت است۔

اردو ترجمہ از شاہ رفیع الدین: وہی ہے جس نے قوت دی تجھ کو ساتھ ملد اپنی کے اور ساتھ مسلمانوں کے اور اُلفت ڈالی در میان دلوں ان کے کے۔ اگر خرچ کرتا تو جو کچھ زمین میں ہے سب، نہ اُلفت ڈالتا در میان دلوں ان کے کے، ولیکن اللہ تعالیٰ نے اُلفت ڈالی در میان ان کے تحقیق وہ غالب ہے حکمت والا۔

شاہ عبدالقادر نے موضع القرآن کے فوائد میں یہاں لکھا ہے کہ عرب کی قوم میں آگے ہمیشہ بے رکتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے پھر حضرت کے سبب سب متفق اور دوست ہو گئے

(منہ)

## آیت چہارم

«إِنَّ الَّذِينَ هَاجَدُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ

بَعْضٍ» (پارہ دہم، پاؤ اول کا آخر)

فارسی ترجمہ از شاہ ولی اللہ: بہر آئینہ آنا کہ ایمان آورند و ہجرت کرند  
و جہاد نمودند بمال خود و جان خود در راہ خدا و آنا کہ جائے داوند و نصرت  
کردند این جماعت بعض ایشان کارسازان بعض اند»

ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدین: تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور وطن  
چھوڑا اور جہاد کیا ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے بیچ راہ اللہ  
کے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی بعضے ان کے دوست بعض کے میں  
اور ایک دوسرے کے رفیق ہیں»

## آیت پنجم

«مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ  
مُحَمَّاءُ بِنَبِيِّهِمْ نَدَّاهُمْ كَغَا مُجَدَّاءٍ يَبْتَغُونَ فِضْلًا مِّنْ  
اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ  
ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزُرِّ أَخْرَجَ  
شَطَاةً فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ  
لِيُغَيِّظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ - وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝» (پارہ ۲۶ - سورہ فتح کا آخری رکوع)

ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہ: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر است۔ و آنا کہ  
 ہمراہ اویند سخت اند بر کافراں، مہربانند در میان خود، مے بینی ایشان را  
 رکوع کنندہ و سجدہ نمایندہ مے طلبند فضل را از خدا و خوشنودی را۔  
 نشان صلاح ایشان در رُوتے ایشان است از اثر سجود۔ آنچه مذکور  
 مے شود داستان ایشان است در تورات و داستان ایشان است  
 در انجیل۔ ایشان مانند زراعت بستند کہ بر آورد گیاه سبز خود را پس قومی  
 کہ دآن را پس سطر شد پس با تینا و بر سا قبلتے خود بگفت مے آرد  
 زراعت کنندگان را (عاقبت حال غلبہ اسلام آنتے) کہ بخشم آرد خدا  
 تعالیٰ بہ سبب دیدن ایشان کافراں را وعدہ داده است خدا آناں را  
 کہ ایمان آورده اند و کار ہستے ثنائتہ کردند انہیں اُمت آمرزش و  
 مزد بزرگ۔ (فتح الرحمن)

ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدین: "محمد رسول اللہ کا ہے۔ اور جو لوگ ساتھ  
 اس کے ہیں سخت ہیں اور پر کفار کے اور رحمدل ہیں در میان اپنے۔ دیکھتا  
 ہے تو ان کو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے۔ چاہتے ہیں فضل خدا  
 کا اور رضامندی اس کی۔ نشانی ان کی بیچ مونہوں ان کے کے ہے اثر  
 سجدے کے سے۔ یہ صفت ان کی بیچ تورات کے اور صفت ان کی  
 بیچ انجیل کے جیسے کھیتی نکالے سُوتی اپنی۔ پس قومی کرے اس کو، پس  
 موٹی ہو جاویں پس کٹری ہو جاویں اور پر جڑ اپنی کے۔ خوش لگتی ہے کھیتی  
 کرنے والوں کو، تو کہ غصہ میں لاوے بہ سبب ان مسلمانوں کے کافروں کو۔  
 وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کیے اچھے،  
 ان میں سے بخشش اور بڑا ثواب۔

— شاہ عبدالقادر فواد مذکورہ موضع القرآن میں فرماتے ہیں کہ جو تندی اور نرمی اپنی  
 خواہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آتے وہ تندی اپنی  
 جگہ اور نرمی اپنی جگہ۔ ان کا بانا یعنی تہجد کی نمازوں سے صاف نیت سے  
 چہرے پر ان کے نور ہے۔ حضرت کے اصحاب پہچانے پڑتے چہرے کے  
 نور سے! اور کھتی کی کہاوت یہ کہ اول ایک آدمی تھا اس دین پر پھر دو ہوئے پھر  
 توت بڑھتی گئی حضرت کے وقت اور خلیفوں کے وقت۔ اور یہ کہ وعدہ  
 دیا ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور بھلے کام کرتے ہیں۔ حضرت کے اصحاب  
 سب ایسے ہی تھے۔ مگر خاتمے کا اندیشہ رکھا۔ حق تعالیٰ بندوں کو ایسی  
 خوشخبری نہیں دیتا کہ نڈر ہو جاویں۔ مالک سے اتنی شاباشی بھی  
 غنیمت ہے۔“

(۱)

قرآن مجید میں اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں صرف ان پنجگانہ آیات کو یہاں ذکر  
 کیا گیا ہے۔ ان کا مفہوم اپنی جگہ واضح ہے کہ ایمان داروں میں اخوت و برادری کا تعلق  
 ہمیشہ سے قائم ہے اور اس رشتہ خویشگی میں دواماً اصلاح رہتی چاہیے۔ یہ نسبت  
 الہی کی وجہ سے ہو، تاکہ رحمت خداوندی شامل حال رہے۔

(۲)

ایمان والوں کو اللہ کی رسی مضبوطی سے تھامنی چاہیے اور اس احسان خداوندی کو  
 کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری دیرینہ دشمنیوں کو مالک کریم نے اُلفت میں بدل  
 دیا اور قدیمی عداوتوں میں رفاقتوں کی صورت پیدا فرمادی ہے۔ اب سب ایک دوسرے  
 کے بھائی بھائی نظر آتے ہیں۔ رنجیدگی اور باہمی کشیدگی کا انجام آتش کا گرہا ہوتا ہے۔  
 ارحم الراحمین نے اس سے بچالیا۔

(۳)

عام مومنوں کے بارے میں یہ عنوان چل رہا تھا۔ اب ذرا اس دائرے کو خاص کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لانے والے مومنین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے اور احسان جتلیا جاتا ہے کہ اُسے پیغمبرِ عجم نے آپ کی خاص مدد کی اور ان مومنین کے ذریعہ تائید و نصرت کی ہے۔ ان مومنین کے دلوں میں الفت ڈال دی ہے۔ اگر آپ زمین کی تمام چیزیں خرچ کر ڈالتے تب بھی یہ الفت اور رافت و شفقت پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ مالک کریم نے اپنے غلبہ قدرت اور حکمت بالغہ کے ذریعہ یہ مسئلہ حل کر دیا ہے۔

(۴)

اس کے بعد مزید تخصیص فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ مومن جو مہاجر ہیں، مجاہدنی سبیل اللہ ہیں، اپنی جان و مال راہِ خدا میں لگا دینے والے ہیں۔ اور یہ مومن جو مہاجرین کو ٹھکانا دینے والے ہیں اور ان ہجرت کرنے والوں کی نصرت و امداد کرنے والے ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کے دستدار، کارساز اور رفیقِ زندگی ہیں۔ ان کی باہمی موالات و مسادات اور غمخواری کی شہادت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تصریحاً بیان فرمادی ہے۔

(۵)

بعد ازاں آیتِ چہم میں اس مضمون کو اور تفصیل کے ساتھ مالک کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں رہنے والے مندرجہ حضرات پاکباز و مقدس لوگوں کی جماعت ہے۔

- (۱) خدا کے دشمنوں کے حق میں سخت ہیں، ان سے دینے والے نہیں ہیں۔
- (۲) باہم مہربان اور نرم دل ہیں، ایک دوسرے سے کینہ رکھنے والے نہیں ہیں۔
- (۳) عبادتِ خداوندی میں لگے رہتے ہیں۔ دنیاوی غرض اور شہرت کے لیے نہیں بلکہ

حرفِ رضالتے الہی اور خوشنودیٰ حق ان کا مقصود و مطلوب ہے۔  
 ان کی پہلی دو صفات اپنے اور پرانے کے معاملات کے متعلق ہیں۔ تیسری  
 صفت (عبادت) ان کی ذات سے متعلق ہے۔ یعنی بڑے پرہیزگار اور باخدا  
 لوگ ہیں۔ گویا صحابہ کرام کو بڑی باتوں سے متہم کرنا بڑی بد باطنی کی دلیل ہے اور  
 آیت قرآنی کی تکذیب ہے۔

(۴) چوتھی صفت (سینماٹم... الخ) ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار و انوارِ چہروں پر  
 نمایاں ہیں۔ شبِ خیر اور باخدا لوگوں کے چہروں میں جو انوار و برکات ظاہر ہوتے  
 ہیں وہ ریاکاروں اور بد باطنوں کے چہروں میں ہرگز نہیں ہوتے۔ نبی کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے ساتھیوں کی مذکورہ صفات کا ملہ صرف قرآن مجید میں ہی مذکور نہیں  
 ہوتیں بلکہ ان کی یہ صفات سابقہ آسمانی کتب تورات و انجیل میں بھی درجِ چلی آتی  
 ہیں۔ پھر بطورِ تمثیل بیان فرمایا کہ دینِ اسلام کی ترقی اور اہل دین کا غلبہ اور ارتقاء  
 تدریج ہوگا اور ضرور ہوگا۔ پھر یہ تدریجی ترقی منہائے کمال تک پہنچے بغیر نہ رہ  
 سکے گی۔ اور اسلام کا ارتقائی دور وقت کے اعتبار سے متصل بالزماں ہوگا۔ اس  
 میں انفصال و انقطاع پیش نہ آئے گا۔ یہاں پیش کردہ مثال اور مثل لہ کی منطقت  
 و موافقت ملحوظ رکھنے سے یہ مسائل حل ہو رہے ہیں۔ (دفاہم)

آیہ بُدَا کے آخری حصہ (وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا... الخ) میں اس عبادت  
 کے حسنِ مال اور نیک انجام کا ذکر ہے۔ اس طرح کہ پہلے اس دنیا میں ترقی کا ذکر  
 فرمایا۔ اس کے بعد آخری انعامات اور آخرت کی کامیابی کو بیان کیا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان مومنین صالحین کے ساتھ وعدہ ہے کہ اگر خطا سرزد ہو  
 بھی جائے گی تو مغفرت کر دی جائے گی اور نیک اعمال پر اجر ملے گا۔ گناہ معاف  
 ہوں گے اور نیکیاں مقبول ہوں گی۔ گویا جماعت صحابہ کرام کے حالات کا اجمالی نقشہ

آیت ہذا میں اس طرح مذکور ہے کہ پہلے درجہ میں ان کے استکمال ایمان کا بیان ہے پھر ان کی کمال عبادت کا ذکر ہے۔ پھر ان کی اخلاص نیت بتائی گئی ہے پھر تدریجی ترقی کی وضاحت کی ہے۔ آخر میں ان کی خیر انجامی اور حسن عاقبت کے متعلق وعدہ کی صورت میں اعلان کر دیا ہے۔ (ملخص از تفاسیر متعدده)

(۱)

مفسرین اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

« هَذِهِ صِفَةُ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَكُونَ أَحَدُهُمْ شَدِيدًا عَنِيفًا عَلَى الْكُفَّارِ رَحِيمًا بَرًّا بِالْأَخْيَارِ غَضُوبًا عَبُوسًا فِي وَجْهِ الْكَافِرِ مَحْوُوكًا بِشَوْشًا فِي وَجْهِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى « يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلظَةً -

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاهِمُ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَا أَشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحَتَّى وَالسَّهْرِ -  
وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ »  
وَتَفْسِيرُ ابْنِ كَثِيرٍ تَحْتَ الْآيَةِ هَذِهِ

(۲)

« وَهَذَا جَمْعًا شَدِيدًا وَرَحِيمًا وَمَحْوُوكًا أَذَلَّةً عَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
أَعِزَّةً عَلَى الْكَافِرِينَ وَبَلَّغَ مِنْ تَشَدُّدِهِمْ عَلَى الْكُفَّارِ أَنَّهُمْ  
كَانُوا يَتَحَرَّزُونَ مِنْ نِيَابِهِمْ أَنْ تَلْزِقَ نِيَابَهُمْ وَمِنْ أَيْدِيهِمْ



أَنْ تَمَسَّ أَبَدًا نَهْمٌ وَبَلَغَ مِنْ تَرْحُمِهِمْ فِيمَا بَيْنَهُمْ إِنَّهُ كَانَ لَا  
يَرَى مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا إِلَّا صَافِحَةً وَعَانَقَةً -

(تفسیر مدارک نسفی تحت الآیہ)

(۳)

وَفِي وَصْفِهِمْ بِالرَّحْمَةِ بَعْدَ وَصْفِهِمْ بِالشَّدَّةِ تَكْمِيلٌ وَ  
إِحْتِرَاسٌ فَإِنَّهُ لَوْ اكْتَفَى بِالْوَصْفِ الْأَوَّلِ لَبُرَبَّ مَا تُوهِمَ أَنَّ مَفْهُومَ  
الْقَيْدِ غَيْرُ مَعْتَبَرٍ فَيَتَوَهَّمُ الْمَقْضَاضَةُ وَالْغِلْظَةُ مُطْلَقًا فَدَفَعَ  
بِإِرْدَاكِ الْوَصْفِ الثَّانِي وَمَالَ ذَلِكَ أَنَّهُمْ مَعَ كَوْنِهِمْ أَشَدَّ أَعْلَى  
الْأَعْدَاءِ رُحَمَاءَ عَلَى الْإِخْوَانِ وَبِحُجُوعِ قَوْلِهِ تَعَالَى أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ - (روح المعاني تحت الآیہ)

(۴)

« وَمِنْ حَقِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يُتْرَعُوا هَذِهِ السُّنَّةَ أَبَدًا  
فَيَسْتَدُوا عَلَى مَحَالِفِيهِمْ وَيُدْحَمُوا أَهْلَ دِينِهِمْ -

(تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری تحت الآیہ)

(۵)

وَالْمَدَادُ بِالذِّينِ مَعَهُ عِنْدَ بَنِ عَبَّاسٍ مَنِ شَهِدَ الْحَدِيثِيَّةَ  
وَقَالَ الْجَمْعُ مَوْجُوعٌ أَصْحَابِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُمْ - (تفسیر "بحر المحيط" وروح المعاني)

(۱)

خلاصہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰت والتسلیم پر ایمان لانے والے اور حضور  
کے ساتھ رہنے والے حضرات کی یہ خاص صفت ہے کہ منکرین اسلام پر

بڑے سخت ہیں اور نیک لوگوں کے حق میں بڑے رحیم اور مہربان ہیں۔ کافروں کے ساتھ غضبناک اور چہرہ برا فروختہ رکھتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ خوش چہرہ اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر مومنوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے قریب والے کافروں کے ساتھ جنگ و قتال کرو اور وہ تم میں سختی اور شدت معلوم کریں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ ایمان داروں کی آپس میں شفقت کے اعتبار سے ایسی مثال ہے کہ تمام مومن ایک جسم کی طرح ہیں۔ جسم کے ایک بازو کو تکلیف ہو تو تمام بدن بے آرام ہو جاتا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں ایک بنیاد کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کیے ہوتے ہوتا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر مومنوں کے آپس میں ارتباط اور یگانگت کو واضح فرمایا۔

(۲)

مفسرین بکھتے ہیں حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام میں مومنوں کے ساتھ متواضع رہنے اور کافروں کے ساتھ سخت رہنے کی صفت اس درجہ تک پہنچی ہوتی تھی کہ حضور علیہ السلام کے دور میں مومن لوگ کفار کے کپڑوں کے ساتھ اپنا کپڑا لگ جانے سے احتراز اور بچاؤ کرتے تھے۔ اور اپنے بدن کو ان کے بدن کے ساتھ مس ہو جانے سے اجتناب و پرہیز کرتے تھے۔ اور جب مومنین کی آپس میں میل ملاقات ہوتی تو ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے اور معانفہ کرتے یعنی بغل گیر ہوتے تھے۔

(۳)

مفسرین کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی یہ صفت (کہ کفار پر سخت ہیں) ذکر کرنے کے بعد پھر ان کی یہ صفت ذکر کی کہ (آپس میں مہربان ہیں) اس لیے کہ اگر صرف پہلی صفت پر اکتفاء کر دیا جاتا کہ کافروں کے حق میں سخت ہیں، تو خیال ہو سکتا تھا کہ ان میں صرف شدت و غلظت مطلقاً پائی جاتی ہے۔ اس لیے وہم کو دور کرنے کی خاطر دوسری صفت ذکر کی ہے کہ پرستے کے حق میں شدید ہیں تو اپنے کے حق میں شفیق ہیں۔ اس طرح ان اوصافِ فاضلہ کی تکمیل ہو گئی۔

(۴)

نیز مفسرین نے لکھا ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ صحابہ کرام کی اس صفت پر عمل کرتے ہوئے مخالفین دین کے ساتھ سختی کا برتاؤ کریں اور مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور دوستداری کا سلوک رکھیں۔

(۵)

تفسیر بحر المحیط اور تفسیر روح المعانی میں واضح طور پر موجود ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک وَالَّذِينَ مَعَهُ سے صرف اہل حُدُوبیہ ہی نہیں بلکہ جمیع صحابہ کرام مراد ہیں۔

— آیت نجم (والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الخ) کی مختصر سی تشریح پیش کی گئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی صفات کا ملکہ جو آیت مذکورہ میں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک ایک وصف کے بیان کے لیے دفتروں کے دفتر تیار کیے جاسکتے ہیں۔ مگر ہمیں یہاں صرف ایک وصف (رحماء بینہم) کا مختصر سا بیان مطلوب و مقصود ہے کہ سرورِ دو عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جماعت

باہمی وصفِ رحمت کے ساتھ متصف ہے۔ اس ارحم الراحمین جل و علا شانہ نے اپنے برگزیدہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سہرا پا رحمتِ دو عالم بنا کر بھیجا ہے تو ان کے خاص شاگردوں کو، ان کے خاص خدام کو، ان کے جاں نثاروں کو، ان کے ہر وقت میں ساتھ رہنے والوں کو اور ان کے ہر وقت کے حاضر باشعور کو بھی اس صفتِ رحمت، و شفقت، اور اُلفت و محبت کے ساتھ متصف فرمایا ہے۔ یہ حضرات آپس میں رحیم ہیں، باہم شفیق ہیں، ایک دوسرے کے دوست اور محبت ہیں۔

### یہ صفت دائمی تھی

پھر یہ صفتِ رحمت صرف چند ایک صحابہ کرام کے لیے نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کے لیے ہے۔ اور وہ مدتِ العمر تک اس خصوصی صفت پر قائم و دائم رہے ہیں۔ جس طرح یہ حضرات کفار کے حق میں ہمیشہ ہمیشہ سخت اور شدید رہے ہیں۔ اور رکوع و سجود دائم کرتے رہے ہیں۔ رُکْعًا سَجْدًا کی صفت ان سے زائل نہیں ہوتی۔ اور دیگر ایمانی صفات: صوم، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاصِ نیت وغیرہ میں بھی ان سے فرو گذاشت نہیں ہوتی بلکہ ان صفاتِ حمیدہ و خصائلِ برگزیدہ پر ہمیشہ کاربند اور عامل رہے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح باہمی شفقت و رحمت کی صفت پر بھی ان کا عمل در آمد وقتی نہیں ہوا ہے بلکہ دائمی رہا ہے۔

چنانچہ اس چیز کی تائید قرآن مجید میں موجود ہے۔ ان ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں فرمان ہوتا ہے کہ:

وَالَّذِينَ هُمْ كَلِمَةُ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَ

كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔ (پارہ ۲۶۔ سورہ فتح رکوع ۱۳)

ترجمہ از شاہ رفیع الدین: اور لازم کر دی ان کو بات پرہیزگاری کی اور

تھے وہ بہت حق دار اس کے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

## مدعاتے تحریر

اس کے بعد مدعاتے تحریر میں ہم ناظرین کرام پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مذکورہ صفت (رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) میں بے شک تمام صحابہ کرام شریک ہیں۔ مہاجرین یا انصار، مکی ہوں یا مدنی، قریشی ہوں یا غیر قریشی، ان تمام بزرگوں کی باہمی خوش خلقی و خیر خواہی و مہر دہی و غم خواری کے واقعات سے اسلامی کتب لبریز ہیں۔ اس چیز میں کوئی خفا و اشتباہ نہیں۔ لیکن ہم اس کتاب میں خصوصی طور پر سیدنا عمرؓ، سیدنا علیؓ اور سیدنا علیؓ کے درمیان رحمت و شفقت اور اُلفت و محبت کے واقعات مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات اور ان کے خاندانوں کے متعلق خاص طور پر عداوت، نفرت، اختلاف، انتشار اور افتراق کو عوام میں پھیلایا گیا ہے۔ عامۃ الناس اور جاہل طبقہ میں تو بڑی کوشش سے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ یہ سب حضرات آپس میں مخالفت تھے۔ ان کی باہمی سخت عداوت تھی اور ایک دوسرے کے حق میں جو رد و ظلم کو روا رکھنے والے تھے۔ اور انہوں نے ایک دوسرے کے جائز حقوق کو ضائع کر ڈالا ہے۔ خاندانِ نبوت پر انہوں نے بڑے بڑے مظالم ڈھائے ہیں جو زبانِ بیان سے بالاتر اور دید و شنید سے بلند تر ہیں۔ لہذا اس صورتِ حال کی بنا پر ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ:

(۱)

لوگ خلفاءِ اربعہ حضرات کی دشمنی اور ناجائفی اور غضبناکی بیان کرتے ہیں ہم ان کی صلح و دوستی، اور امن و آشتی کے حالات و کوائف کو مدلل طریق سے ذکر کریں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)

(۲)

لوگ ان بزرگوں کی آپس میں کشیدگی، رنجیدگی، آزر دگی اور آزر دہ دلی کے عجیب  
عجیب قصے تصنیف کر کے شائع کرتے ہیں ہم ان کی باہمی خوشدلی، خورسندی، اور  
قرابتِ نسبی کے تعلقات پیش کریں گے۔

(۳)

لوگ ان کی آپس میں بدخواہی، بدسلوکی، حق تلفی اور چپقلش کی داستانیں سناتے ہیں۔  
ہم ان کی باہمی خیر خواہی، خیر طلبی، خوشنودی اور رضامندی و حقوق کی ادائیگی بدلائل ثابت  
کریں گے۔

(۴)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مہربان، خلفاءِ اربعہ کے مابین کینہ وری، خشمگینی، درشتگی، جوڑ  
انگلم اور تعدی کے فرضی قصے گن گن کر ارشاد فرماتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ العزیز ان پاک  
طنینت

حاشیہ ۱۔ (قولنا فرضی قصے) ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مقام پر  
مناسب تھا کہ عداوت و نفرت اور ظلم و تعدی کے جو قصے انہوں نے تراش کر بچھا رکھے  
ہوتے ہیں، ان کا کچھ قلیل سا نمونہ ان لوگوں کے کلام میں سے من و عن پیش کیا جاتا،  
لیکن تقاضاتے وقت اس کے خلاف ہے۔ اس پر آشوب اور رُپہ فتن دور میں ضرورت  
ہے کہ مسلمانوں کے درمیان صلح و آشتی کی فضا پیدا کی جائے، اور اخوت و برادری کی  
ساہ ہموار کی جائے۔ نہ کہ ان کے مابین اختلافات و انتشار کی آتش کو اور بھڑکایا جائے۔  
ان بلی مفادات، قومی منافع اور ملکی مصالح کے پیش نظر ہم نے ایسے حوالہ جات پیش  
کرنے سے قصداً گریز کیا ہے۔

اگر خواہ مخواہ کسی صاحب کو اس پر خار وادی کی سیر کرنے کا شوق ہے تو اس کو

بزرگوں کے متعلق باہم غم خواری، غم گساری، بھدردی، عدل گستری، انصاف پسندی کے واقعات چُن چُن کر قوم کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں (بعونہ تعالیٰ)۔  
 — اہل انصاف و حق پسند طبائع ان امور پر نظر غائر ڈالیں گے تو حق بات خود بخود واضح ہو جائے گی۔

روایات کے رد و قبول کے قوانین و قواعد ہم قبل ازیں مقدمہ کتاب میں بیان

(لقبیہ حاشیہ صفحہ سابق)

زیادہ وزن گردانی کرنے کی حاجت نہیں، صرف ایک دُعا ”صَنَمِي قَرِيش“ کا ملاحظہ فرما لینا ہی کافی ہے۔ ان دوستوں کے ہاں بڑے بڑے مشکل مراحل حل کرنے کے لیے یہ دعا اکسیر اعظم ہے۔ حضرت علیؑ کی زبان سے اس کو جاری و ساری بنایا گیا ہے۔ ان کی مذہبی کتب میں متداول چلی آتی ہے۔ ”صحیفہ علویہ“ اور ”حقائق الحق“ (از قاضی نور اللہ ستوری) وغیرہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (القلیل یدل علی الکثیر)۔ اس کے علاوہ یہ عرض کر دینا بھی خالی از خاندہ نہیں ہے کہ دوستوں کی سابقہ کتب میں صحابہ کرام کے مطاعن کے لیے الگ باب قائم ہوتے تھے۔ اور اب کے دور میں انہوں نے ترنی کر کے مطاعن صحابہ کی خاطر مستقل تصانیف علیحدہ شائع کرنا شروع کر دی ہیں۔ مثلاً

۱۔ کتاب ”حضرت عمر“ بہر دو حصہ از سید علی حیدر بن سید علی اطہر شیبعی مدیر جریدہ ”اصلاح“ کچوا، بہار۔ ہند۔

۲۔ ”آئینہ مذہبِ سنی“ از ڈاکٹر نور حسین جھنگوی۔

۳۔ کتاب ”ماہیتہ معاویہ“ از مولوی احمد علی صاحب کربلائی۔

۴۔ کتاب ”کلید مناظرہ“ از تصنیف گوشتہ نشین برکت علی صاحب۔ وغیرہ

کر چکے ہیں۔ اس دستور کو پیش نظر رکھتے ہوئے پیش کردہ واقعات کو ملاحظہ فرما  
 لیں۔ پس جو روایات نصوص قرآنی کے متعارض و متصادم ہوں ان کو متروک کر دیں  
 اور جو نصوص صریحہ کے خلاف نہ ہوں ان کو تسلیم کر لیں۔ نیز عدل و انصاف کا ترازو  
 ہاتھ میں رکھیں۔ اس طریقہ سے حق بات آپ پر مخفی نہیں رہ سکے گی۔

---



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# باب اول

## فصل اول

### حضرت فاروقؓ کے ساتھ علی المرتضیٰؓ کا بیعت کرنا

جس طرح ”رُحَمَاءُ بَنِي نِيْمٍ“ کے حصّہ صدیقی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صدیق اکبرؓ کے ساتھ تعجیلًا بیعت ذکر کی گئی ہے اور اس کے شواہد و مؤیدات عمدہ طریقہ سے بیان کر دیے گئے ہیں۔ اسی طرح یہاں (رُحَمَاءُ بَنِي نِيْمٍ کے فاروقی حصّہ میں) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سیدنا عمر بن الخطابؓ کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔ (بعونہ تعالیٰ)

### صدیق اکبرؓ کے انتقال سے قبل کی صورت حال

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آپہنچا تو آنجناب نے جہاں اور مختلف وصایا و نصائح آقارب و اجانب کو فرمائے وہاں مسلمانوں کے مسئلہ خلافت کی طرف خصوصی توجہ کی۔ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے انہوں نے یہ تدبیر کی کہ اپنا قائم مقام حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو تجویز فرما کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسلمانوں کے سامنے ایک تحریر پیش کی اور فرمایا کہ اس تحریر میں جس شخص کو آپ لوگوں کا امیر تجویز کیا گیا، کیا وہ منظور ہے؟ تو تمام لوگوں نے رضامندی ظاہر کی اور خاص طور پر حضرت علیؓ نے اعلان فرمایا کہ اگر اس میں عمر بن الخطاب کو امیر بنایا

گیا ہے تو بہتر ورنہ ان کے بغیر ہم کسی دوسرے شخص کا خلیفہ و امیر بننا تسلیم نہیں کریں گے۔ چنانچہ اسی وقت ظاہر کر دیا گیا کہ مسلمانوں کے لیے امیر و خلیفہ حضرت عمرؓ ہی تجویز کر دیے گئے ہیں۔ پس تمام مسلمانوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور اس مسئلہ پر رضامند ہو گئے اور حضرت علیؓ سمیت سب لوگوں نے حضرت عمرؓ کی بیعت کر لی۔

اس واقعہ کو متعدد علماء نے ذکر کیا ہے۔ طبقات ابن سعدؒ ذکرہ ابی بکرؓ میں ذرا مجملاً بیان کیا گیا ہے اور ابن اثیر الجوزی نے ایک سند کے ساتھ اسد الغابہؒ ذکرہ عمر بن الخطابؓ میں واضح درج کیا ہے اور ریاض النضرہؒ میں محبت الطبری نے اس کو ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ابن عساکر کے حوالہ سے علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاءؒ (فصل مرض الوفا ابوبکر الصدیقؓ) میں اور ابن حجر ہیثمی المکی نے ابن عساکر کے حوالہ سے الصواعق المحرقةؒ (الفصل الثانی فی استخلاف ابی بکرؓ عمرؓ فی مرض موتہ) میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ ناظرین کرام کے اطمینان کے لیے اب واقعہ ہذا کی عبارت بمع ترجمہ نقل کی جاتی ہے۔

(۱)

طبقات ابن سعد میں ہے:-

”ثُمَّ أَمْرُهُ فَخَرَجَ بِالْكِتَابِ مَخْتُومًا وَمَعَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ  
وَأَسِيدُ بْنُ سَعِيدٍ الْقُرْظِيُّ فَقَالَ عَثْمَانُ لِنَاسٍ أُنْتَبِأُ بِعُمَرَ بْنِ  
هَذَا الْكِتَابِ فَقَالُوا نَعَمْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ (قَالَ ابْنُ سَعْدٍ عَلِيُّ الْقَائِلُ)  
وَهُوَ عُمَرُ فَأَقْرَأُوا بِذَلِكَ جَمِيعًا وَرَضُوا وَبَايَعُوا... الخ“

(طبقات ابن سعدؒ ذکرہ ابی بکرؓ، جلد ۳ ص ۱۴۲)

بلغ لیدن،

خلاصہ یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کے حکم سے حضرت عثمانؓ ایک تحریر سر بمبر کر کے (صدیقؓ کے دولت خانہ سے) باہر لائے۔ عمر بن خطابؓ اور

اُمیداً قرطبی ساتھ تھے۔ لوگوں کو حضرت عثمانؓ نے صدیق اکبرؓ کی طرف سے کہا کہ اس کاغذ میں جس شخص کی تجویز ہو چکی ہے کیا اس کے حق میں بیعت کرنے کے لیے آپ تیار ہیں؟ سب حضرات نے کہا کہ ہمیں تسلیم ہے اور ہم بیعت کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے کہا (کنیوالے حضرت علیؓ تھے) وہ شخص ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ عمرؓ ہیں۔ سب لوگوں نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور اس پر رضامند ہو گئے اور سب نے بیعت کر لی۔“

— اسی واقعہ کو ان الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل مصنفین نے بھی لکھا ہے:

(۲)

”... عن یسار بن حمزة قَالَ لَمَّا ثَقُلَ أَبُو بَكْرٍ أَشْرَفَ عَلَى النَّاسِ مِنْ كُوفَةٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ عَاهَدْتُ عَهْدًا أَفْتَرَضُونَ بِهِ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ رَضِينَا يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ عَلِيٌّ لَا نَرْضَى إِلَّا أَنْ تَكُونَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ“

(۱) اُسد الغابہ لغزالدین ابی الحسن علی بن محمد المعروف بابن اثیر

الجزیری - تذکرہ عمر بن الخطاب جلد ۴، ص ۷۰۔

(۲) ریاض النفرة فی مناقب العشرة العاشرة فی خلافتہ

جلد ۲، ص ۸۸۔

(۳) تاریخ الخلفاء سید علی فضل فی مرغیہ ووفاتہ ووصیتہ ص ۶۱

طبع دہلی۔

(۴) الصواعق المحرقة لابن حجر المکی البیہقی، الفصل الثانی فی

استخلاف ابی بکر لعمر، ص ۵۴، طبع مصر۔

حاصل یہ ہے کہ جب ابوبکر صدیقؓ کے انتقال کا وقت قریب ہوا ہے تو

گھر کے دیچھ سے (لوگوں کو خطاب کرنے کے لیے) جمانکا اور فرمایا کہ (خلافت کے بارے میں) میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس پر رضامند ہوتے ہو؟ لوگوں نے جو ابا عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول ہم اس بات پر راضی ہیں! اور حضرت علی المرتضیٰ کہنے لگے کہ عمر بن الخطاب کے بغیر اس معاملہ میں ہم کسی دوسرے شخص کے حق میں راضی نہیں ہونگے۔“

## حضرت علی المرتضیٰؑ کے بیانات اپنی خلافت کے دوران

سابقہ ہر دور روایات میں حضرت صدیق اکبرؑ کے انتقال کے زمانہ میں حضرت علیؑ نے مسئلہ خلافت و امارت کے متعلق اپنا خیال ظاہر فرمایا۔ اب ہم ان کی اپنی خلافت کے دور میں جو بیانات اس مسئلہ کے بارے میں حضرت علیؑ نے دیے ہیں وہ درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ قارئین کرام ان کے ملاحظہ کرنے کے بعد بڑے اطمینان بخش نتائج برآمد کر سکیں گے اور کسی دور از کار تاویل کے محتاج نہیں رہیں گے۔ جبر و استبداد کی داستانیں خود ساختہ افسانوں سے زیادہ وزن نہیں رکھیں گی۔ تھوڑے اقصاف کے ساتھ غور فرمائیں گے تو مسئلہ بڑے عمدہ طریق پر حل ہو جاتے گا۔

یہاں مقصد بالاکہی خاطر تین عدد روایات پیش کی جا رہی ہیں۔ دو عدد اہل اہل سنت و الجماعت کی کتابوں سے نقل ہونگی، اور ایک عدد روایت شیعہ احباب کی معتبر کتابوں سے اخذ کی جائے گی، اور اس بحث کے آخر میں درج ہوگی، تاکہ بحث ہذا کی تکمیل و تقسیم کا کام دے سکے۔

(۳)

مُحَدِّثِ ابْنِ رَاہُوْنِيَّةِ (المتوفى ۲۳۸ھ) کی روایت

صاحب کثر العُمال نے باب کتاب الفتن میں واقعہ حبل کے تحت یہ روایت

ذکر کی ہے، اس کو مفصلاً حصہ اول صدیقی میں ہم درج کر چکے ہیں۔ یہاں مختصراً نقل کی جاتی ہے۔ اصل میں عبد اللہ بن الکواء اور ابن عباد کے سوالات کے جواب میں یہ حضرت علیؑ کا کلام ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:

” . . . . . فَلَمَّا قَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ  
 الْمُسْلِمُونَ فِي أَمْرِهِمْ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 قَدْ وُلَّى أَبَا بَكْرٍ أَمْرَ دِينِهِمْ فَوَلَّوهُ أَمْرَ دُنْيَاهُمْ فَبَايَعَهُ  
 الْمُسْلِمُونَ وَبَايَعْتَهُ مَعَهُمْ فَكُنْتُ أَعْزُو إِذَا أَعْزَانِي وَإِذَا أَخَذُوا  
 إِعْطَانِي . . . . . فَأَشَارَ لِعُمَرَ وَلَمْ يَأَلُ فَبَايَعَهُ الْمُسْلِمُونَ  
 وَبَايَعْتَهُ مَعَهُمْ فَكُنْتُ أَعْزُو إِذَا أَعْزَانِي وَإِذَا أَخَذُوا إِعْطَانِي  
 . . . . . فَأَخَذَ (عبد الرحمن بن عوف) بِيَدِ عُثْمَانَ  
 فَبَايَعَهُ وَلَقَدْ عَرَضَ فِي نَفْسِي عِنْدَ ذَلِكَ فَلَمَّا نَظَرْتُ فِي  
 أَمْرِي فَإِذَا عَاهِدِي قَدْ سَبَقَ بَيْعَتِي فَبَايَعْتُ وَسَلَّمْتُ وَ  
 كُنْتُ أَعْزُو إِذَا أَعْزَانِي وَإِذَا أَخَذُوا إِعْطَانِي . . . . .“

(کنز العمال، کتاب الفتن تحت واقعة

الجمَل، ص ۸۲، ج ۶، طبع اول)

خلاصہ یہ ہے کہ (حضرت علیؑ فرماتے ہیں) جب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو مسلمانوں نے (خلافت) کے معاملہ میں غور و فکر کیا، معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امرِ دین (یعنی نماز) کے مسئلہ میں ابوبکرؓ کو والی بنا یا ہے تو دنیاوی معاملات میں بھی ابوبکرؓ کو والی مقرر کرنا چاہیے۔ پس مسلمانوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی تو میں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ ان کی بیعت کی۔ پس جب وہ جہاد کے لیے مجھے کہتے تو میں جہاد

میں شریک ہونا۔ جب وہ مجھے عطا یا وہدایا دیتے تو میں قبول کرتا ...  
 . . . . . پس ابو بکرؓ نے (آخری وقت میں) عمرؓ کے حق میں اشارہ  
 کیا اور اس معاملہ میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پس مسلمانوں نے  
 عمرؓ بن الخطاب سے بیعت کی۔ میں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ عمرؓ کی بیعت  
 کی۔ جب وہ غزوات میں مجھے طلب کرتے تو میں ان کا شریک ہوتا اور عطیات  
 و غنائم وغیرہ جب وہ مجھے عنایت کرتے تو میں ان کو قبول کرتا ...  
 . . . . . پھر حضرت عمرؓ کی چھ آدمیوں کی منتخب شدہ  
 کمیٹی میں میں بھی تھا اس صورت میں، عبدالرحمن بن عوف نے عثمان بن عفان  
 کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی۔ اس وقت میں اپنے دل میں غور کرنے لگا۔ میں نے  
 یہ فکر کیا کہ میرا ہند میری بیعت سے سبقت کر چکا ہے پس میں نے عثمانؓ  
 سے بیعت کی اور (معاملہ ہذا) ان کے سپرد کر دیا۔ جب وہ جنگی ضرورتوں  
 میں مجھے طلب کرتے تو غزوات میں شریک ہوتا اور جب وہ غنائم و  
 عطیات مجھے دیتے تو میں ان کو وصول کرتا تھا۔ . . . الخ“

(کنز العمال، ج ۶، ص ۸۲ بحوالہ ابن

راہویہ۔ طبع اول، دکن)

(۴)

## مُحَدِّثِ ابْنِ عَوَّانَةَ كِي رَوَايَتِ

ابو طالب العنَّارِي نے فضائل ابْنِ بَكْرٍ الصِّدِّيقِي لکھے ہیں۔ انہوں نے اپنی سند کے  
 ساتھ ابو عوانہ مشہور مُحَدِّث سے یہ روایت نقل کی ہے۔ یہ روایت قبل ازیں حصہ  
 اول (صدیقی) میں مسئلہ بیعت کی تائیدی روایات کے تحت نمبر ہفتم میں درج کی جا چکی

ہے۔ ناظرین کی تسلی کے لیے اب یہاں پھر نقل کی جاتی ہے۔

..... حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
بْنِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ أَتَانِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَابِدًا فَقَالَ تُوِّفِي رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَ النَّاسُ أَبَا بَكْرٍ فَبَايَعْتُ وَرَضِيْتُ  
ثُمَّ تُوِّفِي أَبُو بَكْرٍ فَاسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَبَايَعْتُ وَرَضِيْتُ ثُمَّ تُوِّفِي  
عُمَرُ فَجَعَلَهَا سُورِيًّا فَبَايَعُوا عُثْمَانَ فَبَايَعْتُ وَرَضِيْتُ“

( فضائل ابی بکر الصدیق لابن طالب العساری مع دیگر مسائل

ثلاثیات البخاری وغیرہ۔ طبع مصر۔ مکتبۃ السلفیۃ، لبنان)

حاصل یہ ہے کہ :- عبدالرحمن بن ابی بکرہ کہتے ہیں کہ میری بیماری پر پرسی

کے لیے (ایک دفعہ) حضرت علی تشریف لائے (اس وقت بیعت خلافت

کا مسئلہ چلا) تو علی المرتضیٰ فرمانے لگے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

انتقال ہوا تو لوگوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی، میں نے بھی بیعت کی اور رضامند

ہوا۔ پھر ابوبکرؓ فوت ہوئے اور عمرؓ بن الخطاب خلیفہ بنائے گئے تو میں

نے رضامندی ان کی بیعت کی۔ پھر عمرؓ فوت ہوئے تو انہوں نے ایک مجلس

شوریٰ بنا دی پس (اہل مشورہ نے) عثمان بن عفان کی بیعت کی تو میں نے

بھی عثمان کی بیعت کی اور راضی ہوا۔“

( فضائل ابی طالب عساری، ص ۵)

ناظرین بائکین کے اطمینان کے لیے ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے

انتقال سے قبل حضرت علی المرتضیٰ کو مجبوزہ مجلس شوریٰ میں اول نمبر پر خود تجویز کیا

تھا۔ اس مسئلہ کو لاتعداد محدثین و مؤرخین نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

چنانچہ مصنف عبدالرزاق جلد پنجم ص ۴۷۷ و ۴۸۰ پر بھی منقول ہے اور اس مسئلہ کو

کتاب انہذا کے باب سوم فصل چہارم نمبر ۵ کے تحت ہم ان شاء اللہ تعالیٰ وضاحت سے نقل کریں گے۔

ان روایات کے بعد اب شیعہ احباب کی ”معتبر تصنیف“ سے اس مسئلہ کی تائید و تصدیق کے لیے حضرت علیؑ کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔ اُمید ہے اس بیان کے ملاحظہ کر لینے کے بعد مزید کسی حوالہ کی حاجت نہ رہے گی۔

(۵)

## ”امالی شیخ طوسی کی روایت“

اس کلام کا موقعہ و محل اس طرح ہے کہ جنگِ جمل کے بعد شکست خوردہ جماعت حضرت علیؑ کے ہاں پیش ہو کر معذرت کرنے لگی یہاں حضرت علیؑ نے ان کے منکلم کو روک کر اپنا بیان شروع فرمایا، جو اپنے مفہوم میں واضح تر ہے۔

”... قَالَ رَعِيْنَا، فَبَايَعْتُمْ اَبَا بَكْرٍ وَعَدَدْتُمْ عَنِّي فَبَايَعْتُمْ

اَبَا بَكْرٍ كَمَا بَايَعْتُمُوهُ... فَبَايَعْتُمْ عُمَرَ كَمَا

بَايَعْتُمُوهُ... فَوَفِيْتُ لَهُ بِبَيْعَتِهِ حَتَّى لَمَّا قُتِلَ

جَعَلَنِي سَادِسَ سِنَةٍ فَدَخَلْتُ حَيْثُ اَدْخَلَنِي... فَبَايَعْتُمْ

عُمَرَ فَبَايَعْتُمْ عُمَرَ... الخ

(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی، جلد ثانی، ص ۱۲۱)

(طبع نجف اشرف، عراق)

”یعنی مجھ سے اعراض کر کے تم نے ابو بکرؓ سے بیعت کی جس طرح تم

نے ابو بکرؓ سے بیعت کی، اسی طرح میں نے بھی ان سے بیعت کی...“

..... پھر جس طرح تم نے عمرؓ کی بیعت کی میں نے بھی اسی طرح عمرؓ



کی بیعت کی اور اس بیعت کے حقوق کو میں نے پورا کیا۔ حتیٰ کہ جب عمر ترقی پاتا ملا نہ حملہ ہوا تو عمر نے مجھے چھ آدمیوں (کی سب کمیٹی) میں ایک ممبر قرار دیکر شامل کیا اور میں نے شامل ہونا قبول کر لیا۔ . . . . . پس تم نے عثمان بن عفان کی بیعت کی تو میں نے بھی عثمان کی بیعت کی۔ . . . الخ۔

[امالیٰ شیخ ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی المتوفی سنہ ۴۶۰ھ  
المعروف شیخ الطائفہ، ج ۲، ص ۱۲۱ (جزو ثامن عشر)  
طبع نجف اشرف - عراق]

## مندرجہ بالا روایات کے فوائد و نتائج

- ۱ - حضرت صدیق اکبر کی طرف خلافت کے مسئلہ میں جو انتخاب ہوا تھا اس معاملہ میں حضرت علیؑ موجود تھے اور اس صدیقی تجویز پر راضی تھے۔
- ۲ - حضرت علی المرتضیٰ حضرت عثمان کی خلافت پر غور و فکر کرنے کے بعد رضامند ہوئے تھے اور بیعت کر لی تھی۔
- ۳ - نیز واضح ہوا کہ حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کے ساتھ بیعت کرنے کے بعد خلافت فاروقی کے جنگی معاملات میں بھی شریک کار رہتے تھے اور بال غنیمت وغیرہ کی آمدن سے اپنا حصہ لیتے تھے۔
- ۴ - اور ان مرتضوی بیانات سے معلوم ہوا کہ جس طرح اور تمام مسلمانوں نے بخوشی اور رضاء رغبت بیعت کی تھی اسی طرح حضرت علیؑ نے حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ بغیر جبر و اکراہ کے بخوشی بیعت کی تھی۔
- ۵ - نیز ان روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کے نزدیک نہایت متعہد علیہ اور لائق خلافت بزرگ تھے۔ اسی بنا پر چھ افراد کی مجوزہ کمیٹی میں ان کو نمبر اول میں

لیا گیا پھر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کے نزدیک راست کار، صحیح العمل، حق پسند و حق پرست خلیفہ تھے کہ انہوں نے منتخب کمیٹی میں شامل ہونا بخوشی پسند کیا اور ان کے ساتھ عہد و پیمانہ کو تمام کرتے ہوئے ان کے فیصلہ کو برضا مندی قبول کیا۔

\_\_\_\_\_ مندرجہ بالا روایات و واقعات بہ بانگِ دہل تبار ہے ہیں کہ یہ بزرگانِ دین آپس میں متفق العقیدہ تھے، متحد العمل تھے، باہم شفیق و رفیق تھے۔ ان حضرات کے درمیان کوئی عداوت و بغاوت نہ تھی اور لوگوں نے نزاعات و اختلافات کے افسانے ان کے مابین پھیلا رکھے ہیں وہ سب بے اصل و بے بنیاد ہیں۔

## \_\_\_\_\_ فصل ثانی \_\_\_\_\_

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختلف فضائل و متفرق مناقب جو سیدنا علی المرتضیٰ سے مروی و منقول ہیں ان کو چند عنوانات کی شکل میں یہاں ہم درج کر رہے ہیں اور آخری عنوان میں حضرت علیؓ کے فضائل جو حضرت عمر فاروقؓ سے مذکور ہیں ان کو نقل کیا جائے گا۔

یہ ایک ایک فضیلت و منقبت مستقل باب کی حیثیت رکھتی ہے لیکن طوالتِ مضمون سے اجتناب کرتے ہوئے یہ سب چیزیں ایک فصل میں جمع کر دی ہیں۔ اس طریقہ سے جانبین کے فضائل جو ایک دوسرے سے مروی ہیں ایک فصل میں مجتمعاً ناظرین کے سامنے آسکیں گے اور دونوں جانب کے مضامین پر نظر غائر کر کے زیادے احباب باہمی اتحاد و اتفاق کا مسئلہ بڑے سہل طریقہ سے اخذ کر لیں گے۔

نیز ان حضرات کے آپس میں افتراق و انتشار کی داستانوں کا جواب خود پیدا کر سکیں گے۔

(۱)

## عنوانِ اول

اب یہاں فاروقِ اعظم کی وہ منقبت بیان کی جاتی ہے جو حضرت علیؓ سے بصورتِ القاب و اسما منقول ہے۔ مختلف مواقع میں جو اسماء آپ نے بیان فرماتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

### ۱۔ رَجُلٌ مُبَارَكٌ

فاضل شعبی نے ذکر کیا ہے جب حضرت عثمان بن عفان کی شہادت ہوئی ہے تو لوگ دوڑ کر حضرت علیؓ کے پاس بیعت کے لیے پہنچے، اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا کہ:

وَلَا تَعْجَلُوا فَإِنَّ عُمَرَ كَانَ رَجُلًا مُبَارَكًا وَقَدْ أَوْصَى بِهَا شُورَى  
فَأَمَّهُلُوا يَحْبِبْتِمَهُ النَّاسُ وَيَتَشَاوَرُونَ“

”فرمایا، کہ (اس مسئلہ میں) جلدی نہ کرو کیونکہ عمر بن الخطاب بڑے بابرکت آدمی تھے۔ انہوں نے ایک مجلسِ شوریٰ بنا کر وصیت کی تھی (یعنی مسئلہ خلا کو جلدی سے نہیں طے کیا تھا) پس تم بھی مہلت سے کام لو۔ اور لوگ جمع ہو کر مشورہ سے اس کو سرانجام دیں“

تاریخ ابن جریر طبری کامل، جلد ۵، ص ۱۵۶۔

تحت سنتہ ۳۵ھ۔ طبع مصر قدیم

### ۲۔ نَجِيبُ أُمَّتٍ

..... عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَيْلِيلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ  
أُعْطِيَ كُلُّ نَبِيٍّ سَبْعَةَ مُجْبَاءٍ مِنْ أُمَّتِهِ وَأُعْطِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ نَجِيبًا مِنْ أُمَّتِهِ مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ۝

یعنی "عبداللہ بن علی نے حضرت علیؑ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ہر نبی کو اس کی اُمت میں سے سات عددِ نجیب (یعنی مخلص و شریف) افراد عطا کیے گئے اور حضور علیہ السلام کی ذات گرامی کو اپنی اُمت سے چودہ عددِ نجباء (یعنی شرفاء و مخلصین) عنایت فرمائے گئے ہیں، ان میں ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔"

(۱) مُتَدَاوِدُ، مُسْنَدَاتُ حَضْرَتِ عَلِيٍّ، ج ۱، ص ۱۴۲۔

طبع مصر موعہ منتخب کتب

(۲) ترمذی شریف ابواب المناقب۔ باب مناقب اہل

البیت، ص ۵۴۱۔ اصح المطابع کھنؤر (ہند)

(۳) حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی، ج ۱، ص ۱۴۸۔

۳۔ فاروقِ حق و باطل میں فرق کرنے والے تھے

”..... عن نزال بن السبرة المہلالی قال واقفنا من علی بن

ابی طالب ذات یوم طیب نفس فقلنا یا امیر المؤمنین حقا ثنا

عن عمر بن الخطاب قال ذاک امرؤ سماء اللہ الفاروق فرق

بین الحق والباطل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم

اعذنا الاسلام بعمر ۝“

”..... نزال کہتا ہے کہ ایک روز ہم حضرت علیؑ سے ملے

حضرت خوشی و مسرت کی حالت میں تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین!

عمر بن الخطاب کے متعلق کچھ حال بیان فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا

عمر بن الخطاب وہ بزرگ تھے جن کا نام اللہ نے فاروقِ حق و باطل میں

فرق کرنے والا رکھا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا

جو کہ آپ فرماتے تھے اے اللہ! عمرؓ کے ذریعہ اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرما۔  
 (۱) تاریخ عمر بن الخطابؓ للشیخ ابی الفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد  
 ابن الجزری المتوفی ۹۷۰ھ - طبع مصر۔

(۲) ریاض النضرہ لمحَب الطبری جلد اول، ص ۲۴۶۔  
 الفصل الثانی من الباب الثانی طبع مصر بحوالہ ابن السمان

### ۴۔ خلیل و صدیق، مخلص و ناصح

..... حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ خَلْفِ بْنِ حَوْشَبَ عَنْ أَبِي  
 السَّفَرِ قَالَ رَأَى عَلِيَّ بْنَ أَبِي بَرْدٍ كَانَ يَكْتُمُ لُبْسَهُ فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ كَتُمْتَهُ  
 لُبْسَ هَذَا الْبُرْدِ فَقَالَ إِنَّهُ كَسَانِيَهُ خَلِيلِي وَصَفِيَّتِي وَصِدِّي يُقِي  
 وَخَاصَّتِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّنَا نَاصِحٌ اللَّهُ فَصَحَّاهُ تُحَرِّكِي ۝

(حاصل یہ ہے) ”حضرت علیؓ ایک چادر اکثر اوقات استعمال کرتے تھے،  
 آپ کو عرض کیا گیا (کیا مصلحت ہے؟) آپ اس چادر کو بہت دفعہ استعمال  
 فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ میرے مخلص و مہربان خصوصی دوست عمر بن الخطابؓ نے  
 مجھے پہنائی تھی۔ بیشک عمر اللہ کے دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے پس اللہ نے  
 ان کی خیر خواہی کی۔ پھر حضرت علیؓ رونے لگے۔“

(المصنف لابن ابی شیبہ جلد چہارم رقمی، پیر حیدرآباد - سندھ)  
 تحت باب ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ص ۱۷۹

### التقویٰ الامین کا خطاب

تاریخ ابن جریر طبری میں مذکور ہے کہ:

”..... عن ابی بکر العباسی قال دخلت حبیبا الصدقة  
 مع عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب قال فجلس عثمان فی الظل“

يَكْتُبُ فَقَامَ عَلِيُّ عَلَى رَأْسِهِ يُبَلِّغُ عَلَيْهِ مَا يَقُولُ عُمَرُ وَعُمَرُ فِي  
 الشَّمْسِ قَائِمٌ فِي يَوْمٍ حَارٍّ شَدِيدِ الْحَرِّ عَلَيْهِ بُرْدَانِ اسْوَدَانِ  
 مُتَزِدًّا بِوَاحِدٍ وَقَذَفَتْ عَلَى رَأْسِهِ آخَرَ - يَعِدُّ ابْنُ الصَّدَقَةِ  
 يَكْتُبُ أَلْوَانَهَا وَأَسَانَهَا فَقَالَ عَلِيُّ لِعُثْمَانَ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ  
 نَعَتْ بِنْتُ شُعَيْبٍ رَعِيْبِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فِي كِتَابِ اللَّهِ يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرِي  
 إِنَّ خَيْرَ مَنْ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ثُمَّ أَشَارَ عَلِيُّ بِيَدِهِ  
 إِلَى عُمَرَ فَقَالَ هَذَا الْقَوِيُّ الْأَمِينُ “

ماحصل روایت یہ ہے کہ

» ابو بکر عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کے ساتھ میں حدقہ کے اونٹوں  
 کے باڑے میں داخل ہوا (اور حضرت عثمانؓ بھی پہنچے) حضرت عثمانؓ سایہ میں  
 بیٹھ گئے اونٹوں کے کوائف اور تعداد تحریر کرنی تھی حضرت عمرؓ خود اونٹوں کے  
 پاس جا کر دھوپ اور سخت گرمی میں کھڑے ہو گئے انہوں نے اپنے اوپر  
 سیاہی مائل دو چادریں کی ہوئی تھیں۔ ایک کی تہہ باندھ رکھی تھی دوسری چادر  
 سے سر ڈھانپے ہوئے تھے۔ حدقہ کے اونٹوں کا شمار کر کے ان کے  
 رنگ اور ان کی عمر بیان کرتے جاتے تھے ادھر علیؓ المرتضیٰ حضرت عثمانؓ  
 کو لکھوا دیتے تھے (اس دوران میں) میں نے سنا کہ حضرت علیؓ حضرت  
 عثمانؓ کو کہہ رہے ہیں کہ قرآن مجید میں شعیب علیہ السلام کی لڑکی نے اپنے  
 باپ سے کہا تھا کہ (اے باپ اس شخص کو اجرت پر رکھ لیں جن کو آپ  
 اجرت پر رکھیں گے ان میں سے بہترین یہ شخص قوی اور امین ہے۔)۔ یہ  
 بات کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے اسے ہاتھ سے حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ  
 کر کے کہا کہ یہ شخص قوی بھی ہے اور امین بھی ہے۔“

(۱) تاریخ الامم والملوک لابن جریر الطبری، ج ۵، ص ۱۸۔  
تحت سنة ۲۳ھ - طبع قدیم، مصر۔

(۲) تاریخ الکامل لابن اثیر الجزری، جلد ۳ - ص ۲۹  
ذکر بعض سیرة عشر - طبع مصر۔

(۳) ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ، ج ۲ ص ۵  
باب ذکر محافظتہ علی مال المسلمین - انجیب الطبری

امام ہدایت، راشد، مُرشد، مُصلِح، منجج

طبقات ابن سعد میں ہے کہ:

..... "سُئِلَ عَلِيٌّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ كَانَا إِمَامًا مَعِيَ هُدَىٰ"

رَاشِدَيْنِ مُرْشِدَيْنِ مُصْلِحَيْنِ مُنْجِجَيْنِ خَرَجَا مِنَ الدُّنْيَا خَمِيصَيْنِ"

یعنی حضرت علیؑ سے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے حق میں سوال کیا گیا جواب میں

فرمایا کہ یہ دونوں حضرات راشد و ہدایت کے امام تھے (قوم کے) رہنما اور مُصلِح

تھے (اُمت کو) کامیاب کرنے والے تھے۔ اس دنیا سے فقر و فاقہ کی حالت

میں رخصت ہوئے (یعنی طمع و لالچ کی خاطر مال فراہم نہیں کیا)۔"

(۱) طبقات ابن سعد جلد ثالث، قسم اول، ص ۱۴۹۔

تذکرہ ابی بکر الصدیق۔

(۲) سیرت عمر بن الخطاب للشیخ ابی الفرج عبدالرحمن

ابن الجزری، المتوفی ۵۹۷ھ، ص ۳۱ - طبع مصر

نوٹ :- طبقات ابن سعد کی روایت کے مفہوماً و معنی قریب روایت ابن جوزی نے

ذکر کی ہے عبارت بالا طبقات ابن سعد کے الفاظ میں مذکور ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

”عنوان ثانی“ کے تحت چند ایک روایات نقل کی ہیں جو حضرت علیؑ سے مروی ہیں۔ اس نوع کی روایات بہت سی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ یہ بطور نمونہ ذکر کر دی ہیں۔ اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کے نزدیک سیدنا فاروق اعظمؓ

- گونا گوں فضائل و مناقب کی اہمیت رکھتے تھے۔
  - کئی قسم کی عظمتوں کے مستحق تھے۔
  - بے حد تعریفیوں کے لائق تھے۔
  - لاتعداد فضیلتوں کے مالک تھے۔
  - ان گنت خوبیوں کے حامل تھے۔
  - بے شمار مدائح و محامد میں کامل تھے۔
- یہ تمام چیزیں ان کے باہمی اتحاد و اتفاق کی تین علامات ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تاریخ کے اوراق پر درخشندہ تابندہ ہیں۔

۲

## عنوان سوم

عنوان انہذا میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کو اللہ و جہنہ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو کمال تقویٰ کی ترغیب دی ہے اور سابق خلیفہ کی پیروی کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ چنانچہ حنفی علماء کی مشہور و معروف کتاب ”کتاب الخراج“ لایمام ابی یوسفؒ کے اوائل میں عبارت ذیل یہ واقعہ درج ہے اور کنز العمال میں بحوالہ بہتقی یحییٰ بن عقیل حضرت علیؑ سے ناقل ہیں۔

— قَالَ أَبُو يُوسُفَ سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ

قَالَ عَلِيُّ لِعَمَدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حِينَ اسْتَخْلَفَ إِنْ أَرَدْتَ أَنْ



تَلَحَّقَ صَاحِبِيكَ فَارْتَجِعِ الْقَمِيصَ وَنَكِّسِ الْإِنْمَارَ وَأُخْصِفِ النَّعْلَ  
وَأَرْقِعِ الْحُفَّتَ وَقَصِّدِ الْأَمَلَ وَكُلْ دُونَ الشَّبْعِ ۝

”یعنی ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جب حضرت  
عمر خلیفہ بناتے گئے تو اس وقت حضرت علیؑ نے (ترغیب و تلقین کرتے ہوئے)  
حضرت عمرؓ کو کہا کہ اگر آپ اپنے دونوں سابق رفقاء کے ساتھ (فقوی کے غائبانہ  
سے) ملنا چاہتے ہیں تو اپنی قمیص کو پونڈ لگائیے۔ اپنی چادر اٹھا رکھیے اور  
اپنے جوتے و موزے کو پونڈ لگائیے۔ (دنیاوی) امیدیں کم کر دیجیے و پیر ہو کر  
کھانا نہ کھائیے ۝

(۱) کتاب النحر، الامام ابی یوسف ص ۱۵ - طبع مصر

(۲) کنز العمال (دھب) یعنی بحوالہ شعب الایمان بہقی، ج ۸

ص ۲۱۹ - روایت ۳۵۳۶ - طبع اول دکن -

## فوائد حوالہ انداز

(۱) پہلی یہ چیز ثابت ہوئی اور حضرت علیؑ کے ذریعہ اس کی توثیق ہوئی کہ صدیق اکبر تارک الدنیا  
اور متقی بزرگ تھے۔

(۲) دوسری چیز یہ واضح ہوئی کہ حضرت علیؑ کے نزدیک خلیفہ اول قابل تقلید بزرگ تھے۔

(۳) تیسری یہ چیز معلوم ہوئی کہ حضرت علیؑ نے فاروق اعظمؓ کے حق میں یہ خیر خواہانہ کلام کیا  
ہے جو ان کے باہمی روابط و تعلقات کی نشاندہی کرتا ہے۔

(۳)

## عنوان سوم

ابن الجوزی نے سیرۃ عمر بن الخطاب الباب الخمسون فی ذکر خوفہ من اللہ تعالیٰ میں ایک

واقعہ (جو علیؑ التفضلی سے مروی ہے) ذکر کیا ہے۔ پہلے عربی عبارت میں پیش خدمت ہے۔

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ عُمَرَ بْنَ  
الْخَطَّابِ عَلَى قَتَبٍ يَعْدُو فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ تَذَهَبْتُ  
فَقَالَ نَدَّ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الصَّدَاقَةِ أَطْلَبُهُ فَقُلْتُ لَقَدْ أَذِلْتُ  
الْخُلَفَاءَ بَعْدَكَ فَقَالَ يَا أَبَا الْحَسَنِ، لَا تَكْمِنِي فَوَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا  
بِالنَّبُوَّةِ لَوْ أَنَّ عَنَا قَا ذَهَبْتُ بِشَاطِئِ الْفِرَاتِ لِأَخِذَ بِهَا عُمَرُ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ ۚ

”حاصل یہ ہے کہ (خلافتِ فاروقی کے دوران) حضرت علیؑ نے حضرت  
عمرؓ کو دیکھا کہ سواری پر سوار ہو کر دوڑاتے جا رہے ہیں دریافت کرنے لگے  
اے امیر المؤمنین کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ  
(بیت المال کے اموال میں سے) صدقہ کا ایک اونٹ فرار ہو گیا ہے  
اس کی تلاش کرنے جا رہا ہوں (یہ سُن کر) حضرت علیؑ فرماتے لگے ”آپ نے  
اپنے بعد کے خلفاء اور قائم مقام لوگوں کو مذلت اور مشقت میں ڈال دیا۔  
حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابوالحسن (یہ چیز) قابلِ ملامت نہیں ہے، اُس  
ذات کی قسم جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت و نبوت عطا  
کی۔ اگر بکبری کا ایک تپچہ بھی فرات کے کنارے جا کر گم ہو جائے تو قیامت کے  
روز اس کی بھی عمرؓ سے باز پرس ہوگی۔“

(۱) سیرۃ عمر بن الخطاب ابن جوزی، ص ۱۴۰، طبع مصر۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۳۶۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

— حضرت علیؑ کی طرف سے تصدیق و توثیق ہو رہی ہے کہ بیت المال کے اموال و

عدقات کے مورثیوں تک کی نگرانی بعض دفعہ حضرت عمرؓ خود کیا کرتے تھے اور اس میں کوئی بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔

— حضرت عمرؓ کی کمال دیانتداری کو قوم کے سامنے حضرت علیؓ نے نشر کیا ہے۔  
— اور یہ بھی بیان کیا کہ قیامت کے معاملات کے متعلق حضرت عمرؓ کس قدر خائف رہتے تھے۔  
— یہ باہمی دوستانہ کلام اور خیر خواہانہ گفتگو ایک دوسرے کے ساتھ روابط پر دلالت کرتی ہے۔

(۴)

## عنوان چہارم

عنوان ابتدا میں ذکر ہو گا کہ خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کردار اور ان کی خلافت کے امور انتظامیہ سب کے سب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک درست تھے۔ حضرت عمرؓ کی کارکردگی حضرت علیؓ کے نزدیک صحیح تھی۔ خلافت فاروقی کی کارگزاریاں من وعن ٹھیک تھیں۔

یہ مضمون اسلامی روایات فقہ اور تاریخ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے ہم ناظرین کرام کے سامنے چند ایک حوالہ جات اس مضمون پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔

سیرت مرقیہ سیرت فاروقی کے موافق تھی

امت کے اکابر علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کا انتظامی کاروبار حضرت فاروق اعظم کی خلافت کی طرح جاری تھا اور ان دونوں بزرگوں کی سیرت ایک دوسرے کے مشابہ تھی یحییٰ بن آدم القسری المتوفی ۳۲۰ھ نے کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ

— "قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ تَنَا شَرِيكَ عَوْ زُبَيْدٍ كَانَ عَلِيٌّ لَيْشِبَهُ

بِعَمْرٍ لِيَعْنِي فِي السِّيَرَةِ"

دو یعنی شریک نے زیند سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ کی سیرت حضرت عمرؓ کی سیرت سے مشابہ تھی (ان کی خلافت کا کاروبار فاروقی خلافت کے انتظام کے مطابق چلتا تھا)۔

کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم، ص ۲۴ - طبع مصر  
 مرید برآں اس سلسلہ میں یہ چیز بھی حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ جب حضرت علیؑ کو فہ میں تشریف لائے ہیں اس وقت فرمایا کہ جن چیزوں کو حضرت عمرؓ نے سر بستہ کر دیا ہے میں ان کی کٹائش نہیں کروں گا۔  
 چنانچہ شعبیؒ نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے۔

..... ثنا ابو معاویۃ عن حجاج عمیر عن اخبیرک عن الشیبی  
 قَالَ قَالَ عَلِيٌّ حِينَ قَدِمَ الْكُوفَةَ مَا كُنْتُ لِأَحِلَّ عُقْدَةَ شَدَّهَا عُمَرُ  
 مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؑ جب کو فہ میں تشریف لائے تو فرمایا کہ جو گرہ عمرؓ نے لگا دی ہیں اس کو نہیں کھولوں گا (یعنی جو کام عمرؓ نے سر انجام دیے ہیں ان میں میں تبدیلی نہیں کروں گا)۔

(۱) کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم، ص ۲۴ - طبع مصر  
 (۲) کتاب الاموال لابن عبید قاسم بن سلام المتوفی ۲۳۲ھ ص ۲۳۲ -  
 روایت ۸۴۸ - طبع مصر۔

(۳) (المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۳ ج ۱۲ - کتاب الفضائل طبع کراچی)

حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت علیؑ کے نزدیک شید الامر تھے یعنی صحیح الراءمی تھے

گذشتہ مندرجات سے معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگوں کی انتظامی کارکردگی ایک دوسرے کے موافق تھی۔ حضرت شیر خدا نے اپنی عملی زندگی میں حضرت فاروق اعظمؓ کے خلاف بالکل نہیں

کیا۔ یہ چیز ان کے باہمی متحد العمل ہونے کی بڑی عمدہ تصدیق و توثیق ہے۔  
اب یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو (معاملاتِ خلافت میں دستنگی  
اور امورِ انتظامیہ میں دستنگی کے پیش نظر رشید الامر کا خطاب دیا ہے۔ جیسا کہ حوالہ جات  
ذیل میں مندرج ہے۔ امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں اور یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں  
اس کو ذکر کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

..... عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ إِنَّ عُمَرَ كَانَ مَوْفِقًا رَشِيدًا

فِي الْأُمُورِ وَاللَّهِ لَا أُعَيِّرُ شَيْئًا صَنَعَهُ عُمَرُ

(۱) تاریخ کبیر بخاری ج ۲ ق ۲، ص ۱۴۵۔ طبع دکن۔

(۲) کتاب الخراج یحییٰ ابن آدم، ص ۲۳۔ طبع مصر

یعنی عبد خیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ عمرؓ  
بن الخطاب بہتر توفیق دیئے گئے تھے اور امور (خلافت) میں درست فیصلہ  
کرنے والے اور صحیح معاملہ فہم تھے اللہ کی قسم جو کام عمرؓ نے کر دیے ہیں ان کو  
میں تبدیل نہیں کروں گا۔

چنانچہ ایک دفعہ خیران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش ہوا  
(جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جا رہی ہے) اس وقت حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو  
رشید الامر (یعنی ٹھیک معاملہ کرنے والا) اور صحیح الرائے کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

عن الاعمش عن سالم بن ابی الجعد قال كان اهل نجدان

بلغوا امر بعين الفاء وكان عمر بن الخطاب ان يبيلوا على المسلمين

فتحاسدوا بينهم فاتوا عمر قالوا انا قد تحاسدنا بيننا فاجلنا

وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد كتب لهم كتابا ان

لا يجلبوا فاعتنمها عمر فاجلاهم فندموا فاتوا فتالوا اقلنا فاني

أَنْ يُعَيِّدَهُمْ فَلَمَّا وَدِيَ عَلَى اتَّوَهُ فَتَقَالُوا إِيَّا نَسَلُكَ بِحِطِّ بَيْتِكَ وَ  
 شَفَاعَتِكَ عِنْدَ نَبِيِّكَ إِلَّا أَقَلَّتْنَا فَأَبَى وَقَالَ وَيَحْكُمُ أَنَّ عُمَرَ كَانَ  
 رَشِيدَ الْأَمْرِ فَلَا أُعْتَبَرُ شَيْئًا صَنَعَهُ عُمَرُ قَالَ سَالِمُ الْخُرَفَاوِيُّ يَدْرُونَ  
 أَنَّ عَلِيًّا لَوْ كَانَ طَاعِنًا عَلَى عُمَرَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ طَعَنَ فِي أَهْلِ  
 بَجْرَانَ“

حاصل واقعہ ہذا یہ ہے کہ

”بجبران کے عیسائی لوگ قریباً چالیس ہزار افراد تھے۔ ان کا آپس میں  
 تحاسد و تعاند و مخالفت پیدا ہو گیا تھا۔ عمر بن الخطاب کی خدمت میں پہنچ کر  
 انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا اس علاقہ سے اجلاء (یعنی انتقال وطن) کر  
 دیا جائے۔ حضرت عمر کو مسلمانوں کے حق میں ان لوگوں سے خطرہ و خوف  
 لاحق تھا (انہوں نے بہت کچھ اسلحہ اور گھوڑے جمع کر لیے تھے) امیر المؤمنین  
 عمرؓ نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر فوراً ترک وطن کا حکم دے دیا یعنی بجبران میں  
 سے ان کو ”بجبران عراق“ کی طرف منتقلی کا آرڈر کر دیا۔“

اس کے بعد ان کو اس چیز پر (از خود) ندامت ہوئی۔ پھر حضرت عمرؓ  
 کو اس حکم کی منسوخی کے لیے (دوبارہ عرض کیا) حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا (اس  
 میں تبدیلی نہیں ہو سکتی) پھر حضرت علی المرتضیٰؓ نے جب خلیفہ وقت ہوئے ہیں اس  
 وقت یہ بجبران کے عیسائی حکم سابق کی منسوخی کے لیے حضرت علیؓ کی خدمت میں  
 حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ ہم آپ کو قسم دے کر کہتے ہیں کہ یہ وثیقہ (اور  
 تحریر) آپ کے ہاتھوں (حضور علیہ السلام کے دور میں لکھی گئی تھی) اور آپ کی  
 سفارش (ساتھ تھی) اب اس حکم کا ہم سے ازالہ کر دیا جائے (یعنی واپس لے  
 لیا جائے)۔“

”حضرت علیؑ نے جواباً فرمایا کہ عمر بن الخطابؓ رشید الافرتھے (یعنی معاملہ فہم اور صحیح فیصلہ کنندہ اور درست راستے رکھنے والے تھے)۔ میں ان کے خلاف کرنا ناپسند کرتا ہوں ان کے جاری کردہ حکم کو نہیں بالکل تبدیل نہیں کر دوں گا۔ (ناقل واقعہ ہذا) سالم بن ابی جعد کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی سیرت کے کسی معاملہ کے متعلق اگر حضرت علیؑ طعن و تشنیع کرنا چاہتے تو یہ اہل نجران کا مسئلہ نقد و اعتراض کے لیے بہترین موقع تھا۔ مگر حضرت علیؑ کی طرف سے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا بلکہ تائید و تصدیق ہی کی ہے“

یہ واقعہ حضرت علیؑ کے دورِ خلافت جمادی الاخریٰ ۳۷ھ میں پیش آیا تھا۔

(۱) کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ، المتوفی ۱۸۲ھ ص ۴۴، طبع مصر

(۲) کتاب الاموال لابن عبید القاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ھ

ص ۹۸۔ روایت ۲۷۳۔ طبع مصر

(۳) فتوح البلدان بلاذری احمد بن یحییٰ بن جابر بغدادی المتوفی ۲۶۹ھ

ص ۷۳-۷۴۔ باب صلح نجران۔ طبع مصر۔

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ۱۰، ص ۱۲۰۔ کتاب آداب القاضی

باب من اجتہد من الحکام ثم تغیر اجتہادہ۔

(۵) کنز العمال ج ۲، ص ۳۰۳۔ طبع اول دائرة المعارف، دکن

کتاب الجہاد من قسم الافعال فصل فی احکام المنقرض (الخروج الیہ)

(۶) الکامل لابن اثیر الجزیری، ج ۲، ص ۲۰۱، طبع مصری۔ باب

۱۔ نصاریٰ نجران کا یہ واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ مندرجہ بالا کتب میں مذکور و مذکور ہے۔ ہم نے یہاں صرف کنز العمال کے الفاظ میں نقل کیے ہیں۔ اہل علم کے لیے وضاحت کر دی ہے۔ (منہ)

ذکر وفد نجران مع العاقب والسید۔

(۷) المصنف لابن ابی شیبہ۔ کتاب الغزوات۔  
کتاب الفضائل ص ۳۲ جلد ۱۲ طبع کراچی۔

## حضرت علیؑ کی کوفہ میں تشریف آوری

عنوان بالا کے تحت حضرت علیؑ کی کوفہ میں تشریف آوری کا ایک واقعہ نقل کیا جاتا

ہے جو صاحب اخبار الطوال دینوری (شیعی) نے اپنی کتاب ہذا میں درج کیا ہے:-

..... قَالُوا وَكَانَ مَقْدَمُهُ الْكُوفَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاِثْنَتَيْ عَشْرَةَ

لَيْلَةً خَلَّتْ مِنْ رَجَبِ سَنَةِ (س۳۱) وَقَبِلَ لَهُ يَا امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

اَنْتَزِلُ الْقَصْرَ؟ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي فِي نَزْوِلِهِ لِانَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يُبَغِضُهُ وَلَكِنِّي نَزِلُ الرَّحْبَةَ، ثُمَّ اقْبَلَ

حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ الْاَعْظَمَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَزَلَ الرَّحْبَةَ “

” یعنی حضرت علیؑ ۱۲ رجب ۳۱ھ میں کوفہ تشریف لائے تو لوگوں نے

عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین آپ محل (یعنی قصر شامی) میں قیام فرمائیں

گے؟ فرمایا کہ مجھے وہاں قیام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ عمر بن الخطاب

(ایسے) محلات میں قیام رکھنے کو ناپسند کرتے تھے ولیکن میں ایک عام

چبوترہ پر اتروں گا۔ پھر آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو

رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ اس چبوترہ پر تشریف فرما ہوئے۔“

(الاخبار الطوال لابن خنیفہ احمد بن داود دینوری

المتوفی ۲۸۲ھ تحت وقعة الجمل ص ۱۵۲ طبع جدید)

## مندرجاتِ بالا کے فوائد

۱۔ حضرت علیؑ کی سیرت حضرت عمرؓ کی سیرت کے موافق تھی۔ دونوں بزرگ باعتباراً



کردار کے متحد و متفق تھے۔

۲۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کا جاری کردہ دستور العمل جاری و ساری رکھا۔ اسی کو قابل عمل سمجھا اس میں کوئی تغیر و تبدل روا نہیں رکھا۔

۳۔ حضرت علیؓ المرتضیٰ حضرت عمرؓ کو اپنی خلافت کے دوران رشید الامر کے الفاظ سے یاد فرمایا کرتے تھے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہر معاملہ میں درست کار اور صحیح الرائے تھے کسی کام میں بھٹکنے والے نہیں تھے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ فاروقی خلافت کا کاروبار و کارکردگی حضرت علیؓ کے نزدیک بالکل صحیح اور قابل عمل و لائق تقلید تھی۔ یہ ان کی شانِ اخوت کا نمایاں و درخشندہ پہلو ہے جو ہر دور میں ہر شخص کے سامنے موجود ہے۔

## ایک اشتباہ

مخالفین کی جانب سے ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ سیدنا عمرؓ کی شہادت کے بعد جب خلافت کا مشورہ اہل الشوریٰ کے درمیان ہونے لگا ہے اس وقت حضرت علیؓ المرتضیٰ نے عبدالرحمن بن عوف کو جواب دیتے ہوئے حضرات شیخینؓ (ابوبکر و عمرؓ) کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک ابوبکر و عمرؓ کی سیرت قابل اعتماد نہیں اور ان کی خلافت کی کارگزاری لائق عمل نہیں۔

## الجواب

(۱)

اولاً یہ عرض ہے کہ جہاں حضرت علیؓ المرتضیٰ سے سیرۃ شیخین پر عمل کرنے سے انکار

منقول ہوا ہے، وہاں اس نوع کی اور چیزیں بھی درج ہیں۔ مثلاً حضرت علی کا عبد الرحمن بن عوف سے کہنا کہ آپ نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے وغیرہ۔ ان چیزوں کو باسند نقل کرنے والوں میں سب سے بلند ماخذ تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری ہے۔ اس موقع پر مناقشہ خیز اور کدورت انگیز مواد طبری وغیرہ بزرگوں نے درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۳۸-۴۰، باب قصۃ شوریٰ تحت آخر سنتہ ۲۳ھ)

طبری میں یہاں بڑی طویل و عریض روایت ذکر کی گئی ہے جس سے یہ مذکورہ مطاعن تجویز کیے جاتے ہیں۔ اس مقام کے اسناد مندرجہ کی طرف (تحقیق کے لیے) رجوع کیا گیا ہے۔ بعض رواۃ (ابو مخنف وغیرہ) تو بحد اللہ شیعہ، کتاب، دروغ گو بزرگ پاتے گئے ہیں اور بعض دیگر (مثلاً سالم بن جنادہ و سلیمان بن عبدالعزیز بن ابی ثابت وغیرہما) مجہول الذات و مجہول الصفات نظر آئے ہیں۔ متبادل رجال کی کتابوں میں باوجود کوشش کے دستیاب نہیں ہو سکے۔

اب اہل انصاف خود غور فرمائیں کہ ایسی روایات جن کے ناقلین اس قسم کے لوگ ہوں ان سے تیار کردہ مطاعن کو صحیح تسلیم کر لینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ ایسی روایات سے مجوزہ اعتراضات کو درست مان لینا تو سچ اور جھوٹ، حق اور باطل کے امتیاز کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔

(۲)

ثانیاً عرض ہے کہ اس موقع کی روایات کے متعلق حافظ ابن کثیر کی تحقیق لائق توجہ ہے اس سے ہماری گنجائشات کی انشاء اللہ تائید ہو سکے گی۔  
حافظ ابن کثیر البدایہ میں تحت سنتہ ۲۴ھ اس موقع کی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

..... وَمَا يَذْكُرُهُ كَثِيرٌ مِنَ الْمُسَوِّخِينَ كَابْنِ جَرِيرٍ الطَّبْرِيِّ

وَعَيْرُهُ عَنْ رِجَالٍ لَا يُعْرَفُونَ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ  
 خَدَعْتَنِي الخ..... إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْأَخْبَارِ الْمُخَالِفَةِ لِمَا  
 ثَبَتَ فِي الصَّحَاحِ فَمِمَّا مَرَدُّهُ عَلَى قَائِلِيهَا وَنَاقِلِيهَا وَالْمَطْنُونَ  
 بِالصَّحَابَةِ خِلَافَ مَا يَتَوَهَّمُ كَثِيرٌ مِنَ الرَّافِضَةِ وَأَغْبِيَاءِ  
 الْقِصَاصِ الَّذِينَ لَا تَمِيزُ عِنْدَهُمْ بَيْنَ صَحِيحِ الْأَخْبَارِ وَضَعِيفِهَا وَ  
 مُسْتَقِيمِهَا وَسَقِيمِهَا وَمَبَادِهَا وَتَوَلِيهَا وَاللَّهُ الْمَوْفِقُ لِلصَّوَابِ“

دعاسل کلام یہ ہے کہ اور وہ چیزیں جو بیشتر مؤرخین (طبری وغیرہ) نے  
 ایسے راویوں سے نقل کی ہیں جن کا کتب رجال میں کچھ پتہ نہیں چلتا مثلاً  
 حضرت علیؑ نے عبد الرحمن بن عوف کو کہا کہ تو نے مجھے دھوکہ میں رکھا ہے“  
 وغیرہ۔ اس قسم کی جو خبریں بھی صحیح روایات کے خلاف پائی جاتی ہیں وہ تمام  
 کی تمام ان کے نقل کرنے والوں پر رد کر دینے کے قابل ہیں اور مردود  
 ہیں (یعنی غیر مقبول ہیں)۔۔۔۔۔ اور صحابہ کرام کے ساتھ ہمارے (حسن بن  
 کا تقاضا ان اوہام و تخیلات کے خلاف ہے جو بہت سے رافضیوں نے اور  
 قصہ گو غبی لوگوں نے نقل کر دیے ہیں جن کو صحیح و غلط، قوی و ضعیف،  
 درست و سقیم کی کوئی تمیز نہیں“ (الہدایہ لابن کثیر ص ۱۴۷ ج ۲ تحت صفحہ ۲۴۷)

(۳)

ثالثاً عرض ہے کہ تاریخ ابن حجر طبری میں اسی موقع پر حضرت علیؑ الترضیٰ کی وہ روایت  
 بھی مذکور ہے جس میں شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی سیرت و طریقہ کار پر عمل درآمد کرنے کی حضرت  
 علیؑ نے آمادگی ظاہر کی ہے۔ چنانچہ الفاظ روایت اس طرح ہیں:

”..... دَعَا عَلِيًّا فَقَالَ عَلَيْكَ عَهْدُ اللَّهِ وَمِيثَاقُهُ

لَتَعْمَلَنَّ بِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ وَسِيرَةِ الْخَلِيفَتَيْنِ مِنْ

بَعْدَهُ قَالَ أَمْ جُوَانُ أَفْعَلٌ وَأَعْمَلٌ بِمَبْلَغِ عِلْمِي وَطَاقَتِي ۚ  
 در یعنی عبدالرحمن بن عوف نے علیؑ کو بلا یا اور کہا کہ آپ کو قسم  
 دے کر کہتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ اور سنت نبوی اور ابو بکرؓ و عمرؓ ہر دو  
 خلفاء کی سیرت پر ضرور عمل کریں گے۔ اس وقت حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ  
 میں اپنے وسعت علم کے مطابق حتی المقدور ان پر عمل کروں گا۔  
 (تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۳، تحت سنہ ۲۳ھ  
 حالات وفات فاروق اعظم و قصہ شوریٰ طبع مصری)

(۴)

رابعاً یہ چیز ہے کہ حضرت علیؑ کے شاگرد عبدالخیر سے روایت ہے جس میں حضرت علیؑ کی  
 جانب سے اقرار پایا گیا ہے کہ ان دونوں خلفاء حضرات کا طرز عمل اور سیرت زندگی  
 سنت نبوی کے عین مطابق تھی۔ چنانچہ ذیل میں روایت درج کی جاتی ہے۔

عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمُنْبَرِ فَذَكَرَ رَسُولَ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَبِضْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسْتَخِيفَ  
 أَبُوبَكْرٍ فَعَمِلَ بِعَمَلِهِ وَسَارَ بِسِيرَتِهِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ نِعْمَ اسْتَخِيفَ  
 عُمَرُ نَعْمَ لِعَمَلِهِمَا وَسَارَ لِسِيرَتَيْهِمَا حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ -  
 (۱) مسند احمد جلد اول، مسندات مرقوم ج ۱ ص ۱۲۸

طبع مصر۔ معہ منتخب کنز العمال۔

(۲) کتاب مجمع الزوائد نور الدین الہیثمی کتاب الخلافة

باب الخلفاء الاربعہ، ص ۱۷۶، جلد ۵۔

در یعنی عبدالخیر کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ منبر پر کھڑے ہوئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام کا ذکر خیر فرما کر کہا کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد ابو بکرؓ

خلیفہ ہوئے پس ابو بکرؓ نے حضور نبی کریمؐ کی سیرت اور کردار کے موافق عمل درآمد کیا۔ حتیٰ کہ ان کی اسی حالت پر وفات ہوئی۔ پھر عمرؓ بن الخطاب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضور علیہ السلام اور ابو بکر الصدیقؓ دونوں کی سیرت کے موافق خلافت کے امور سرانجام دیئے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی حالت پر اپنی طرف بلا لیا۔

ظاہرات ہے کہ جب حضرت علیؓ شیخین کریمین کے کردار اور طرز زندگی کو سنت نبوی کے موافق و مطابق تسلیم کرتے ہیں تو انہوں نے اس پر عمل کرنے سے انکار کیسے کیا ہوگا؟

(۵)

خامساً یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ عنوان چہارم میں جو مرویات درج ہوئی ہیں آپ نے ان کو ملاحظہ فرمایا ہے۔ خصوصی طور پر حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت عمرؓ کے لیے رشید الامر کا خطاب تجویز کرنا قومی قرینہ ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک خلافت فاروقی کے تمام انتظامی امور بالکل ٹھیک ٹھیک واقع ہوئے ہیں۔ اندر میں حالات صاف طور پر واضح ہوا کہ حضرت علیؓ نے سیرت شیخین پر عمل کرنے سے ہرگز انکار نہیں کیا تھا۔ یہ اعتراض بالکل بے اصل ہے اور دلیل اعتراض سو فیصد بے بنیاد ہے۔ آخر میں گزارش کی جاتی ہے کہ اگر اس اعتراض کے دفع کے لیے مزید شیعہ حوالہ جات کے ذریعہ تسلی حاصل کرنا مطلوب ہو تو حصہ صدیقی کے باب چہارم عنوان نمبر ۱ کے تحت مثبت شیعہ حوالے مذکور ہیں۔ طوالت کے لیے یہاں ان کا اعادہ نہیں کیا گیا۔ وہاں ملاحظہ فرمادیں۔

(۵)

عنوان چہارم

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اب یہ منقبت ذکر کی جاتی ہے کہ اللہ

تھانے حق و صداقت کی حمایت کا جذبہ حضرت عمرؓ کو اکمل طریقہ سے عطا فرمایا تھا۔ حق بات کہنا، حق کی تائید کرنا حضرت فاروقؓ کی فطرت میں داخل تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ **إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ**۔ یعنی اللہ نے عمرؓ کی زبان اور قلب پر حق بات کو رکھ دیا ہے اور راست چیز کو جاری فرمایا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب عمرؓ بحوالہ ترمذی و

البداء و، ص ۵۵، الفصل الثانی طبع نور محمدی دہلی)

ان کلمات کو پیش کرنے کے بعد مضمون سابق کی طرف عود کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ اپنی جگہ اس چیز میں کوئی شک محسوس نہیں کرتے تھے کہ عمر بن الخطابؓ کی زبان پر (قدرت کی طرف سے) سکیئتہ نازل ہوتی ہے اور ان کے قلب پر (غیب کی طرف سے) تسلی النفا کی جاتی ہے۔

اسی وجہ سے وہ ہر معاملہ میں امر حق کی ہی تائید کرتے تھے اور حق بات کے خلاف کچھ بھی برداشت کرنے کے لیے بالکل آمادہ نہیں ہوتے تھے۔

حضرت علیؓ کا یہ بیان مندرجہ ذیل مقامات میں اکابر علماء نے ذکر کیا ہے:

۱۔ مَا كُنَّا نَبْعُدُ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ -

(المصنف لعبد الرزاق، ج ۱۱ ص ۲۲۲ -

(۲) کتاب الاموال لابن عبید القاسم بن سلام ص ۵۴۳ - طبع مصر

۳۔ المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل تحت ما ذکر فی فضل عمر بن خطابؓ -

۲۔ . . . . عَنْ عُمَرَ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ

قَالَ إِذَا ذُكِرَ الصَّالِحُونَ فَحَيَّ هَلَّا بَعَثَ مَا كُنَّا نُنْكِرُ وَمِنْ أَصْحَابِ

رَسُولِ اللَّهِ مُنَوَّافِرُونَ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ -

(علیہ الاولیاء، ابی نعیم اصفہانی، جلد ۴ ص ۱۵۲ - تذکرہ عمر بن مایمون الاودی)

(٣) ... عن زهير عن اسماعيل بن ابي خالد عن شعبي عن علي بن ابي طالب كرمه

الله وجهه قال ما كنا نشك الا ان السكينة تنطق على لسان عمر رضي

الله تعالى عنهما رواه النووي وابن عيينة وشريك وهريم واسباط

وابن السماك وسعيد بن الصلت في اخدين عن اسماعيل مثله

رحلية الاوليا دلابي نعيم اصقبا في ج ٣ ص ٣٢٨ - تذكره عامر الشعي

(٥) عن علي قال ان ذكرا الصالحون فحي هلا بعمر ما كنا نبعد اصحاب محمد

ان السكينة تنطق على لسان عمر

(١) مجمع الزوائد البيهقي رواه الطبراني في الاوسط واسناده حسن

باب فضائل عمر بن الخطاب، جلد ٩، ص ٩٤ - طبع مصر

(٢) مشكوة المصابيح - باب مناقب عمر بن الخطاب - الفصل الثاني

بحواله رواه البيهقي في دلائل النبوة - ص ٥٥٤ -

(٦) - اخرج ابن مثير في مسنده عن علي قال كنا اصحاب محمد (صلى الله عليه وسلم)

لانك انت السكينة تنطق على لسان عمر -

(١) تاريخ الخلفاء جلال الدين السيوطي ص ٨٣ طبع ديلي فصل في

الاحاديث الواردة في فضله غير ما تقدم في الصديقي

(٢) رياض النضره في مناقب العشرة لمحج الطبري، ج ٢ ص ٢٤

باب فضائل ومناقب عمر بن

(٣) كنز العمال بحواله الطبراني في طس جلد ٦ - ص ٣٣٠

بحواله ابن عساكر، ج ٦ ص ٣٣٤ و ٣٤٠ طبع اول حيدرآباد دكن

(٤) - عن وهب السوائي قال خطب علي الناس فقال من خير هذه الامة

بعد نبيها قالوا انت يا ابي المؤمنين قال لا بل ابو بكر ثم عمر انا كنا

نَطَقَتْ أَنَّ السَّكِينَةَ لَتَنْطِقَ عَلَى لِسَانِ عُمَرَؓ

دکنسر العمال بحوالہ ابن عساکر، جلد ۶ ص ۳۳۰

طبع قدیم اول - حیدرآباد دکن

— مندرجہ بالا روایات کا خلاصہ یہ ہے:

کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ جب نیک لوگوں کا تذکرہ کیا جائے تو عمر بن الخطابؓ بطریق اولیٰ ذکر خیر کے قابل ہیں۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس بات میں کچھ شک نہیں کیا کرتے تھے کہ عمر بن الخطابؓ کی زبان پر سکینتہ جاری ہوتی ہے (یعنی ایسی چیز جاری ہوتی ہے جس سے نفسوں کو تسکین اور قلوب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے) اور (قدرت کی طرف سے) حق بات کا ان کی زبان پر انشاء ہوتا ہے۔

— اس مسئلہ کی تائید حضرت علیؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت امیر عمرؓ کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اِحْمَدُ اللهُ عُمَرَ لَيَقُولُ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُدًّا تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَالَهُ مِنْ صَدِيقٍ، یعنی عمر پر اللہ رحم فرماتے کہ حق بات ہی کہتے ہیں اگرچہ (لوگوں کے لیے) تلخ معلوم ہو۔ اس حق گوئی نے ان کو اس حالت میں کر دیا ہے کہ ان کا (دنیاوی) کوئی دوست نہیں رہا۔

(أُسْدُ الْغَابَةِ لابن اثیر جزیری، ج ۳ ص ۶۵ - تذکرہ عمر بن الخطابؓ)

## مذکورہ مرویات کے فوائد

- ۱ - حضرت عمرؓ کی صداقت و حقانیت کی گواہی زبان نبوت اور زبان امامت نے دی ہے۔
- ۲ - مزید یہ واضح ہوا کہ حضرت علیؓ سمیت تمام صحابہ کرام حضرت عمرؓ کی حق گوئی اور صدق بیانی کے قائل تھے اور اس کو صحیح تسلیم کرتے تھے۔



۳ - حضرت علیؑ کے بیانات سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق کے قلب مبارک پر قدرت کی جانب سے القا ہوتا تھا اس کو سکینتہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۴ - مندرجات ہذا سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ اور حضرت عمرؓ ایک دوسرے کے قدردان، عزت شناس اور باہمی احترام و اکرام ملحوظ رکھنے والے تھے۔

## عنوانِ ششم

عنوانِ ہذا میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کے نزدیک حضرت فاروقِ اعظمؓ کو دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برحق تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد دوسرے نمبر پر ان کا مقام ہے اور نبی و صدیقی کے بعد تمام امت سے بہترین عمر فاروق ہیں۔ اس مقصود کی وضاحت کی خاطر اگرچہ ”رَحْمَةُ بَيْنِهِمْ“ حصہ اول صدیقی، باب چہارم کے فروع یازدہم و دوازدہم میں قریباً ایک اوٹن عدد روایات دستاویز (افراد سے) بیشتر حوالہ بات کے ساتھ درج کر چکے ہیں۔ تاہم یہاں ”حصہ فاروقی“ کے باب اول فصل ثانی میں (تحت فروع ششم) حضرت علیؑ کے گذشتہ فرمودات میں سے ۱۲ عدد یہاں ہم دوبارہ نقل کرتے ہیں تاکہ جس شخص کی نظر سے حصہ صدیقی نہیں گزرا وہ فرمودات مرتضوی سے محروم نہ رہ جائے اور پوری طرح مستفید ہو سکے۔ یہ ایک ضرورت کی بنا پر تکرار واقع ہو رہا ہے امید ہے ناظرین کرام ناپسند نہیں فرمائیں گے۔

## روایت اول

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے اپنے والد شریف کی خدمت میں ایک دفعہ عرض کیا کہ :-

”أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ“

قَالَ لَمْ مَنَّ؟ قَالَ عُمَرُ! وَحَسِبْتُ أَنْ يَقُولَ عُمَانُ - قُلْتُ ثُمَّ  
أَنْتَ؟ قَالَ مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ۚ

(۱) صحیح البخاری، جلد اول، ص ۵۱۸۔ باب مناقب ابی بکرؓ طبع دہلی

(۲) البراد و جلد ثانی، ص ۲۸۸۔ کتاب السنہ، باب الفضل۔ طبع دہلی

یعنی محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد شریف علی المرتضیٰؑ کی خدمت  
میں عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سے بہترین  
شخص کون ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ سب سے بہترین ابوبکرؓ  
ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ ان کے بعد کون شخص بہترین امت ہے تو جواب دیا کہ  
پھر عمرؓ، الخطاب سب سے بہتر ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ عمرؓ کے بعد عثمان کا نام  
لیں گے۔ میں نے از خود کہہ دیا کہ پھر آپ سب سے بہتر ہیں؟ تو رطلوہ  
تواضع، فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔

### ایک شیعہ روایت

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ محمد بن حنفیہ کی یہ روایت اہل السنۃ کی کتابوں سے پیش  
کی گئی ہے جس سے حضرت علیؑ کے ہاں حضرت عمرؓ کا خیر امت ہونا ثابت ہے۔ اب اس  
مضمون کے مناسب ایک شیعہ روایت شیعہ کتب سے پیش خدمت کی جاتی ہے۔ اس  
روایت میں حضرت علیؑ اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو فرمان دیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو کلمات خیر  
کے ساتھ یاد کیا کرو، ان کے حق میں کلمہ خیر کے بغیر کچھ نہ کہو۔

— (شیعہ روایات کے موافق) اس مرتضوی فرمان کا موقعہ اس طرح ہے کہ  
صفین کے مقام میں بروز چہارم کارزار (جنگ) جاری ہے۔ عبید اللہ بن عمر بن الخطاب  
محمد بن حنفیہ کے مقابلہ میں نکلا ہے تو ابن حنفیہ عبید اللہ کو اور حضرت عمرؓ کو سخت بُرے الفاظ  
کہنے لگا۔ ادھر حضرت علیؑ نے یہ سن لیا۔ آپ نے ابن حنفیہ کو خطاب کر کے فرمایا:

” فَقَالَ لَا تَذْكُرْ أَبَاكَ وَلَا تَقُلْ فِيهِ إِلَّا خَيْرًا رَحِمَ اللَّهُ أَبَاكَ “  
 ” یعنی اس کے باپ کو بُرائی کے کلمات سے مت یاد کرو اور صرف کلمات  
 خیر ہی اُن کے حق میں کہو۔ اللہ اس کے باپ پر رحمت نازل فرمائے۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی بروایت

نصرین مزاحم - ج ۱، ص ۶۴۲ - طبع بیروت -

تحت عنوان فی بعض شئائک وادعیته عند الحرب)

حضرت علیؑ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب حضرت علیؑ کے  
 نزدیک بہتر کلمات اور ترجم و شفقت کے الفاظ کے حقدار ہیں۔ کسی مذمت و بُرائی کے  
 الفاظ سے یاد کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ قوم کے بہترین بزرگ ہیں۔ دعائیہ الفاظ ہی ان کی  
 شان کے مناسب ہیں۔

## روایت دوم

امام بخاریؒ نے اپنی تصنیف التاریخ الکبیر خزینانی قسم اول میں رافع کی روایت باسند  
 نقل کی ہے :-

”.... فَقَالَ لِرَافِعِ لَبِئْسَ الْقَوْمُ يَا أَبَا الْجَعْدِ بِمَا قَامَ أَمِيرُ  
 الْمُؤْمِنِينَ يُعْنِي عَلِيًّا قَالَ سَمِعْتُهُ إِلَّا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ بَعْدَ  
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ“

(۱) التاریخ الکبیر لامام البخاری ج ۲ - ص ۲۸۰

طبع دکن - تحت رافع بن سلمہ -

(۲) السنن لابن ماجہ، باب فضائل عمرؓ، ص ۱۱

طبع علمی دہلی - از عبد اللہ بن سلمہ -

”حاصل یہ ہے کہ بعض لوگوں نے رافع (ابو الجعد) سے دریافت کیا کہ  
 علی المرتضیٰ امیر المؤمنین نے کیا خطاب کیا ہے تو رافع نے جواب دیا کہ میں  
 نے سنا امیر المؤمنین نے فرمایا کہ خیر دار لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 بعد سب سے بہترین ابو بکر ہیں۔ ان کے بعد عمر بن الخطاب ہیں۔“

### روایت سوم

”... . عبد الملك بن سلع عن عبد خير قال سمعت علياً  
 يقول قبض النبي صلى الله عليه وسلم على خير ما قبض عليه  
 نبي من الأنبياء واثني عليه صلى الله عليه وسلم ثم استخلف  
 أبو بكر فعمل بعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم وسنته  
 ثم قبض أبو بكر على خير ما قبض عليه أحد كان خيراً هذه  
 الأمة بعد نبيها ثم استخلف عمر فعمل بعملها وسنتها  
 ثم قبض على خير ما قبض عليه أحد فكان خيراً هذه الأمة  
 بعد نبيها وبعداً أبي بكر“

(۱) المصنف لابن أبي شيبة، جلد ۴ ص ۸۸۷ قلمی پرچھٹا سند

باب ماجاء في خلافة ابي بكر

(۲) مسند امام احمد، ج ۱ ص ۱۲۸ مسندات علی المرتضیٰ، معہ

مفتخ بکنز طبع مصر۔

(۳) کنز العمال، ج ۶، ص ۳۶۹ بحوالہ ذکر ش۔ باب

فضل الشیخین ابی بکر و عمر۔ طبع قدیم

حاصل یہ ہے کہ عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ نبی کریم

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال بہتر و خیر حالت پر ہوا جس طرح ایک نبی کا اول بہترین حالت میں ہوتا ہے پھر ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے پس انہوں نے نبی کے طریقہ اور سنت کے مطابق عمل درآمد کیا۔ پھر وہ بہتر حالت پر فوت ہوئے۔ وہ اس امت کے نبی کے بعد بہترین شخص تھے۔ پھر عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ عمرؓ نے نبی کریمؐ اور ابو بکرؓ کے طریقہ کار کے موافق عمل کیا۔ پھر وہ بہتر حالت پر فوت ہوئے اور وہ نبی کریمؐ اور ابو بکرؓ کے بعد تمام امت سے بہتر آدمی تھے۔“

## روایت چہارم

مسند امام احمد میں منقول ہے:-

”..... عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ قَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرَوُ إِنَّا قَدْ أَحَدْنَا بَعْدَهُمْ أَحَدًا نَأْتِي قَضِي اللَّهِ تَعَالَى فِيهَا مَا شَاءَ“  
(مسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۱۵۔ مسندات علیؓ معہ منتخب کنز)

یعنی عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے (ایک دفعہ) کھڑے ہو کر فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین آدمی ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ان کے بعد ہم سے کسی جدید چیزیں صادر ہوئیں۔ اللہ ان کے بارے میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔“

## روایت پنجم

مسند امام احمد میں درج ہے کہ:-

”..... عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو مُحَمَّدٍ حَقِيقَةَ الَّذِي كَانَ عَلِيٌّ

يُسَمِّيهِ وَهَبَ الْخَيْرِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ يَا أَبَا جَحِيفَةَ أَلَا أَخْبِرُكَ  
بِأَفْضَلِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا قَالَ قُلْتُ بَلَى قَالَ وَلَمْ أَكُنْ أَعْرِفُ  
أَنَّ أَحَدًا أَفْضَلَ مِنْهُ قَالَ أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ  
وَبَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ وَبَعْدَهُمَا ثَالِثٌ لَمْ يُسَمِّهِ ۚ

(مسند امام احمد، مسندات حضرت علی، ج ۱ ص ۱۰۶ - طبع مصر)

» یعنی وہب الخیر الجحیفیہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے (براہ راست)

ذکر کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے بعد جو شخص افضل امت ہے میں اس کی تجھے خیر نہ دوں؟ میں نے عرض  
کیا کہ جی ہاں فرمائیے! اور میرا یہ خیال تھا کہ کوئی شخص امت میں حضرت علیؑ  
سے افضل نہیں ہے۔ تو علی المرتضیٰؑ نے فرمایا کہ نبی کے بعد اس امت میں سب سے  
افضل ابو بکرؓ ہیں اور ابو بکرؓ کے بعد عمر بن الخطاب افضل ہیں۔ ان کے بعد  
تیسرا شخص ہے جس کا نام (اس وقت) نہیں ذکر فرمایا۔

## روایت ششم

ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد سابع تذکرہ شعبہ بن حجاج میں ذکر کیا ہے کہ:

«... ثنا شعبۃ عن المحکم عن عبد خیر قال قام علی علی  
المنیر فقال ألا أخبرکم بخیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا؟ قالوا بلی! قال  
ابوبکر ثم سکت سکتہ ثم قال ألا أخبرکم بخیر ہذہ الامۃ  
بعد ابی بکر عمر»

(حلیۃ الاولیاء لابن نعیم اصفہانی المتوفی ۳۲۰ھ)

جلد ۷، ص ۱۹۹ - تذکرہ شعبہ - طبع مصر

”یعنی عبد خیر کہتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو نبی کے بعد تمام امت سے بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ابو بکرؓ ہیں پھر آپ نے قلیل سی خاموشی کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں اطلاع نہ دوں کہ ابو بکرؓ کے بعد بہترین امت کون فرد ہیں؟ وہ عمرؓ ہیں“

## روایت ہفتم

”... عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ حَدِيثًا عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ فَلَقِيْتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَخَدَّشَنِي اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُوْلُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ“

(۱) حلیۃ الاولیاء البرہم اصنفہا فی متونہ ۳۳۰ھ

جلد ۷ ص ۱۹۹ - تذکرہ شعبین حجاج

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر، تذکرہ عمر بن الخطاب

ج ۲، ص ۴۵۶ - معاصیہ لابن حجر - طبع مصر

خلاصہ یہ ہے کہ عبد خیر نے حضرت علیؓ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر ابو بکر الصدیقؓ ہیں۔ ان کے بعد سب سے بہتر عمر بن الخطابؓ ہیں۔“

## روایت ہشتم

”... عَنْ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَحِيْفَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ

عَلِيًّا يَقُوْلُ خَيْرُ هَذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُو بَكْرٍ وَخَيْرُهُمْ بَعْدَ

أَبِي بَكْرٍ عَمْرٌ وَكَوْنَتْ أَنْ أُسْمِيَ الثَّلَاثَ لَسَمَّيْتُ صَاحِبَ مَشْهُورٍ  
مِنْ حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ

(صلیة الاولیاء اصفہانی، ج ۷، ص ۱۹۹ - تذکرہ شعبہ بن حجاج)  
» یعنی شعبہ حکم سے نقل کرتا ہے حکم نے ابو جحیفہ سے سنا وہ کہتا تھا کہ میں  
نے حضرت علی المرتضیٰؑ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ نبیؐ کے بعد اس اُمت کے اچھے  
شخص ابو بکرؓ ہیں اور ابو بکرؓ کے بعد عمرؓ سے اچھے ہیں۔ اگر میں تیسرے شخص کا  
نام ذکر کروں تو کر سکتا ہوں

## روایت نہم

تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں مذکور ہے:

..... ثنا سفیان عن ابی اسحاق عن عبد خیر عن علی قال  
خیر ہذا الامۃ بعد نبیہا صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر وعمر  
(تذکرۃ الحفاظ للذہبی تحت تذکرۃ السمان الحافظ البکیر جلد ۳ ص ۳۱)

طبع دکن - ج ۳ ص ۱۱۲۳، طبع بیروت، مرۃ رابعہ

مطلب یہ ہے کہ ابو اسحاق نے عبد خیر سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ  
فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کے بعد اس اُمت کے بہترین آدمی ابو بکرؓ  
وعمرؓ ہیں

نوٹ: اب ذیل میں حضرت علیؑ کا وہ فرمان نقل کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے  
اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے پر وعیدِ شدید کی ہے اور سخت تنبیہ  
فرماتی ہے -



## روایت دہم

ابن عبد البر نے "استیعاب" (تذکرہ صدیق اکبر) میں باسند روایت حضرت علیؑ سے نقل کی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

..... "عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْحَجَلِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ لَا يُفَضِّلُنِي أَحَدٌ عَلَى ابْنِي بَكْرٍ وَعُمَرَ إِلَّا جَلَدْتُهُ حَدَّ الْمُفْتَرِي"۔

(۱) الاستیعاب جلد ثانی معہ اصحابہ، ج ۲ ص ۲۴۴۔ تذکرہ صدیق اکبر  
(۲) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۷۷ بحوالہ ابن ابی عاصم و خیرتہ فی فضائل  
اصحابہ۔ طبع اول دکن۔

یعنی حکم بن حجل کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا جو شخص مجھے ابو بکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دے گا میں اس کو مفتری کی سزا دوں گا (جو آستی دوسے ہوتی ہے)۔

## روایت یازدہم

حنفی علماء کے امام ابو یوسف نے اپنے شیخ سیدنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنی تصنیف کتاب الآثار میں مکمل سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؑ سے روایت درج کی ہے ملاحظہ فرمائیں :-

وَقَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عَلِيًّا  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا خَيْرًا مِنْكَ فَقَالَ لَهُ هَلْ رَأَيْتَ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ لَا قَالَ هَلْ رَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ؟  
قَالَ لَا قَالَ لَوْ أَخْبَرْتَنِي أَنَّكَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُرْتُ  
عُنُقَكَ وَلَوْ أَخْبَرْتَنِي أَنَّكَ رَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَأَوْجَعْتُكَ

## عُقُوبَةُ

- (۱) کتاب الآثار لامام ابی یوسف، ص ۲۰۷۔ نمبر روایت ۹۲۴  
 طبع لجنہ احیاء معارف النعمانیۃ حیدرآباد دکن۔
- (۲) فضائل ابی بکر الصدیق لابن طالب العساری ص ۸۔ معہ شرح  
 ثلاثیات بخاری۔

(۳) کنز العمال (بحوالہ العساری) ج ۶ ص ۳۷۰، طبع اول دکن  
 تحت فضل الشیخین ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

”یعنی امام ابوحنیفہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علیؑ کی خدمت میں  
 آکر کہنے لگا کہ میں نے آپ سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا تو حضرت علیؑ نے اس کو  
 فرمایا کہ تو نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے؟ اس نے کہا نہیں!  
 پھر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تو نے ابو بکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے؟ اُس نے عرض کیا  
 کہ نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو بتلاتا کہ میں نے رسول خدا کو دیکھا ہے تو  
 میں تیری گردن اڑا دیتا اور اگر تو بیان کرتا کہ میں نے ابو بکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے تو  
 میں تجھے دردناک سزا دیتا۔“

## روایتِ دوازدهم

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان، جلد ثالث، عبد اللہ بن سبا کے تذکرہ میں  
 حضرت علیؑ کی یہ روایت باسناد ذکر کی ہے:-

..... عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ أَنَّ سُؤدَيْبَ بْنَ غَفَلَةَ دَخَلَ عَلَى عَلِيٍّ

فِي أَمَارَتِهِ فَقَالَ إِنِّي مَرَرْتُ بِتَفْرِيدٍ كُرُونِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ بَرُونَ

أَنَّكَ تَضْمِرُ لَهُمَا بِشَلِّ ذَالِكَ مِنْهُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ سَبَا وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ

أَوَّلَ مَنْ أَظْهَرَ ذَاكَ فَقَالَ عَلِيُّ مَالِي وَلِهَذَا الْخَبِيثِ الْأَسْوَدِ ثُمَّ قَالَ  
مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ أَضْمِرَ لَهُمَا إِلَّا الْحَسَنَ الْجَمِيلَ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ  
بِ بْنِ سَبَا فَسَيَّرَهُ إِلَى الْمَدَائِنِ وَقَالَ لَا يُسَاكِنُنِي فِي بُلْدَةٍ أَبَدًا ثُمَّ نَهَضَ إِلَى  
الْمُنْبَرِ حَتَّى اجْتَمَعَ النَّاسُ فَذَكَرَ الْقِصَّةَ فِي ثَنَائِهِ عَلَيْهِمَا بِطَوْلِهِ وَفِي  
آخِرِهِ إِلَّا لَا يُبَلِّغُنِي عَنْ أَحَدٍ يُفَضِّلُنِي عَلَيْهِمَا إِلَّا جَلَدْتُهُ حَتَّى الْمُقْتَرَى ۚ

” خلاصہ یہ ہے کہ سوید بن غفلہ حضرت علیؑ کے ہاں ان کی خلافت کے دوران

میں حاضر ہوا اور کہا کہ ایک جماعت کے ہاں میرا گذر ہوا ہے وہ ابو بکرؓ و عمرؓ کی  
(عیب چینی اور تنقیص)، ذکر کر رہے تھے اور وہ لوگ یہ خیال بھی رکھتے ہیں کہ آپ  
بھی اپنے دل میں ان کے متعلق اسی طرح بدگمانی رکھتے ہیں۔ اس جماعت میں  
عبداللہ بن سبا ہے۔

اور ابن سبا پہلا وہ شخص ہے جس نے شیخین (ابو بکرؓ و عمرؓ) کے حق میں  
بدگمانی کا اظہار کیا ہے۔ یہ سنکر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میرا اور اس سیاہ خبیث  
کا کیا تعلق ہے؟ اور اس سے میرا کیا واسطہ ہے؟ پھر فرمایا معاذ اللہ کہ میں  
ان دونوں کے متعلق حسن ظنی کے بغیر کسی چیز کو دل میں جگہ دوں۔ پھر ابن سبا کی  
طرت آدمی بھیجا کہ اس کو شہر مدائن کی طرف نکال دیا جائے جلا وطن کر دیا جائے،  
اور یہ شخص ہمارے شہر میں مقیم نہ رہے۔

اس کے بعد حضرت علیؑ منبر پر تشریف لائے۔ سامعین جمع ہو گئے،  
آپ نے ابو بکرؓ و عمرؓ کے حق میں ثناء جمیل ذکر کی اور ان کی فضیلت میں بڑا طویل بیان  
فرمایا۔ اس خطبہ کے آخر میں اعلان کیا کہ جو شخص ابو بکرؓ و عمرؓ پر مجھے فضیلت  
دے گا اور ان سے مجھے افضل قرار دے گا میں اس شخص پر مقتدری (اور  
کذاب) کی حد جاری کروں گا (یعنی انہی دُورہ لگانے کا حکم صادر کروں گا۔

## ایک وضاحت

عبداللہ بن سبا یہودی کے متعلق مذکورہ روایت میں درج ہوا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کو مدائن شہر کی طرف کوفہ سے نکال دیا تھا یعنی شہر بدر کو دیا تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ ابن سبا کی ابتدائی کارستانیوں کا دور ہے۔ جیب اس کا گراہا نہ پروگنڈا زیادہ ہو گیا اور حُجُبِ اہل بیت کے عنوان کے تحت اس کی تحریک ضلالت تیز تر ہو گئی تو حضرت علیؓ نے بھی گرفت شدید کر دی۔ آخر کار اس کو اور اس کے ہممنوا مجتہدین کو آگ میں جلوا دیا۔ اور ان غالبوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں فرمائی تھی۔ ملاحظہ ہو:

(۱) لسان المیزان لابن حجر عسقلانی جلد سوم تذکرہ عبداللہ بن سبا۔

(۲) رجال کشتی تذکرہ عبداللہ بن سبا (شیعہ)

(۳) تحفۃ الاحباب شیخ عباس القمی تذکرہ عبداللہ بن سبا (شیعہ)

## دوازده روایات کے فوائد

(۱)

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بعد از رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت سے افضل ترین شیخین (ابوبکر الصدیق و عمر فاروق) ہیں۔

(۲)

اور جو شخص اس ارشادِ مقصود کے موافق عقیدہ نہ رکھے گا وہ حضرت علی المرتضیٰ کے فرمان کے مطابق مجرم ہے اور قابلِ سزا مجرم ہے۔ سزا مندرجہ روایات میں مذکور ہو چکی ہے اور وہ اتنی دُرے ہے۔

(۳)

شیعہ سنی کتابوں میں علی الاعلان حضرت علیؓ کا فرمان ہو رہا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ و

حضرت عمرؓ صاحبِ خیر ہیں ان کو خیر کے ساتھ ہی یاد کرو۔

(۴)

مندرجہ بالا تمام واقعات اور روایات صاف بتلا رہی ہیں کہ ان بزرگانِ دین (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ وغیرہم) کے درمیان باہمی مودت و محبت ہے، دوستی و آشنائی ہے۔ ہم آہنگی و ہم نوائی ہے۔

## ایک اہم تنبیہ

قارئینِ کرام کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے کہ تفریقِ بین المسلمین کی تحریک کا اول موجد و بانی عبداللہ بن سبا یہودی النسل ہے۔ اس کا تذکرہ و ترجمہ اپنی تفصیلات کے ساتھ شیعہ دوستی دونوں حضرات کی کتابوں میں موجود ہے۔ شیعہ کتابوں مثلاً رجال کشی وغیرہ (جو چہارم صدی ہجری کی تصنیف ہے) سے لے کر اس آخری دور (چودھویں صدی) مثلاً صاحبِ تحفۃ الاحباب، شیخ عباس قمی تک تمام شیعہ علماء و مجتہدین نے اس کے احوال درج کیے ہیں۔ اس مسئلہ میں کسی بحث و مناظرہ کی حاجت نہیں ہے۔ ان کی اپنی کتابوں میں ان کے اپنے محقق علماء کی تصانیف میں ابن سبا کے ترجمہ کا مسئلہ درج ہے۔ اہل علم و جمع فرما کر تسلی و تشفی کر سکتے ہیں۔

اب اس دور کے آخر میں پہنچ کر عبداللہ بن سبا مذکور کے حامیوں نے اس پر وارثانہ اعتراضات سے جان بچانے کے لیے یہ سکیم چلائی ہے کہ عبداللہ بن سبا کا نام بالکل فرضی ہے۔ اس نام کا کوئی آدمی یہودی النسل نہ تھا، نہ وہ مسلمان ہوا نہ اس نے حب اہل بیت کا بارہ اوڑھ کر تفریق کی بنیاد قائم کی، وغیرہ۔ اسی کا نام ہے کہ

”نہ رہے بانں نہ بچے بانسری“

شیعہ کی تراجم کی مشہور کتاب رجال کشی اب تازہ ترین طبع ہو کر طہران سے آئی ہے۔

اس میں عبداللہ بن سبأ کا جہاں تذکرہ ہے اس مقام کے حواشی میں اس کے فرضی وجود کا مسئلہ درج فرمایا گیا ہے اور جن جن حضرات نے اس جدید تحقیق اور نرالی ریسرچ پر خامہ فرسائی فرمائی ہے ان کے اسماء گرامی یہ لکھے ہیں: ایک سید مرتضیٰ العسکری۔ دوسرے شیخ عبداللہ السبئی۔ تیسرے ڈاکٹر ظہ حسین نامینا بزرگ ہیں۔

اب انشاء اللہ انکار شخصیت کی اس تحریک کو بہت جلد فروغ دیا جائے گا۔ دین، قوم، ملت کے خیر خواہ افراد نیز ترطر لقیوں سے نشر و اشاعت فرمائیں گے۔

— اس مسئلہ کی مثال ایسی ہے جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک صاحبزادی ہونے کے مسئلہ کو کھڑا کر کے باقی تین لاکھوں کی شخصیت کا انکار کر دیا ہے اور یہ مسئلہ بہت تیزی سے قوم میں پھیلنا لگا ہے۔ حالانکہ واقعات کے بالکل برخلاف ہے۔ اہل سنت بلکہ تمام اہل تاریخ کے ہاں حضور کی چار صاحبزادیاں ایک مسلمہ حقیقت ہیں، جس میں کسی شبہ و اختلاف کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اور شیعہ کتب میں بھی صحیح ترین قول و راجح قول و قابل قبول چار صاحبزادیوں کا ہی ہے۔ ایک صاحبزادی کے قول کو خود ان کے مجتہدین (ملا باقر مجلسی وغیرہ نے) رد کر دیا ہے اور یہ فیصلہ کب کا طے شدہ ہے (ملاحظہ ہو حیات القلوب جلد دوم ملا باقر حجت اولاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم)۔

— اب ابن سبأ مذکور کے وجود کے انکار کا مسئلہ بھی اسی طرح اٹھایا جا رہا ہے اس صدی سے قبل غالباً کسی فرد نے بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کیا۔

— اس سلسلہ کے آخر میں اگر ہم اتنی گزارش کریں تو شاید بے جا نہ ہو گا کہ ان خیر خواہان ملت کو چاہیے کہ جن جن لوگوں کے ذریعہ کسی وجہ سے اعتراض قائم ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے ان کے وجود کا انکار کرتے چلے جائیں۔ مثلاً محمد بن حنفیہ کا انکار کر دینا چاہیے۔ یہ ابو بکر الصدیق کے دور کی عطا فرمودہ نوٹری سے حضرت علیؑ کا لڑکا تھا۔ اسی طرح عمر بن علی المرتضیٰؑ کا انکار کرنا چاہیے اس لیے کہ ایک نوٹری اس کا نام عمر ہے جو خلیفہ ثانی کا ہم نام ہے، دوسرا اس کی ماں

الصحابہ) حضرت ابو بکر الصديقؓ کے دور کی عطا کردہ ہے۔ نیز اسی طرح اُمّ کلثومؓ و حضرت علی المرتضیٰؓ جو حضرت فاطمہؓ سے ہے اور اس کی شادی و نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا، اس کے وجود کا انکار کر دینا چاہیے اور بر ملا کہہ دیا جائے کہ اُمّ کلثومؓ مذکورہ ایک فرضی وجود ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس یہ سب کے سب وجود فرضی تھے ان کے نام کا کوئی شخص نہ تھا۔ اس قسم کے بہت سے افراد فرضی بنائے جاسکتے ہیں۔

اگر انہی چیزوں کا نام تحقیق و ریسرچ ہے تو ماشاء اللہ مذہب و ملت کے نشانات جلد ختم ہو جائیں گے اور حق و باطل کی تمیز، صدق و کذب کا فرق، راستی و دروغ کا امتیاز نیست و نابود ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور انصاف اور عدم انصاف کے پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان دعائیہ کلمات پر ہم اس تنبیہ کو ختم کرتے ہیں۔

## عنوان منقلم

عنوان انہذا میں شیخین حضراتؓ کی دو فضیلتیں یہاں درج کی جاتی ہیں جو حضرت علیؓ سے منقول ہیں۔ پہلی یہ چیز ہے کہ حضرت ابو بکر الصديقؓ اور عمر فاروقؓ دونوں بزرگ تمام امت سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ اس مقصد کے لیے مندرجہ روایات ملاحظہ فرمادیں :-

(۱) ... عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ صَاحِبِ لِيَ وَاِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ  
 اِنَّ اَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هَذِهِ الْاُمَّةِ اَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ قَالَ  
 فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَدْخُلَانِهَا قَبْلَكَ ؟ قَالَ اِيُّ وَالَّذِي  
 خَلَقَ الْجَنَّةَ وَبَدَا النَّسَمَةَ لِيَدْخُلَانِهَا قَبْلِي . الخ

(۱) کتاب الکفای والاسماء للشیخ ابی بشر محمد بن احمد بن حماد

الدولابی، المتوفی ۳۳۵ھ، ج ۱ ص ۱۲۰ تحت کنیت  
 ابی بکر من التابعین ومن بعدهم۔ طبع حیدرآباد دکن۔

(۲) سیرة عمر بن الخطاب لابن الفرّج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی  
القرشی، المتوفی ۵۹۷ھ - باب الحادی والثرون ۲۲۷ طبع مصر  
(۳) ازالہ الخفا عن خلافة الخلفاء از مولانا شاہ ولی اللہ محدث  
دہلوی، المتوفی ۷۶۷ھ بحوالہ ابی القاسم، جلد اول

ص ۶۸ و ۳۱۷ - طبع اول قدیم بریلی -

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ شہید اکرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس امت میں سے اول اول جنت میں داخل ہونے والے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ سے بھی قبل یہ حضرات جنت میں داخل ہونگے؟ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پیدا کیا ہے اور رُوح کو تخلیق کیا ہے، یقیناً ابوبکرؓ و عمرؓ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونگے۔

## دوسری یہ چیز ہے

کہ یہ دونوں بزرگ (امت کے) پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ہونگے۔ یہ مسئلہ حضرت علیؑ نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل مقامات قابل التفات ہیں، رجوع فرمائیے۔

..... عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ  
كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ طَعَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا سَيِّدَا كَهْوَلِ أَهْلِ  
الْجَنَّةِ مِنَ الْأُولِيِّينَ وَالْآخِرِيِّينَ إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ يَا عَلِيُّ لَا تَخْأِبُ  
هُمَا“

(۱) ترمذی شریف، حدیث ثانی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکرؓ -  
ص ۵۲۶ طبع کتب خانہ



حضرت علیؑ کی یہ روایت مرفوعاً مندرجہ ذیل علماء حدیث نے اپنی اپنی سند کے ساتھ درج کی ہے۔ تطویل و اطناب سے اجتناب کے لیے یہاں صرف حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے، اہل علم رجوع فرما سکیں گے۔ مزید تفصیل حصہ اول صدیقی باب چہارم میں گزر چکی ہے۔

(۲) مسند امام احمد <sup>۱۸</sup> جلد اول، مسند ات علیؑ (حسن عن علیؑ)

(۳) السنن لابن ماجہ <sup>۱۸</sup> باب فضل ابی بکرؓ (الحارث عن علیؑ)

(۴) کتاب الکنی جلد ثانی (للذوالبی)، باب العین، ج ۲ ص ۲۷۷ (عن زر

عن علیؑ)۔

(۵) مسند ابی یعلیٰ۔ مسند ات حضرت علیؑ۔ ج ۱ ص ۵، اہل علم نسخہ

درگاہ شریف پیر گوٹھ (سندھ)۔ (عن اشعبی عن علیؑ)

## خلاصہ روایات

یہ ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ ناگہاں سامنے سے ابو بکرؓ و عمرؓ تشریف لائے۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے ماسوا تمام نچتے عمر کے جنتیوں کے یہ دونوں سردار ہونگے (فی الحال) ان کو اس کی اطلاع نہ کرنا۔

معلوم ہوا کہ

— حضرت علیؑ کے نزدیک بھی شیخین تمام اہل جنت کے (بغیر انبیاء کے) سردار ہوں گے۔

— اور ان کا جنت میں دخول بھی تمام لوگوں سے پہلے ہوگا۔ یہ حضرت علیؑ کے فرمودات ہیں حق و

انصاف کا تقاضا ہے کہ ان کی قدر دانی کی جائے اور ان کو بدل و جان تسلیم کیا جائے۔

## عنوان ہشتم

اب اس عنوان میں حضرت عمرؓ کی فضیلت و منفیت اور ان کی خلافت کی خفایت

و صداقت جو حضرت علی المرتضیٰؑ کے کلام میں مذکور ہے اور نہج البلاغہ کے خطبات اور اس کی شروحات وغیرہ کی تشریحات نے اس کو بیان کیا ہے کبھی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے ذیل میں ایک ترتیب کے ساتھ صرف مرتضوی فرمودات (شیعہ کتابوں) سے منقول ہو کر پیش خدمت ہوتے ہیں، ملاحظہ فرمادیں۔

ان مندرجات سے ہر دو بزرگواروں کا ایک دوسرے کے حق میں حُسنِ ظن اور نسبتِ نیک رکھنا، ارادت و عقیدت کا اظہار کرنا، صداقت و حقانیت کا اقرار کرنا ثابت ہوتا ہے۔  
انصاف شرط ہے۔

(۱)

نہج البلاغہ باب المختار من حکمہ و مواظبہ علیہ السلام کے آخر میں حضرت علیؑ کا فرمان لکھا ہے:

”وَدَوَّلِيَهُمْ وَالِ فَا قَامَ وَاسْتَقَامَ حَتَّى ضَرَبَ الدِّينُ بَجْرَانِهِ الْخِ  
الْمَنْقُولُ أَنَّ الْوَالِيَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَضَرَبَهُ بَجْرَانِهِ كِنَايَةً بِالْوَصْفِ  
الْمُسْتَعَارِ عَنْ اسْتِقْوَادِهِ وَتَمَكُّنِهِ كَتَمَكُّنِ الْبُعَيْرِ الْبَارِكِ  
مِنَ الْأَمْرِ... الخ

یعنی (عمر بن الخطاب) مسلمانوں کے والی ہوتے۔ پس انہوں نے دین کو قائم کیا اور خود دین پر مستقیم رہے، حتیٰ کہ دین ٹھیک طرح قائم ہو گیا جس طرح کہ شتر زمین پر گردن رکھ کر (استراحت کے لیے) ٹھیک طرح بیٹھ جاتا ہے۔“

(۱) شرح نہج البلاغہ از کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی

المتوفی ۶۷۹ھ۔ باب المختار من حکمہ و مواظبہ علیہ السلام

طبع قدیم ایرانی، ج ۴ ص ۶۳۲ و طبع جدید طہرانی، ج ۳ ص ۳۰۳۔

(۲) الدرۃ النجفیہ (شرح نہج البلاغہ) ص ۳۹۳ طبع قدیم ایرانی

آخر باب المواظبہ والحکم الخ۔ تالیف شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی۔ تاریخ تالیف شرح ابداً ۲۹۱ھ

(۲)

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خط جو ابومسلم الخولانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوفہ میں لایا تھا اس کے جواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ کلام پیش کیا جاتا ہے اس میں خلیفہ اول ابوبکر صدیق اور خلیفہ ثانی عمر فاروق کی عظمت و فضیلت کا اقرار و اشکات الفاظ میں کیا گیا ہے پہلے عبارت ملاحظہ فرمادیں۔ اس کے بعد اس سے فوائد و نتائج خود مرتب فرمادیں۔

..... "فَكَانَ أَفْضَلَهُمْ فِي الْإِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتَ وَأَنْصَحَهُمُ لِلَّهِ

وَلِرَسُولِهِ الْخَلِيفَةُ الصِّدِّيقُ ثُمَّ خَلِيفَةُ الْفَارُوقِ وَكَعْبُرُنِي

أَنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ لِعَظِيمٍ وَأَنَّ الْمَصَابَ بِهِمَا لِحُجْحٍ فِي الْإِسْلَامِ

شَدِيدٌ فَدَرَجَهُمَا اللَّهُ وَحِزًّا هُمَا بِأَحْسَنِ مَا عَمِلَا "

”حاصل یہ ہے کہ اے معاویہ جیسا کہ تم نے بیان کیا بلاشک اسلام میں

سب سے افضل اور اللہ و رسول کے ساتھ خلوص رکھنے میں سب سے بڑھ کر

خلیفہ صدیق تھے پھر خلیفہ کے خلیفہ فاروق تھے مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ اسلام

میں ان دونوں کا مرتبہ عظیم ہے اور ان کی فوجتدگی کی وجہ سے اسلام کو سخت

زخم پہنچا ہے۔ اللہ کریم ان دونوں پر اپنی رحمت نازل فرماتے اور ان کو ان

کے اعمال کا عمدہ بدلہ نصیب فرماتے۔

(۱) شرح نہج البلاغہ از کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی

المتوفی ۶۷۹ھ فی کتاب کتبہ علیہ السلام الی معاویہ

بن ابی سفیان۔ طبع قدیم ایرانی، ج ۳۱، ص ۴۸۶، طبع

جدید طہرانی، ج ۴، ص ۳۶۲۔ تحت خطبہ ۹

(۲) کتاب ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک سپہر کا شانی۔

المتوفی ۱۲۹۶ھ، جلد سوم از کتاب دوم المعروف بکتاب صفین

از کتب امیر المؤمنین علیہ السلام۔ ص ۱۶۱۔

(۳)

یہ حضرت علیؑ کا کلام نہج البلاغہ میں مذکور ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ کے بیشتر فضائل و کمالات حضرت علیؑ نے بیان فرمائے ہیں۔ بڑا قیمتی خطبہ ہے۔ اس کو بار بار ملاحظہ فرمادیں اور ایمان تازہ کریں:-

... "بِاللَّهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَقَدْ قَوْمَ الْأَوْدِ وَدَاوَى الْعَمَدِ وَخَلْفَ الْفَيْئَةِ  
وَأَقَامَ السَّنَةَ ذَهَبَ نَقِي الثُّوبِ قَلِيلَ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَ  
سَبَقَ شَرَّهَا أَذَى إِلَى اللَّهِ طَاعَتُهُ وَالثَّقَاةُ بِحَقِّهِ الْخ..."

دہج البلاغہ طبع مصری ج ۱ ص ۲۵۴، طبع دیگر، ج ۲ ص ۲۴۹-۲۲۳ خطبہ

ابن ابی الحدید شیعہ معتزلی نے اس کلام کے تحت لکھا ہے کہ:

هَذِهِ الصِّفَاتُ إِذَا تَامَ لَهَا الْمُنْصِيفُ وَآمَّا طَعَنَ نَفْسِهِ الْهَوَى  
عَلِمَ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهُ يَعْنُ بِهَا الْأَعْمُورُ

دشرح نہج البلاغہ لابن الحدید، المتون ۶۵۶

طبع قدیم ایرانی، ج ۱۲، ص ۴۹، طبع برتانی، ج ۳ ص ۱۳۵

ابن مینم بحرانی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں تشریح کی ہے کہ الْمُنْقُولُ أَنَّ الْمُرَادَ بِفُلَانٍ عُمَرُ الْخ۔ اسی طرح دوسرے بجزئیہ میں لکھا ہے کہ فُلَانٌ سَعْدُ الْعُمَرُ ہے، یہی منقول چلا آتا ہے۔ اگرچہ شیعہ علماء و شیعہ شراح نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ بھی اس فُلَانٌ سے مراد لیا ہے۔ اب مذکورہ مندرجہ کلام مرقضوی کی تشریح پہلے فارسی میں شیعہ شراح سے نقل کر کے درج کی جاتی ہے پھر اردو میں حاصل ترجمہ ذکر کیا جائے گا۔ شیعہ مجتہد فیض الاسلام سید علی نقی اپنی فارسی شرح میں اس کا مطلب بالفاظ ذیل لکھتے ہیں:-

«خدا شہر ہائے فلان (عمر بن الخطاب) را برکت دهد و نگاهدارد کہ کجی

را راست نمود و بیماری را معالجه کرد و سنت را برپا داشت (احکام پیغمبر را

اجرا نمود) و تباہ کاری را پشت سر انداخت (در زمان اُفقنتہ روزِ ندا) پاک  
جامہ و کم عیب از دنیا رفت نیکوئی خلافت را دریافت و از شر آلِ پستی  
گرفت، طاعتِ خدا را بجا آوردہ از نافرمانی او پرہیز کردہ حقش را ادا نمود  
(ترجمہ و شرح فارسی نہج البلاغہ از سید علی نقی فیض الاسلام

طبع طهران، جلد ۴، ص ۴۱۲)

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں فلاں شخص (یعنی عمر بن الخطابؓ)  
کے شہرِ مدینہ میں خدا برکت دے اور ان کو محفوظ رکھے جس نے کچی کو درست کیا اور  
بیماری کا علاج کیا اور سنتِ طریقہ کو جاری کیا اور فتنے کے امور کو پس پشت  
ڈال دیا۔ اس عالم سے پاک دامن ہو کر گیا، کم عیوب کے ساتھ رخصت ہوا۔  
اس نے خلافت کی خوبیل کو پایا اور اس کے شرور اور بُرائیوں سے پہلے چلا گیا۔  
اور اللہ تعالیٰ کی تابعداری کو بجالایا اور اس کے حق کو ادا کیا۔

(۱) شرح نہج البلاغہ لابن ابی حدید شیعہ و معتزلی،

المتوفی ۶۵۵ھ، ج ۱۲، ص ۴۹ طبع قدیم ایرانی

ج ۳، ص ۱۳۴۔ طبع بیروت۔

(۲) شرح نہج البلاغہ لابن مثنیٰ بحرانی الشیعہ المتوفی

۶۴۹ھ، ج ۲۶، ص ۴۱۳ طبع قدیم ایرانی۔ طبع جدید

طهرانی، ص ۹۶-۹۷، جلد چہارم خطبہ ۲۱۹۔

(۳) الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ شیخ ابراہیم بن حاجی

حسین الشیحی ص ۲۵۷۔ طبع قدیم ایران۔

(۴) شرح نہج البلاغہ فارسی از فیض الاسلام علی نقی،

ج ۴، ص ۴۱۲۔ طبع ایران۔

حضرت علیؑ کے مندرجہ بالا خطبات و کلمات کے فوائد و ثمرات ذیل برآمد ہوتے ہیں:

یہ دس عدد ہیں :-

- ۱- حضرت عمرؓ کے معاملے میں صاحب استقامت تھے ان کے کام میں کجی نہ تھی۔
- ۲- امراض نفسانیہ کا انہوں نے علاج اور مداوا کیا تھا۔
- ۳- سنت طریقیہ کو اپنے لوازمات کے ساتھ جاری رکھا (جو ان کے تقویٰ و دیانتداری کی گواہی ہے)۔
- ۴- حسن تدبیر کی بنا پر فسادات و فتن میں نہیں پڑے ان سے قبل ہی رخصت ہو گئے۔
- ۵- مذمتوں کی میل سے ان کا دامن صاف رہا۔ (جو ان کی صداقت و حقانیت کی نشانی ہے)۔
- ۶- اور عیوب و نقائص میں بہت کم ملوث ہوئے۔
- ۷- انہوں نے خلافت کی خیر یعنی عدل و انصاف کو حاصل کیا اور اس کے شر اور فتنوں سے سبقت کی۔
- ۸- اللہ تعالیٰ کی کما حقہ اطاعت کی۔
- ۹- خدا کی گرفت سے پوری طرح خوف کیا۔
- ۱۰- انہوں نے سفرِ آخرت اُس وقت اختیار کیا جب لوگ مختلف حالات میں مبتلا تھے۔

ناظرین کرام کو حق و صداقت کا واسطہ دے کر دعوتِ غور و فکر دی جاتی ہے۔ ان بیانات کو بار بار ملاحظہ فرمادیں اور مقصد کتابِ ہذا کی تائید و تصویب فرمادیں۔

## عنوانِ نہم

باب اول میں دو فصل تھے، پھر فصلِ ثانی میں متعدد عنوانات کی شکل میں مختلف

فضائل و مکاریم فاروقی بزبان مرقضوی ذکر ہو رہے تھے۔ اب ان عنوانات میں سے آخری عنوان درج کیا جاتا ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ کی زبانی حضرت علیؓ کے گونا گونے مباحث و مراتب ذکر کیے جاتے ہیں (جیسا کہ عنوان مذکور میں حضرت علیؓ کی زبانی فاروقی درجات و مقامات نقل ہو چکے ہیں)۔

عنوان ہذا کے تحت سات عدد مرقضوی فضیلتیں درج کرنے کا ارادہ ہے۔ پھر ان کے اندراج کے بعد فوائد و نتائج ذکر کر کے یہ عنوانات ختم کر دیتے جائیں گے۔ ناظرین البتہ اتنی چیز سے باخبر رہیں کہ عنوان ابتدا (یعنی عنوان ۹) میں شیعہ و سنی دونوں حضرات کی کتابوں سے مریات کو مخلوطاً نقل کیا گیا ہے۔ احتیاط ہذا پر متنبہ رہیں۔

(۱)

حضرت عمرؓ کے لڑکے عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس اگر ایک شخص کا حضرت علیؓ کے حق میں تحقیر آمیز الفاظ کہنا، پھر اس موقع پر ابن عمرؓ کا جواب میں عظمت مرقضوی بیان کرنا یہ واقعہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد چہارم، باب فضائل علیؓ میں موجود ہے۔ عبارت بمع حاصل ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

« حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ  
عُمَرَ جَالِسًا إِذْ جَاءَهُ نَافِعُ بْنُ أَرْزَقٍ فَقَامَ عَلَيَّ رَأْسَهُ فَقَالَ إِنِّي  
وَاللَّهِ لَا أَبْغِضُ عَلِيًّا قَالَ فَرَفَعَهُ إِلَيْهِ ابْنُ عُمَرَ وَأَسَدَهُ فَقَالَ أَبْغِضْ  
اللَّهُ تَبْغِضُ رَجُلًا سَابَقَهُ مَنْ سَوَّابِقَهُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ  
مَا فِيهَا »

یعنی عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس ایک دفعہ نافع بن آرزقؓ آکر کہنے لگا کہ  
میں علی بن ابی طالب کو مبغوض و ناپسند جانتا ہوں۔ یہ سنکر ابن عمرؓ اس کو  
خطاب کر کے فرمانے لگے اللہ تجھے ناپسند کرے اور مبغوض رکھے تو ایسے شخص کے

ساتھ لفظ رکھتا ہے جس کی ایک نیکی جو ابتداء اسلام میں صادر ہوئی تھی وہ دنیا  
و ما فیہا سے بہتر ہے :-

المصنف لابن ابی شیبہ، جلد رابع، ص ۲۰۳ قلمی تحت  
باب فضائل الامام علی بن ابی طالب (پیرِ محمد اسد)

(۲)

”وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ ذَكَرَ عِنْدَهُ عَلِيٌّ قَالَ ذَاكَ صِهْرُ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ  
إِنَّ اللَّهَ يَا مُرَّكَ أَنْ تَذَوِّجَ فَاطِمَةَ ابْنَتِكَ مِنْ عَلِيٍّ، أَخْرَجَهُ  
ابْنُ السَّمَانَ“

”یعنی حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علیؓ کا ذکر ہوا تو اس وقت حضرت عمرؓ  
کہنے لگے کہ علی المرتضیٰ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے داماد ہیں۔ جبریل اللہ  
کی طرف سے نبی کریمؐ کے ہاں حکم لاتے تھے کہ اپنی لڑکی فاطمہؑ کو ان سے نکاح  
کر دیں :-

دریاض النضرہ فی مناقب العشرہ بحوالہ ابن السمان فی المواقفۃ  
ج ۲ ص ۲۴۲۔ باب ذکر قدم اختصاصہ بنو زینج فاطمہؑ

(۳)

امالیٰ شیخ ابی جعفر الطوسی اشعری میں ہے کہ :-

”..... عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ عُمَرُ  
بْنُ الْخَطَّابِ عِيَادَةَ بَنِي هَاشِمٍ سُنَّةٌ وَزِيَارَتُهُمْ نَافِلَةٌ“

”مطلب یہ ہے کہ امام زین العابدین اپنے والد سے ذکر کرتے ہیں انہوں  
نے کہا کہ عمر بن الخطاب کہتے تھے کہ نبی ہاشم کی عیادت یعنی بیمار پرستی کرنا سنت



ہے اور ان کی ملاقات کرنا کارِ خیر ہے۔“

دامالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ الطوسی الشیعی

ج ۱۲ ص ۲۴۵، جلد اول طبع نجف اشرف عراق،

(۴)

”امالی“ شیخ صدوق (ابی جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی) میں حضرت علیؑ کی تعریف کا واقعہ

حضرت عمرؓ سے مروی ہے:-

”... لَمَّا أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ

أَبِي طَالِبٍ وَقَالَ أَلَسْتُ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ

قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَعَلِيٌّ مَوْلَاً فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بَخَّخْ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ

أَصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَمَوْلَا كُلِّ مُسْلِمٍ-

حضرت علیؑ پر وارد شدہ الزامات کی تردید کرتے ہوئے جب حضور علیہ

السلام نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر (اعلانِ مودت کرتے ہوئے) فرمایا کہ کیا

مومنینوں کے متعلق میں زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بلاشک

ہیں! تو پھر فرمایا کہ جس کا میں دوست ہوں علیؑ (تفضیلاً) بھی اس کے دوست

ہیں۔ یہ فرمانِ نبوتؐ سن کر حضرت عمرؓ حضرت علیؑ سے کہنے لگے شاد باش خوش

رہیے! آپ ہمارے اور ہر مسلمان کے محبوب بٹھریے... الخ۔

دامالی الشیخ الصدوق الشیعی طبع قدیم ایران، ص ۳-

المجلس الاوّل فی الحدیث الاوّل)

مطلب یہ ہے کہ الزامات کے جواب میں فضیلت کا اثبات مقصد ہے مسئلہ

خلافت اور خلافت بھی بلا فصل کے ساتھ اس روایت کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ اور اس میں

بے شک فضیلت مرتضوی کا ثبوت ہے اور یاد رہے کہ یہ مضمون مذکورہ باری روایت میں بھی

منقول ہے مثلاً مشکوٰۃ شریف، باب مناقب علیؑ، الفصل الثالث میں بحوالہ احمد درج کیا ہے۔  
صرف الفاظ کا تفاوت ہے۔

(۵)

حضرت علیؑ کے احترام کا واقعہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی و منقول ہے، اہل سنت اور شیعہ دونوں حضرات کی کتابوں میں سے نقل کر کے درج کیا جاتا ہے:-

”..... أَنَّ رَجُلًا وَقَعَ فِي عُلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مِنْ عُمَرَ فَقَالَ تَعْرِفُ

صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ؟ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبِ بْنِ

عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا تَذْكُرُ عَلِيًّا إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّكَ إِنِ اذْبَنْتَهُ اذْبَنْتَ

هَذَا فِي قَبْرِهِ“

حاصل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی موجودگی میں حضرت علیؑ کے حق میں ایک شخص کم و بیش کہنے لگا۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا کہ تو صاحب قبر یعنی نبی کریمؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب کو جانتا ہے؟ علیؑ بن ابی طالب بھی عبد المطلب کے پوتے ہیں۔ پس علیؑ بن ابی طالب کو کلمات خیر کے بغیر مت یاد کرنا۔ اگر تو نے علیؑ کو اذیت و تکلیف پہنچائی تو گویا تو نے حضور علیہ السلام کو قبر مبارک میں ایذا پہنچائی۔“

(۱) کنز العمال علی متقی الہندی، جلد ۶ بحوالہ ابن عساکر

ص ۵۳۹ - روایت ۶۰۳۱ (طبع قدیم، طبع حیدرآباد دکن -

(۲) امالی شیخ صدوق الشیبی (المتوفی ۳۸۱ھ، ص ۲۳۴ -

المجلس الحادی والستون - طبع قدیم ایران -

(۳) امالی شیخ ابی جعفر شیخ الطائفة الطوسی، الشیبی - المتوفی

۴۶۰ھ - جلد ۲، ص ۴۶ -

(۶)

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کا مقام و منزلت بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تصریح ذکر کی ہے۔  
مناقب ابن شہر آشوب (شیعیہ) میں "خصائص النطنری" کے حوالہ سے لکھا ہے:

..... قَالَ ابْنُ عُمَرَ سَأَلَ رَجُلًا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ عَلِيٍّ فَقَالَ

هَذَا مَنَزِلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَهَذَا مَنَزِلُ عَلِيٍّ بْنِ

أَبِي طَالِبٍ وَهَذَا الْمَنَزِلُ فِيهِ صَاحِبُهُ

« عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ کے مقام و

منزلت کے متعلق دریافت کیا تو عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ یہ حضور علیہ السلام کا

رہا برکت کا گھر ہے۔ یہ ساتھ حضرت علیؓ کا گھر ہے اور یہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

ساتھی (یعنی ابو بکرؓ) کا گھر ہے۔ یعنی قرب مکانی سے قرب مقام و مرتبہ معلوم کیا جا

سکتا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج دوم ص ۵۲ اطلع بند

فصل فی اختصاص امیر المؤمنین برسول اللہ صلعم)

(۷)

اس آخری عنوان ہفتم میں حضرت علی المرتضیٰ کی وہ فضیلت ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں جو دونوں

حضرات کی کتابوں میں موجود ہے اور دونوں فریق کے ہاں تسلیم شدہ ہے۔ مختلف الفاظ و عبارات

قبولہ میں پائی جاتی ہے۔ اس کی تعبیرات ملاحظہ فرمادیں۔ اس کے بعد خلاصہ مضمون پیش ہوگا۔

(۱) - كَانَ عُمَرُ يَتَعَوَّذُ بِاللَّهِ مِنْ مُعْصَكَةِ كَيْسٍ فِيهَا أَبُو الْحَسَنِ

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۲-۲، ص ۱۰۳، تذکرہ علی من کان

يفتى بالمدينة وتقتدى به من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے عنوان کے تحت یہ عبارت ہے۔

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر، ج ۲ ص ۳۹ مع اصحابہ تذکرہ علیؓ

(۲) - كَوْلًا عَلِيًّا لَهْلَكَ عُمَرُ - (بعض کتب نحویہ و بعض کتب فضائل و رجال مثلاً الاستیعاب، ج ۳ ص ۳۹ معہ اصحابہ: تذکرہ علی رض)

(۳) قَالَ عُمَرُ لَا عِشْتُ فِي أُمَّةٍ كَسْتُ فِيهَا يَا أَبَا الْحَسَنِ -

(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی، ج ۲ ص ۹۲ -

طبع جدید، عراق) -

(۴) إِنَّ عُمَرَ قَالَ لَا أَبْقَانِي اللَّهُ بَعْدَكَ يَا عَلِيُّ -

(مناقب ابن شہر آشوب شیعہ، ج ۳ ص ۷ - باب

فضایا علی، طبع ہندوستان) -

حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم خلیفہ ثانی کے یہ اقوال ہیں جو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں عمدہ فیصلہ جات کرنے کے سلسلہ میں بہت افزائی اور قدر دانی کے طور پر موقعہ بموقعہ فرمائے۔ اسی طرح ایک موقع پر معاذ بن جبل کے حق میں بھی حضرت عمر نے ان کی قدر دانی و عزت افزائی فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ عَجَزَتِ النِّسَاءُ اَنْ تَدِدَ مِثْلَ مُعَاذِ كَوْلَا مَعَاذَ هَلْكَ عُمَرُ - (اصحابہ: تذکرہ معاذ بن جبل) -

ان کا حاصل یہ ہے :-

۱ - ایسے مشکل معاملہ میں جہاں علی المرتضیٰ موجود نہ ہوں عمر بن الخطاب اللہ کی طرف پناہ

چاہتے ہیں -

۲ - (بعض اوقات فرمایا کہ) اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا -

۳ - عمر بن الخطاب نے فرمایا جس قوم میں ابوالحسن (علی المرتضیٰ) موجود نہ ہوں، میں اس میں

زندہ نہ رہوں -

۴ - عمر نے فرمایا کہ اے علی آپ کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے باقی نہ رکھے -

## فوائد و نتائج

— حضرت عمرؓ اور ان کے لڑکے عبداللہ بن عمرؓ کے بیانات کی روشنی میں مرقیہ فیضیٰ بہ ترتیب ذیل واضح ہو رہے ہیں :-

(۱)

— حضرت علی المرتضیٰؓ کی ایک ایک نیکی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

(۲)

— حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تزویج آسمانی حکم کے تحت عمل میں لائی گئی۔

(۳)

— نبی ہاشم کی عبادت و ریارت کا بہت بڑا ثواب ہے۔

(۴)

— تمام مسلمانوں کے محبوب اور دوست علی المرتضیٰؓ ہیں۔

(۵)

— حضرت علیؓ کی تنقیص اور عیب جوئی حضور علیہ السلام کی اذیت کا باعث ہوتی ہے۔

(۶)

— علی المرتضیٰؓ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاناً قریب ہیں اسی طرح مرتبہ کے اعتبار سے بھی نزدیک ہیں۔

(۷)

— یہ دونوں حضرت عمرؓ و حضرت عائشہؓ ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی اور قدر دانی

ملحوظ رکھتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ :-

یہ تمام چیزیں ان کے آپس کے وفاق و اتفاق، باہمی دوستی و یگانگت کے نشانات  
میں سے ہیں۔ چشم بصیرت و کار بے جو ان واقعات کی قدر کر سکے۔

ۛ

تم ہو آپس میں غضب ناک وہ آپس میں رحیم  
تم خطا کار و خطا بین وہ خطا پوشش و کریم  
— فصل ثانی میں چند عنوانات قائم کیے تھے وہ یہاں آکر تمام ہوئے۔ ان پر توجہ فرمائیے  
تعالیٰ باب اول یہاں ختم ہوا۔ اب باب دوم شروع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

\*\*\*\*\*

# باب دوم

اب بحمد اللہ باب دوم شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں چار فصل قائم کرنے کا قصد ہے۔  
فصل اول میں عہدہ قضا و افتاء کا ذکر ہوگا۔ فصل دوم میں مسائل شرعیہ میں مشورہ کرنا۔ فصل سوم  
میں انتظامی امور میں مشورہ جات و رفاقت کے واقعات کا بیان ہوگا۔ اور فصل چہارم  
میں مالی حقوق کی رعایت کرنا اور تقسیم خاتم میں شریک ہونا اور ان کے وصول اور عطیات کے  
حصول میں شامل ہونا مندرج ہوگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

## فصل اول

### عہدہ قضا و افتاء کے متعلقات

انتظام سلطنت کے لیے تقسیم کار ضروری امر ہوتا ہے اور حکومت کے بے شمار انتظامی  
شعبے ہوتے ہیں مثلاً شعبہ تعلیم، شعبہ افتاء و قضا، شعبہ دفاع، شعبہ مال وغیرہ۔  
خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور مقدس میں بھی اسی طرح تقسیم عہد جات  
کی شکل میں کاربائے خلافت جاری رہتے تھے تقسیم کار کا یہ مسئلہ کئی روایات میں مذکور  
ہے۔

(انسٹن سعید بن منصور اور انسٹن کبریٰ بیہقی میں حضرت امیر عمرؓ کا ایک خطبہ نقل کیا گیا  
ہے جو جابریہ کے مقام پر انہوں نے بیان فرمایا تھا۔ اس میں مذکور ہے :-

«خَطَبَ النَّاسَ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ فِي خُطْبَتِهِ مَنْ جَاءَ لِيَسْأَلَ عَنِّ

الْقُرْآنِ فَلَيَاتِ أَبِي بَنِي كَعْبٍ وَمَنْ جَاءَ يُسْئَلُ عَنِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ  
 فَلَيَاتِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَمَنْ جَاءَ يُسْئَلُ عَنِ الْفَدَائِلِ فَلَيَاتِ زَيْدَ  
 بْنِ ثَابِتٍ وَمَنْ جَاءَ يُسْئَلُ عَنِ الْمَالِ فَلَيَاتِنِي فَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَنِي  
 خَازِنًا فَإِنِّي بَادٍ بِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُعْطِيَهُنَّ مِمَّا  
 بَالَهُنَّ جَرِيرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ ثُمَّ  
 بِالْأَنْصَارِ... الخ

”یعنی امیر المؤمنین عمرؓ نے شام کے ملک میں جاہلیہ کے مقام پر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص قرأت قرآنی کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے وہ ابی بن کعبؓ کے پاس آکر دریافت کرے اور جو آدمی حلال و حرام کے مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ معاذ بن جبلؓ سے پوچھ لے۔ اور جس کو میراث کا مسئلہ طلب کرنا مقصود ہے وہ زید بن ثابتؓ سے دریافت کرے۔ اور جس کو مال کی ضرورت ہو وہ میرے پاس آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اموال کے لیے خزانچی بنایا ہے پس پہلے میں ازواج مطہرات کو ادا کروں گا، پھر اس کے بعد حسب مرتبہ میں ہاجرین کو دوں گا جن کو اپنے گھروں اور مال سے نکالا گیا، پھر انصار کو... الخ

(۱) السنن لسعید بن منصور، جلد ثانی، ص ۱۳۲-۱۳۳ - مطبوعہ

مجلس علمی ڈبھیل و کراچی -

(۲) کتاب الاموال لابن عبید القاسم بن سلام، ص ۲۲۳-۲۲۴،

باب فرض الاعطیہ من الفیء -

(۳) السنن الکبریٰ بیہقی، جلد ۶، ص ۲۱۰ - باب کتاب انفرادی

(۴) کنز العمال، جلد ثانی، طبع اول قدیم دکن - روایت ۶۴۸۷

ص ۳۱۴ - کتاب الجہاد و بخت الارزاق و العطايا -



مذکورہ روایت میں شعبۂ تعلیم کی تقسیم کار کا ایک نقشہ ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی شعبۂ مال کی تحویل کا براہ راست خلیفہ وقت کے تحت ہونا بیان کیا گیا ہے۔

(۲) اب طبقات ابن سعد کی روایت پیش کی جاتی ہے جس میں شعبۂ افتاء و قضاء کا ایک خاکہ مذکور ہے۔ اور یہ روایت ذرا تفصیل کے ساتھ قبل ازیں ہم حصۂ صدیقی میں بیان کر چکے ہیں۔ اسی روایت کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ :-

### عہد فاروقی میں مفتی وقاضی

”..... ثُمَّ وَلِيَ عُمَرُ فَكَانَ يَدْعُوهُؤُلَاةِ النَّفَرِ... الخ

یعنی ابوبکر صدیق کے بعد عمر بن الخطاب خلیفہ اور والی حکومت ہوئے۔ وہ افتاء و فتویٰ کے لیے ان حضرات عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبدالرحمن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت، کو بلاتے تھے۔“

(طبقات ابن سعد، باب اہل العلم والفتویٰ من اصحاب)

النبی، ص ۱۰۹، ج ۲۔ القسم الثانی طبع لیبین۔ قدیم طبع)

مطلب یہ ہے کہ بعض مہاجرین حضرات مفتی وقاضی تھے اور ساتھ ہی بعض انصار بزرگ بھی مفتی وقاضی تھے۔ دونوں طبقوں میں فرق نہ تھا۔ نہ کوئی ترجیح قائم تھی۔ اتفاق و اتحاد کے ساتھ یہ معاملات جاری تھے۔

(۳) حضرت سیدنا امیر عمر فاروق اعظم نے اپنے دورِ خلافت میں اس مسئلہ کے بیان کے لیے بعض تصریحات فرمائی ہیں۔ ناظرین کے اطمینان کے لیے ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں جہاں مسئلہ افتاء و قضاء واضح ہوتا ہے وہاں ساتھ ساتھ ان حضرات کے حُسن تعلقات اور اور باہمی روادیت کی پختگی پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

سر دست اس مضمون کے چھ حوالہ جات اپنی اپنی عبارت میں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) — طبقات ابن سعد میں باسند مذکور ہے :-

رَدَّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَطَبْنَا عُمَرَ فَقَالَ عَلِيُّ

## اَقْضَانَا وَآبِيَّ اَقْدَانَنَا

(۱) طبقات ابن سعد جلد ثانی - القسم الثانی، ص ۱۰۲ تحت علی المرتضیٰ

(۲) بخاری شریف جلد ثانی، ج ۲ ص ۶۴۴ - کتاب التفسیر آیه مَا

تَنْسَخُ مِنْ آيَةٍ...

(۳) امامی شیخ ابی جعفر الطوسی اشعری، ص ۲۵۶ - جلد اول،

طبع جدید نجف اشرف -

» ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے خطبہ دے کر فرمایا کہ علی المرتضیٰؓ

ہمارے بہترین قاضی ہیں اور ابی بن کعب ہمارے بہترین فارسی ہیں۔

(۲) — عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمِزٍ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلِيُّ اَقْضَانَا

(طبقات ابن سعد، باب علیؓ، طبع قدیم میدان، ص ۱۰۲)

جلد ثانی، قسم ثانی)

(۳) — ... عَنْ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ اَقْضَانَا

عَلِيٌّ وَ اَقْدَانَانَا ابِيٌّ

(الاستيعاب ص ۴۱ - مع اصحابہ جلد ثالث - تذکرہ علی المرتضیٰؓ)

(۴) عَنْ عَطَاءٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَقُولُ عَلِيُّ اَقْضَانَا لِلْقَضَاءِ وَآبِيَّ اَقْدَانَنَا

لِلْقُرْآنِ (طبقات ابن سعد ج ۲، ق ۲، ص ۱۰۲ - طبع قدیم)

ان سب مرویات کا ما حاصل ایک ہے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ علیؓ قوم کے

بہترین قاضی ہیں اور ابی بہترین فارسی ہیں۔

(۵) ... عَنْ شَعِيبٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ التَّمِمْيِّ قَالَ لَمَّا وُلِيَ عُمَرُ قَالَ

لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اِقْضِ بَيْنَ النَّاسِ وَتَجَرَّدْ لِلْحَرْبِ

”یعنی جب عمر فاروق خلیفہ ہوئے ہیں اس وقت انہوں نے علی المرتضیٰؓ سے کہا کہ آپ لوگوں میں تنازعات کے فیصلہ کیجیے اور جنگی امور سے آپ علیحدگی اختیار کر لیں۔“

(سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی تحت باب ۳۳ ص ۶۳ طبع مصر)

(۶)۔۔۔ البدایہ لابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۸۱ تیرہ بحیری کے حالات میں لکھا ہے کہ:-  
 ”مفییہا ولی عمربن الخطاب یوم الثناء لثمان یقین من  
 جمادی الاخریٰ منها فوالی قضاء المدینة علی بن ابی طالب و  
 استناب علی الشام ابا عبیدة عامر بن عبد اللہ بن الجراح  
 الغھری الخ“

حاصل یہ ہے کہ ۳۱ جمادی الاخریٰ میں سے آٹھ یوم باقی تھے منگل کے دن حضرت عمرؓ خلیفہ مقرر ہوئے اور مدینہ طیبہ کا قاضی انہوں نے علی المرتضیٰ کو متعین فرمایا اور ملک شام کے لیے اپنا نائب مناب ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر فرمایا۔ (البدایہ لابن کثیر ص ۳۱، ج ۱، تحت ۳۱)

## خلاصہ المرام

(۱)

جس طرح فاروقی حکومت میں دیگر قاضی و منشی کام کر رہے تھے وہاں حضرت فاروق اعظمؓ کے نزدیک علی المرتضیٰ بہترین قاضی تھے اور عہدہ قضاء و افتاء میں ان کا خاص مقام تھا۔ اور شعبہ قراءت و تجوید میں ابی بن کعبؓ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خاص شعبہ قضاء و افتاء

کے ساتھ ایک مناسبت قائم تھی۔ وہ یہ کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے حق میں کلماتِ دعائیہ فرماتے تھے۔ یمن کے علاقہ کی طرف روانہ کرتے وقت ان کے لیے فرمایا کہ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَہٗ وَاهْدِ قَلْبَہٗ (البدایہ لابن کثیر بحوالہ مُسنَدِ مُحَمَّدٍ رَحْمَہٗمُ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ) یعنی اے اللہ ان کی زبان کو ثابت رکھنا اور ان کے دل کو ہدایت دینا۔ (ج ۵ ص ۱۰۷)

(۳۷)

تیسری یہ چیز واضح صورت میں عیاں ہو گئی ہے کہ ستیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ کے درمیان کوئی عداوت، بغض، عناد، تضاد، فساد وغیرہ ہرگز نہ تھا، نہ فاروقی خلافت سے قبل تھا نہ بعد میں تھا۔ ورنہ جن لوگوں کے طبائع میں پوشیدہ عداوت کارفرما ہوتی ہے اور ان کے سینے کینے سے پُربہوتے ہیں وہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے۔ ایک دوسرے کے قریب رہنا پسند نہیں کرتے۔ باہم مل کر بیٹھنا ان کے لیے دشوار ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کی ترقی اور خوشحالی ان کو ناگوار گزرتی ہے۔ یہاں معاملات ہی دوسرے ہیں۔ جو کچھ ہمیں شیعہ احنباب اور دشمنانِ صحابہ کرامؓ مخالفت کے حالات اور تنازع کے واقعات سناتے ہیں وہ سب ان چیزوں کے سراسر خلافت ہیں۔

ناظرین کرام اور بانصاف طبائع کی خدمت میں ہم گزارش کرتے ہیں کہ ان مندرجاتِ بالا کو پڑھ کر غور و فکر کریں۔ حق و انصاف کو سامنے رکھیں۔ جو بات حق نظر آئے اُس کی تائید فرمادیں۔ امید ہے صحیح چیز منجھی نہ رہے گی۔

## فاروقی عدالت میں مقدمات کی مرافعتہ

قبل ازیں ہم نے ذکر کیا ہے کہ فاروقی حکومت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور ان کی طرف پبلک کے تنازعات کی مرافعت ہوتی تھی جو باحضر علی رضی اللہ عنہ چیف جج کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

ناظرین کرام کی خدمت میں اب یہ ذکر کیا جاتا ہے جب حضرت علی المرتضیٰ کو خود کسی تنازعہ کا فیصلہ کرنے کی ضرورت پیش آتی تو وہ امیر المؤمنین عمر فاروق کی خدمت میں مراجعت کرتے (یعنی مقدمہ لے جاتے) اور ان سے فیصلہ طلب کرتے تھے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں کئی ایک واقعات حدیث و روایات کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف چند واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

## مُرافعہ کا ایک واقعہ

صحاحِ شریف کی کتابوں میں منقول ہے (اس کو اجمالاً کھا جاتا ہے) . . . . . کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت علیؑ دونوں نے اموال بنی نضیر و اموال فزے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں اپنا تنازعہ پیش کیا اور یہ تولیت و نگرانی و تصرف کے متعلق تنازعہ تھا۔ امیر المؤمنین عمرؓ نے فرمایا کہ اس جائیداد وغیرہ کو آپ لوگوں میں مالکانہ حقوق دے کر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس کی آمدنی و منافع آپ حضرات کے درمیان دُورِ نبوی کے دستور کے موافق تقسیم ہوتے رہیں گے اور باقاعدہ جاری رہیں گے۔ اگر تمہارے درمیان ان اموال کی نگرانی بھی قابلِ نزاع ہو رہی ہے تو یہ مجھے واپس کر دیں۔ میں خود نگرانی کا انتظام کروں گا اور اس کی آمدنی آپ لوگوں کو باقاعدہ حاصل ہوتی رہے گی۔

(۱) بخاری، ج ۱ ص ۲۳۵-۲۳۶ باب فرض الخمس (۲) بخاری ج ۲ ص ۸۰۶-۸۰۷

باب حبس الرجل قوت سنتہ علی اہلہ (۳) مسلم شریف ج ۲ ص ۸۱-باب حکم النبیؐ

## اس نوعیت کا ایک دُوسرا واقعہ

کتاب الآثار امام ابو یوسف اور کتاب الآثار امام محمد میں یہ مراجعت کا واقعہ مذکور ہے۔

عَنْ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ

أَبِي طَالِبٍ وَالثَّوْبِيِّ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا اخْتَصَمَا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

فِي مَوْلَى لِصَفِيَّةِ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَ عَلِيٌّ أَنَا عَصَبَةٌ  
عَمَّتِي وَأَنَا أَعْقِلُ عَنْ مَوْلَاهَا وَأَرِثُهُ ثُمَّ قَالَ الزُّبَيْرُ أُمِّي وَأَنَا أَرِثُ  
مَوْلَاهَا فَقَضَى عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِلزُّبَيْرِ بِالْمِيرَاثِ وَقَضَى بِالْعَقْلِ  
عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ۝

(۱) کتاب الآثار لمام ابی یوسف، باب الفرائض،

روایت ۴۵۷، طبع حیدرآباد دکن، ص ۱۷۱

(۲) کتاب الآثار لمام محمد، ص ۱۲۰، باب میراث المولیٰ

طبع انوار محمدی، لکھنؤ۔

مصنف عبد الرزاق اور سنن سعید بن منصور میں یہ واقعہ ذیل عبارت میں پایا گیا ہے۔

”..... سَعِيدٌ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ نَا عُبَيْدَةُ الصَّنْبِيُّ عَنْ

أَبِي هَيْمٍ قَالَ اخْتَصَمَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ إِلَى عُمَرَ فِي مَوْلَى صَفِيَّةَ فَقَالَ

عَلِيٌّ مَوْلَى عَمَّتِي وَأَنَا أَعْقِلُ عَنْهُ وَقَالَ الزُّبَيْرُ مَوْلَى أُمِّي وَأَنَا أَرِثُهُ

فَقَضَى عُمَرُ لِلزُّبَيْرِ بِالْمِيرَاثِ وَقَضَى عَلَى عَلِيٍّ بِالْمِيرَاثِ ۝“

(۱) المصنف لعبد الرزاق، ص ۲۵-۲۵، باب

میراث المرأة الخ، جلد ناسع۔

(۲) کتاب السنن سعید بن منصور الخ، سانی المکی المتوفی

۲۲۴ھ، القسم الاول من المجلد الثالث، باب الرجل۔

یعتق فیموت وتیرک وزتہ ص ۷۴، حدیث ۲۴۴

مجلس علمی کراچی، ڈابھیل۔

(۳) کنز العمال جلد ششم، ص ۷، کتاب الفرائض من

قسم الافعال۔

حوالہ جات بالا کا حاصل یہ ہے کہ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمتہ محترمہ (بھوپھی) صفیہ بنت عبد المطلب کا ایک خادم و غلام فوت ہو گیا (اس کے متروکہ مال و اموال) کے متعلق حضرت علیؑ اور زبیرؓ بن عوام کے درمیان تنازعہ ہو گیا۔ اس مقدمہ کو حضرت فاروق اعظمؓ کی عدالت میں لے گئے۔ حضرت علیؑ کہتے تھے کہ یہ میری بھوپھی کا خادم اور غلام تھا میں اپنی بھوپھی کے حق میں غصہ ہوں ان کی دیت و ضمانت ادا کرنا میرے ذمہ ہے لہذا میں زیادہ حقدار ہوں۔ اور زبیرؓ کہتے تھے کہ صفیہ میری ماں تھی۔ یہ میری ماں کا خادم تھا تو اس غلام کا میں جائز وارث ہوں۔ (دونوں فریقوں کے ان بیانات کے بعد) حضرت فاروقؓ نے اس تنازعہ کا فیصلہ یہ فرمایا کہ صفیہ کا بیٹا زبیرؓ اس مال کا حقدار ہے علیؑ المرتضیٰؑ اس کے حقدار نہیں ہیں (یہاں سے یہ مسئلہ چلتا ہے کہ قریب وارث کو بہ نسبت بعید وارث کے مقدم رکھا جاتا ہے)۔

## مندرجات کے فوائد

(۱)

— لوگوں کے لیے حضرت علی المرتضیٰ قاضی و منقحی ہوتے تھے اور ان کے اپنے تنازعات کے لیے عمر فاروق قاضی تھے، بلکہ قاضی القضاة تھے یعنی فاروق اعظمؓ عام پبلک کے مسائل کے فیصلے حضرت علیؑ کے سپرد کر دیتے تھے اور منضوی تنازعات کے فیصلے خود کرتے تھے۔ اس طریقہ سے بڑا عمدہ نظم قائم کیے ہوئے تھے۔

— نیز ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ کی عدالت بالکل برحق تھی تب ہی تو عند الضرورة حضرت علیؑ ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ورنہ علی المرتضیٰ (کتاب و سنت پر عامل ہونے کی وجہ سے) باطل عدالت کی طرف نہیں جاسکتے تھے! ورنہ ہی ظالم و جائر حاکموں سے

فیصلہ طلب کر سکتے تھے (جیسا کہ فروع کافی جلد سوم کتاب القضا یا والاحکام باب کراہتہ  
الارتفاع الی قضاة الجور، ج ۳ ص ۲۲۵، طبع کھنور پور درج ہے)۔

(۳)

جب عدالتِ فاروقی صحیح ہے تو خلافتِ فاروقی کی حقانیت میں کوئی شبہ نہ رہا۔  
اور فاروقی خلافت کی صداقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی۔

(۴)

اور یہ تمام واقعات بانگِ دہل بتلا رہے ہیں کہ فاروقِ اعظمؓ اور علی المرتضیٰ شہیدِ خدا  
رضی اللہ عنہما کی آپس میں محبت تھی، عداوت نہ تھی۔ شفقت تھی، نفرت نہ تھی، دوستی تھی،  
دشمنی نہ تھی، ان کے باہمی تعلقات بہترین قائم تھے کشیدہ خاطر بالکل نہ تھے۔  
باہمی تنازعات و مناقشات کی روایات کی حیثیت دروغِ بے فروغ سے زیادہ  
کچھ نہیں۔ ناظرین کرام یاد رکھیں۔

## تنبیہ

فصلِ ہذا کے آخر میں حضرت علیؓ کے دورِ خلافت کا اپنا طرزِ عمل ذکر کیا جاتا ہے۔  
اس پر فصلِ اول کا اختتام ہو گا۔ ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ اُمّ الولد یعنی وہ لوزدی  
جس سے مالک کی اولاد ہو، کی بیع اور فروخت کو حضرت علیؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں  
ناجائز کہتے تھے۔ بعد میں حضرت علیؓ کی اس بارے میں یہ رائے ٹھہری کہ یہ فروخت جائز  
ہے۔ پھر جب حضرت علیؓ کی اپنی خلافت کا دور آیا ہے اس وقت حضرت علیؓ کے ایک  
قاضی عبیدۃ السلمانی نے عند الضرورة آپ سے دریافت کیا کہ اُمّ ولد کی بیع کے سلسلے میں  
اب ہم کیا صورت اختیار کریں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان صادر فرمایا۔  
یہ بخاری شریف میں باسناد مذکور ہے۔



... عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي سَيْرِينَ عَنْ عُبَيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ  
عَلِيٍّ قَالَ إِقْضُوا كَمَا تَقْضُونَ فَإِنِّي أَكْرَهُ الْإِخْتِلَافَ حَتَّى يَكُونَ النَّاسُ  
جَمَاعَةً أَوْ أَمُوتَ كَمَا مَاتَ أَصْحَابِي ۝

”یعنی عبیدہ سلمانی حضرت علیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنے  
قضاة و عمال کو حکم دیا کہ جیسے تم پہلے فیصلے کیا کرتے تھے اسی طرح تم اب بھی  
فیصلے کیا کرو۔ میں دگنشتہ احباب و اصحاب کے ساتھ اختلاف کرنے کو  
انا پسند کرتا ہوں تاکہ لوگ اجتماعی شکل میں رہیں، یہاں تک کہ میری وفات  
ہو جائے، جیسا کہ میرے احباب و اصحاب (بغیر اختلاف کے اس عالم سے)  
رحلت کر گئے ہیں“ (بخاری شریف، جلد اول باب مناقب علی، ص ۵۲۶)  
قارئین کرام کو معلوم رہے کہ مصنف عبدالرزاق، جلد یازدہم، ص ۳۲۹ میں بھی حضرت  
علیؑ کا یہ قول باسناد منقول ہے۔

### فوائد

— یہ مرفضوی کلام اتم الولد کی بیع کے متعلق ہے کسی دوسرے مسئلہ کے متعلق نہیں ہے جیسا  
کہ شیعہ احباب اس کو کھینچ کر کہیں دوسری طرف لے جاتے ہیں۔

— یہ مرفضوی فرمان تفتیہ شریفیہ کے طور پر نہیں ہو سکتا کیونکہ اپنی حکومت اور اپنا راجح ہے  
اپنے قاضی و نجج ہیں۔

— یہ حضرات باہم صالح قلب، نیک دل، پاک طینت تھے۔ ضد، تعصب، ہٹ  
دھرمی سے مبرا تھے۔

— حضرت علیؑ کے لیے کسی مسئلہ میں رجوع کر لینا اور اپنی رائے کو واپس لے لینا عار  
نہیں تھا اور نہ ہی اس کو عقوبت جانتے تھے۔

— ہر مرحلہ پر ان حضرات کو حتی المقدور جماعتی اتحاد و اتفاق ملحوظ رہتا تھا۔ امتشاہ پھیلانا

اور اس کو ہوا دینا ان لوگوں کو ناپسند تھا۔

— کَمَا مَاتَ أَصْحَابِي رَيْبِي حَسَّ طَرَحَ مِيرے احباب ابو بکر و عمر و عثمان فوت ہوئے کے الفاظ سے اصل مضمون کی بڑی عمدہ تائید پائی جاتی ہے کہ یہ بزرگان دین ایک دوسرے کے فیصلہ جات کی قدر کرتے تھے اور رعایت فرماتے تھے۔ خلاف فیصلہ صادر کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔ باہم حبیب و رفیق تھے۔ ایک دوسرے کے معاند و مخالف نہ تھے۔

— پھر ان واقعات حقیقیہ کے ہوتے ہوئے دوستوں کا یہ کہنا کہ لڑائی اور فساد کے خطرہ کے پیش نظر حضرت علیؑ اس طرح کا جواب اپنے ساتلین کو دے دیتے تھے صحیح نہیں ہے۔ حضرت علیؑ کا ظاہر اور باطن دو طرح کا نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؑ کی زبان اور دل ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہو سکتے۔ مصلحت ہیں، ابن الوقت دفع الوقتی کرنے والے اور لوگ ہوا کرتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ شہرِ خدا کی شانِ شجاعت، شانِ صداقت، شانِ دیانت کے یہ چیزیں بر خلاف ہیں۔ حضرت مرتضیٰؑ کے اقوال و اعمال اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں۔ دُرُخِ رُوشِ اُو دُرُخِ پالسی پر ہرگز محمول نہیں ہیں۔

## فصل ثانی

### مسائل شرعیہ میں مشورے اور باہمی تعلقین

فصل ثانی میں یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا علی المرتضیٰ کے درمیان علمی مذاکرات جاری رہتے تھے۔ ایک دوسرے سے دینی مسائل کی دریافت ہوتی تھی۔

حضرت علیؓ خلافت میں چونکہ قاضی کے عہدہ پر فائز تھے اس بنا پر کئی مسائل فیصلہ کے لیے ان کے حوالہ کیے جاتے تھے۔ اور فرید بریں حضرت فاروق اعظمؓ پیش آمد گئی جدید مسائل میں اکابر صحابہ کرامؓ سے مشورے لیتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ کے مشورہ کو بہت دفعہ مصیب اور درست قرار دے کر اس پر عمل درآمد کا فیصلہ دے دیتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر ہم حدیث و روایات کی کتابوں سے چند ایک مسائل کو نقل کرتے ہیں۔

ان ہر دو بزرگوں کے درمیان علمی تعلقات کا استیعاب و استقصاء پیش نظر نہیں ہے۔ صرف چند علمی روابط ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان مندرجات سے بسہولت اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ بزرگان دین آپس میں شیر و شکر تھے۔ ان کے باہمی مراسم کس درجہ کے تھے؟ دینی معاملات میں متحد و متفق ہو کر کیسے نظام خلافت چلاتے تھے؟ ان ہر دو ہستیوں کے مابین کوئی انشقاق و التقابض ہو گزرنے تھا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (مومن باہم بھائی بھائی ہی ہوتے ہیں) کا پورا پورا نمونہ تھے۔ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنِهِمْ کے صحیح مصداق تھے۔

— آئندہ واقعات سے قبل یہ درج کیا جاتا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عمرؓ کے

درمیان علمی گفتگو ہوتی تھی۔ اس ضمن میں حضرت علیؓ کی طرف سے بعض دفعہ ناصحانہ اور خیر خواہانہ

کلمات بھی حضرت عمرؓ کے حق میں پائے جاتے ہیں۔ شیعہ علماء نے اس چیز کو نقل کیا ہے۔ یہ بات علمی روابط کے ساتھ ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی پر بھی دلالت کرتی ہے۔  
علمی گفتگو

سالم بن عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا مکالمہ ذکر کیا ہے جو علیہ السلام اور اولیاء البرہمہ اصنفہانی میں مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ درج ہے :-

..... عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ  
بِئْسَ الْخَطَّابُ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا رَبِّمَا شَهِدَتْ وَعِغْبَانَا  
وَرَبِّمَا عِنْتُ وَشَهِدْنَا فَهَلْ عِنْدَكَ عِلْمٌ بِالرَّجُلِ مَجِدَّتْ بِالْحَدِيثِ  
إِذَا نَسِيَهُ اسْتَذَكَّرَهُ فَقَالَ عَلِيُّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ الْقُلُوبِ قَلْبٌ إِلَّا وَلَهُ سَحَابَةٌ كَسَحَابَةِ الْقَبْرِ  
بَيْنَمَا الْقَبْرُ مُضِيئٌ إِذْ عَلَتْهُ سَحَابَةٌ فَأَظْلَمَ إِذْ تَجَلَّتْ عَنْهُ قَاضَاءُ  
وَبَيْنَمَا الرَّجُلُ مَجِدَّتْ إِذْ عَلَتْهُ سَحَابَةٌ فَانْسَى إِذْ تَجَلَّتْ عَنْهُ  
فَذَكَرَهُ

(حلیۃ الاولیاء لابن نعیم الاصفہانی، ج ۲ ص ۱۹۶)

تذکرہ سالم بن عبداللہ

حاصل یہ ہے کہ سالم نے اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو کہا کہ حضور نبی کریم علیہ السلام والتسلیم کے عہد مقدس میں آنحضرتؐ صلعم کی خدمت میں بعض اوقات آپ موجود رہتے اور ہم غائب اور غیر حاضر ہوتے تھے۔ بعض دفعہ آپ غیر حاضر ہوتے اور ہم خدمت میں موجود ہوتے تھے۔ ایسے شخص کے متعلق تمہارے ہاں کچھ علم ہے جس کو پہلے بات یاد تھی اس کو بیان کرتا تھا جب اس کو بھول گیا ہے تو اب اس کو یاد کرتا ہے۔

تو حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا  
 آپ فرماتے تھے کہ ہر آدمی کے قلب کی ایسی مثال ہے جیسے قمر بادل کے  
 تحت آجانے سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے اور جب وہ  
 بادل قمر سے ہٹ جاتا ہے تو قمر روشن ہو جاتا ہے اسی طرح انسان کے دل  
 پر جب گھٹاسی آجاتی ہے تو بھول جاتا ہے جب وہ گھٹا قلب سے الگ ہو  
 جاتی ہے تو انسان کو وہ چیز یاد آجاتی ہے۔“

ما صحاحہ کلمات

شیخی علماء نے ذکر کیا ہے کہ ایک بار حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ گفتگو فرماتے  
 ہوئے ان کو تین نصیحتیں فرمائی تھیں، عبارت ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

بِقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ  
 السَّلَامُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ثَلَاثٌ إِذَا تَدَارَتْ أَنْ حَفِظْتَهُنَّ وَعَمِلْتَهُنَّ بِهِنَّ  
 كَفْتُكَ مَا سِوَاهُنَّ فَإِنْ تَرَكْتَهُنَّ لَمْ يَنْفَعَكَ شَيْءٌ سِوَاهُنَّ  
 قَالَ وَمَا هُنَّ يَا أَبَا الْحَسَنِ - قَالَ إِقَامَةُ الْحُدُودِ عَلَى الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ  
 الْحُكْمُ بِكِتَابِ اللَّهِ فِي الرِّضَا وَالسُّخْطِ - وَالْقَسْمُ بِالْعَدْلِ بَيْنَ الْأَسْوَدِ  
 وَالْأَحْمَرِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لِعُمَرَ لَقَدْ أَوْجَدْتَ وَأَبْلَغْتَ“

”یعنی حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ تین چیزیں ہیں اگر ان کو آپ محفوظ کریں اور ان  
 پر عمل درآمد کریں تو یہ آپ کے لیے دیگر استیاء سے کفایت کریں گی اور چیزوں  
 کی حاجت نہ رہے گی۔ اور اگر آپ، ان کو ترک کر دیں گے تو ان کے سوا آپ کو  
 کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ اس وقت عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ بیان کیجیے وہ کیا  
 چیزیں ہیں؟ تو حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ ایک تو قریب و بعید سب لوگوں پر  
 اللہ کے حدود و قوانین جاری کیجیے! دوسرا یہ کہ کتاب اللہ کے موافق رضامندی

اور ناراضگی دونوں حالتوں میں یکساں حکم لگاتے ہیں۔ ایسا یہ کہ سیاہ و سفید ہر قسم کے آدمیوں میں حق و انصاف کے ساتھ تقسیم کیجیے! یہ کلامِ سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ آپ نے مختصر کلام کی مگر ابلاغ و تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔“

(۱) تاریخ یعقوبی شیعہ تحت ایامِ عمر، ج ۲، ص ۲۰۸، طبع جدید بیروتی۔  
(۲) تہذیب الاحکام للشیخ الطوسی الشیعہ، ج ۲، ص ۱۷۱، کتاب الفتن

باب آداب الحکام - طبع قدیم ایران۔

(۳) المناقب لابن شہر آشوب الشیعہ، ج ۲، ص ۱۲۰، فصل فی  
مسابقۃ بالحرزم وترك المداہنۃ طبع ہندوستان۔

## دینی مسائل میں مشاورت

ذیل میں کچھ ایسے مسائل ذکر کیے جاتے ہیں جن میں وقتاً فوقتاً ہر دو حضرات (سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ) کے درمیان مشورہ ہوا اور سیدنا حضرت عمرؓ نے اس پر عمل کیا۔ یہ واقعات ان بزرگوں کی باہمی مودت، دوستی، خیر خواہی اور اخلاص پر دلالت کرتے ہیں اور اصل مضمون پر کھلی شہادت پیش کرتے ہیں۔ صرف انصاف سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱)

### صدقہ کے بارہ میں مشورہ

مسند امام احمد مسند عمر بن الخطاب میں اہل شام کا ایک واقعہ درج ہے:  
”عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ حَارِثَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ  
الشَّامِ إِلَى عُمَرَ فَقَالُوا إِنَّا قَدْ أَصَبْنَا أَمْوَالًا وَخَيْلًا وَرَقِيًّا نَحْبُ أَنْ

يَكُونُ لَنَا فِيهَا زَكَاةٌ وَطَهْرٌ قَالَ مَا فَعَلْتُ صَاحِبًا قَبْلِي فَأَفْعَلُهُ وَ  
 اسْتَشَارَ اصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ  
 فَقَالَ عَلِيُّ هُوَ حَسَنٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ جِزِيَّةً رَأَيْتَهُ يُؤْخَذُونَ بِهَا مِنْ  
 بَعْدِكَ“ (۱) مُسْنَدُ إِمَامِ أَحْمَدِ مَعَ مَغْتِيبِ كُنُزِ مَسَانِيدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ -

ج ۱، ص ۱۴ - طبع مصر -

(۲) السُّنَنُ لِلدَّارِقُطَنِيِّ، ج ۱ ص ۲۱۹ - طبع انصاری دہلی

باب الحث علی اخراج الصدقة -

(۳) طحاوی سنن ج ۳۱ کتاب الزکوٰۃ باب الخلیل -

تھاثر کہتا ہے کہ اہل شام سے کچھ لوگ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے  
 کہنے لگے کہ ہمیں بہت سامان اور گھوڑے اور غلام دستیاب ہوتے ہیں ہم  
 چاہتے ہیں کہ اس میں سے زکوٰۃ ادا کریں جس سے طہارت مال ہوتی ہے۔ حضرت  
 عمرؓ نے کہا کہ مجھ سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ ایسی صورت میں  
 جو حکم دیتے تھے اس کے موافق حکم دیا جاتے گا۔ فاروق اعظمؓ نے اس امر  
 کے لیے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ علی بن ابی طالبؓ بھی موجود تھے۔ حضرت علیؓ  
 نے راتے دی ان اموال سے (وقتی طور پر) صدقہ ادا کر دیں تو اچھا ہے بشرطیکہ  
 آپ کے بعد ان پر یہ سالانہ ٹیکس کے طور پر لازم نہ کر دیا جائے“

(۲)

## وایت (خول بہا) کے مسئلہ میں مشورہ

کنز العمال میں مصنف عبد الرزاق کے حوالہ سے یہ واقعہ مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمادیں۔

”عن جِبْرِ بْنِ يَعْلَى يَخْبِرَانِ رَجُلًا أَنِّي يَعْلَى فَقَالَ هَذَا قَاتِلُ أَخِي“

فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ فُجِدَّ عَنْهُ بِالسَّيْفِ حَتَّى رَأَى أَنَّكَ قَتَلْتَهُ وَبِهِ رَمَقٌ فَأَخَذَهُ  
 أَهْلُهُ فَذَا وَرُءَا حَتَّى بَرِيءٌ فِجَامَ يَعْلَى فَقَالَ قَاتِلْ أَخِي فَقَالَ أَوْلَيْسَ  
 قَدْ دَفَعْتَهُ إِلَيْكَ فَأَخْبَرَهُ خَبْرَهُ فَدَعَا يَعْلَى فَإِذَا هُوَ قَدْ شَلَّلَ فَحَسِبَ  
 جُورُوحَهُ فَوُجِدَ فِيهِ الرِّيبَةُ فَقَالَ لَهُ يَعْلَى إِنْ شِئْتَ فَادْفَعْ إِلَيْهِ  
 دِيْنَتَهُ وَاقْتُلْهُ وَإِلَّا فَدَعْهُ فَلِحَقِّ بَعْضِهِمْ فَاسْتَعْدَى عَلَى يَعْلَى أَنْكَتَبَ  
 عُمَرَ إِلَى يَعْلَى أَنْ أَقْدِمْ عَلَيَّ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَأَخْبَرَهُ الْخَبْرَ فَاسْتَشَادَ  
 عُمَرُ عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَأَشَامَرَ عَلَيْهِ بِمَا قَضَى بِهِ يَعْلَى فَاتَّفَقَ  
 عَلَيَّ وَعُمَرُ عَلَى قَضَائِ يَعْلَى أَنْ يُدْفَعَ إِلَيْهِ الدِّيَّةُ وَيُقْتَلَهُ أَوْ  
 يَدَعَهُ فَلَا يَقْتُلُهُ وَقَالَ عُمَرُ لِيَعْلَى إِنَّكَ لَتَقَاضِي وَرَدَّكَ عَلَى عَمَلِهِ ۚ

(۱) المصنف لعبد الزراق، ج ۹، ص ۴۳۲۔

(۲) کنز العمال، ج ۷، ص ۳۰۰۔ روایت ۳۴۸۱۔

طبع اول قدیم۔

”ایک شخص (حضرت عمرؓ کے قاضی) یعلیٰ نامی کے پاس آکر کہنے لگا کہ یہ آدمی  
 میرے بھائی کا قاتل ہے۔ قاضی یعلیٰ نے اس شخص کو مدعی کے حوالے کر دیا۔ مدعی  
 نے اس آدمی کو تلوار سے وار کر کے کاٹ ڈالا اور خیال کیا کہ یہ اب قتل ہو چکا  
 ہے۔ اس کے آخری سانس تھے۔ مجروح کو اس کے وارثوں نے اٹھالیا۔ علاج  
 و معالجہ کیا وہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر مدعی (مذکور) نے قاضی یعلیٰ کے پاس آکر مدعی  
 کر دیا) کہا کہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے تو قاضی موصوف نے جواب دیا کہ میں  
 نے اس کو تیرے حوالہ نہیں کر دیا تھا؛ اس نے کہا کہ میں نے وار کیے لیکن یہ  
 علاج سے پھر درست ہو گیا ہے) تو قاضی یعلیٰ نے مدعا علیہ کو بلایا۔ اس کے  
 بازو شل (اور بیکار) ہو چکے تھے۔ قاضی یعلیٰ نے اس کے زہر شمار کیے (جو اس کو



مدعی کے وار کرنے سے ہوتے تھے) ان پر شرعاً دیت اور تاوان ادا کرنا لازم ہوتا تھا۔ قاضی نے کہا کہ تیرے لیے دو صورتیں ہیں، یا تو ان زخموں کے عوضانہ میں تو اس مجروح کو تاوان ادا کر دے اور قتل کر لے، یا پھر اس کو بالکل چھوڑ دے یعنی تو اپنے خیال میں قاتلانہ وار کر کے بدلہ لے چکا ہے لیکن یہ قدرۃً بچ گیا ہے۔ اس کے بعد اس مدعی نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر واقعہ بتا بیان کر کے قاضی مذکورہ کی شکایت کی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے قاضی مذکور کو بلایا وہ حاضر ہوا فیصلہ کی تفصیلات اُس نے دوہراتیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے قاضی نبیلی کے فیصلہ کی موافقت کی۔ پھر حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ دونوں بزرگوں نے اس فیصلہ پر اتفاق کرتے ہوئے درست قرار دیا کہ اگر ان زخموں کا تاوان ادا کرے تب تو قاتلانہ وار کر سکتا ہے ورنہ اس کو چھوڑ دے) حضرت عمرؓ نے قاضی نبیلی کو اس کے صحیح فیصلہ کی بنا پر بدستور قاضی مقرر رکھا۔

(۳)

## مجبور عورت کے حق میں مشورہ

..... عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عِبَادَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّلَمِيِّ قَالَ أَتَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بِامْرَأَةٍ جَهْدَهَا الْعَطَشُ فَسَرَّتْ عَلِيًّا دَاعٍ فَاسْتَفْتَتْ فَأَبَى أَنْ يَسْقِيَهَا إِلَّا أَنْ تَمَكَّنَهُ مِنْ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ فَشَاوَرْنَا النَّاسَ فِي رَجِيمِهَا فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هَذِهِ مُضْطَرَّةٌ أَرَى أَنْ تُخَلِّيَ سَبِيلَهَا فَفَعَلَ ۚ

السنن الكبرى للبيهقي، ج ۸، ص ۲۳۶۔

کتاب الحدود۔ باب من زنى امرأة متكررا

» یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عورت کا قصہ پیش ہوا جو شدتِ پیاس کی وجہ سے ایک چرواہا کے پاس گئی پانی طلب کیا۔ اس نے پانی دینے سے انکار کیا مگر اس صورت میں کہ وہ عورت اس کو بد فعلی کرنے دے (تب پانی ملے گا) عورت نے مجبور ہو کر یہ فعل کرنے دیا۔ اس مسئلہ کے لیے حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا حضرت علیؓ نے راتے دی کہ یہ عورت مجبور ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ پس حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کا مشورہ قبول کرتے ہوئے اس کو سزا نہ دی اور چھوڑ دیا۔

واضح رہے کہ یہ واقعہ کتاب سنن سعید بن منصور المکی الخراسانی جلد ثانی صفحہ ۷۲ میں مذکور ہے۔ اور مُصَنَّف عبد الرزاق، جلد چہارم صفحہ ۱۰۸ میں موجود ہے۔

(۴)

## بد فعلی کی سزا میں مشاوت

یہ واقعہ شیعہ علماء نے کتاب الحدود۔ باب الحدنی اللواط میں درج کیا ہے یہاں فروع کافی کی عبارت پیش کی جاتی ہے :-

»..... قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ وَجَدَ رَجُلًا مَعَ رَجُلٍ فِي أَمَارَةٍ عُمَرُ فَهَرَبَ أَحَدُهُمَا وَأَخَذَ الْأُخْرَى فَمَجَى بِهِ إِلَى عُمَرَ فَقَالَ لِلتَّاسِ مَا تَرَوْنَ قَالَ فَقَالَ هَذَا إِصْنَعُ كَذَا وَقَالَ هَذَا إِصْنَعُ كَذَا. قَالَ فَقَالَ مَا تَقُولُ يَا أَبَا الْحَسَنِ! قَالَ إِضْرِبْ عُنُقَهُ فَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ ثُمَّ أَرَادَهُ أَنْ يَحْمِلَهُ فَقَالَ مَهْ إِنَّهُ قَدْ بَقِيَ مِنْ حُدُودِهِ شَيْءٌ قَالَ أَيُّ شَيْءٍ بَقِيَ؟

قَالَ أَدْعُ بِحَطَبٍ قَالَ فَدَعَا عُمَرَ بِحَطَبٍ فَأَمَرَهُ بِهٖ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَحْرَقَهُ بِهِۦ

(۱) الفروع من الكافي، جلد ثالث ص ۱۰۹ محمد بن  
يعقوب كليني رازي، شيعي۔

کتاب الحدود۔ باب الحد فی اللواط۔ طبع مکتبہ۔

(۲) الاستبصار للشيخ ابى جعفر الطوسي الشيعي۔

کتاب الحدود۔ باب الحد فی اللواط، ج ۲ ص ۳۰۶۔ طبع مکتبہ۔

« امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ عمر بن الخطاب کی خلافت کے زمانہ میں  
ایک مرد نے دوسرے مرد کے ساتھ بد فعلی کی۔ ایک فرار ہو گیا دوسرا گرفتار  
ہوا۔ عمر بن الخطاب کی خدمت میں لایا گیا، عمر بن الخطاب نے حاضر لوگوں سے  
اس کی سزا دریافت کی۔ بعض نے کہا اس طرح کریں، دوسروں نے کہا اس طرح  
سزا دیں۔ عمر بن الخطاب نے علی بن ابی طالب سے دریافت کیا اے ابوالحسن!  
آپ کی کیا راستے ہے؟ علی المرتضیٰ نے کہا کہ اس کی گردن اڑا دیں۔ گردن مار  
دی گئی۔ لاش اٹھانے لگے تو علی المرتضیٰ نے کہا ٹھیرے ابھی کچھ (سزا) باقی  
ہے عمر بن الخطاب نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے؟ علی بن ابی طالب نے کہا اس کو  
جلانے کے لیے لکڑی منگائیے پھر حکم دیا کہ اس کو جلا دو۔ چنانچہ وہ جلا  
دیا گیا۔»

(۵)

## شراب خوری کی سزا کے متعلق مشورہ

« . . . عن ابن دبرة قال أرسلني خالد بن الوليد إلى عمرؓ

فَأَتَيْتُهُ وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرِوٍ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ  
وَالزُّبَيْرُ وَهُمْ مَعَهُ مُتَكِبُونَ فِي الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ إِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ  
أَمْرَسَنِي إِلَيْكَ وَهُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ أَنْهَكُوا  
فِي الْخَمْرِ وَتَخَافُوا الْعُسُوبَةَ فِيهِ فَقَالَ عَمَّرُهُمْ هَذَا عِنْدَكَ  
فَسَلِمُوا فَقَالَ عَلِيٌّ نَرَاهُ إِذَا سَكَرَ هَدَى وَإِذَا هَدَى انْفَتَرَى وَعَلَى  
الْمُفْتَرَى ثَمَانِينَ فَقَالَ أَبْلِغْ صَاحِبَكَ مَا قَالَ - قَالَ فَجَلَدَ خَالِدٌ  
ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَجَلَدَ عَمَّرَ ثَمَانِينَ ۝

(۱) السنن للدارقطني، ج ۲، ص ۳۵۴-۳۵۸ مع التعليق المغني،

طبع دہلی تحت مسائل حدود۔

(۲) المستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۳۷۵۔ کتاب الحدود۔

طبع حیدرآباد دکن۔

(۳) مؤطا امام مالک، ما جاء في الحد في النحر، ص ۳۵، طبع دہلی

(۴) طحاوی شرح معانی الآثار، ج ۲، ص ۸۸۔ کتاب الحدود۔

(۵) کنز العمال، جلد ۳، ص ۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲۔ بحوالہ ابن جریر

بیہقی و عبد الرزاق وغیرہ۔ طبع اول قدیم دائرۃ المعارف

حیدرآباد دکن۔ کتاب الحدود۔ حد النحر۔

(۶) المصنف لعبد الرزاق، ج ۷، ص ۳۷۸۔ طبع بیروت (حد النحر)

ابن و برہ کہتا ہے کہ مجھے خالد بن ولید نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

ایک مسئلہ کی خاطر روانہ کیا۔ میں حضرت عمرؓ کے ہاں پہنچا تو ان کے پاس عثمانؓ

بن عفان، عبد الرحمن بن عوف، علی بن ابی طالب، طلحہ بن عبید اللہ و زبیر بن

بن العوام مسجد (نبوی) میں موجود تھے۔ میں نے حاضر ہو کر کہا کہ مجھے خالد

بن ولید نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ وہ سلام کہتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ لوگ شراب خوری میں مہلک ہو رہے ہیں (موجودہ مجوزہ) سزا کو معمولی سمجھنے لگے ہیں۔ حضرت فاروق نے حالات سن کر فرمایا کہ یہ حضرات عثمان، عبدالرحمن، علی المرتضیٰ وغیرہم تیرے سامنے موجود ہیں ان سے دریافت کر لے کہ کس طرح کرنا چاہیے، حضرت علی نے کہا کہ ہماری راتے یہ ہے کہ انسان جس وقت شراب پی کر بدست ہو جاتا ہے تو کبوا اس بکتا ہے۔ کبوا اس بکنے کی حالت میں لوگوں پر بہتان تراشی کرتا ہے اور بہتان باندھنے کی سزا اسی درے لگانا ہے لہذا شراب خور کی سزا بھی اسی درے مقرر کرنی چاہیے۔ حضرت عمر نے شراب خور کی سزا اسی درے ٹھہرا دی۔ پھر خالد بن ولید نے یہی سزا دی اور حضرت عمر نے بعد میں شراب خوری کی حد یہی مقرر رکھی۔

(۶)

تفسیر کے متعلق مشورہ اور سابق نے تیسری بار سزا کیا ہو تو اس کے بارے میں بھی حضرت عمر نے صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد حضرت علی کی راتے سے اتفاق کیا یعنی سابق کا حبس دوم کیا جاتے۔ ملاحظہ ہو: علاء الدین ابن ترکمانی کی الجوهر النقی علی سنن البیہقی، جلد ۸ ص ۲۵- عبارت اس طرح ہے: **اِنَّ عُمَرَ اسْتَشَارَهُمْ فِي سَارِقٍ فَاَجْمَعُوا عَلٰی مِثْلِ قَوْلِ عَلِيٍّ**

تنبیہ

یاد رہے کہ شیعہ علماء نے بھی یہ چیز ذکر کی ہے کہ پہلے پہلے شراب کی سزا اور حد قلیل تھی۔ **ثُمَّ لَمَّا بَدَّلَ النَّاسُ بِيَزِيدٍ وَنَحْوِهَا وَقَفَّ عَلٰی ثَمَانَيْنِ اَشَارِيذَ الْبَدَنِ** **عَلِيٍّ عَلٰی عُمَرَ فَوَضِعِي بِنَا**۔ (شراب کی سزا کو) لوگ بڑھاتے رہے حتیٰ کہ ہشتاد (اسی) درے تک پہنچی۔ اسی درے کی سزا کے لیے حضرت علی نے حضرت عمر کو اشارہ کیا تھا، پس انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔

دکتاب فروع کافی، باب ما یحب فیہ من الحد من الشراب

ج ۳ ص ۱۱۷ - طبع نول کشور کھنوا

یہ روایت فروع کافی کے علاوہ دیگر کتب شیعہ میں بھی دستیاب ہوتی ہے۔ ہم نے

بلوچستان میں اتنا ذکر کر دینا کافی خیال کیا ہے۔

## فصل ہذا کے فوائد

۱۔ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ کے درمیان علمی گفتگو ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کے حق میں ناصحانہ کلمات اور خیر خواہی کے جملے کہتے تھے۔

۲۔ حل مسائل کے لیے بعض اوقات آپس میں مشاورت ہوتی تھی۔ پھر طے شدہ تجاویز پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ گویا قرآن مجید میں جو مومنوں کی صفت **وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ** (باہم مشورے سے ان کے معاملات طے ہوتے ہیں) بیان فرمائی گئی ہے، یہ حضرات پوری طرح اس کے محمل و مصداق تھے۔

یہ تمام واقعات اس چیز پر شاہد ہیں کہ ان بزرگان دین اور اکابرین امت کے درمیان مواساتہ اور محبت و مودتہ موجود تھی۔ کسی قسم کی مخالفت و معاندت اور منافرت بالکل نہ تھی۔

## رفع اشتباہ

## جمع ہتباہ

جب حضرت علی المرتضیٰ اور سیدنا عمر فاروق کے باہمی مسائل میں تبادلہ خیالات و علمی تذکرے اور دینی مسائل میں مشورے، علمی گفتگو وغیرہ واقعات بیان کیے جاتے ہیں تو اس وقت مخالفین صحابہ کرام ان تمام چیزوں کو حضرت عمر کی لاعلمی پر محمول کرنے لگتے

ہیں اور ان کی دینی مسائل میں ناواقفی اور نااہلیت کا پردہ پگنڈہ شروع کر دیتے ہیں جو درحقیقت امت کے خلاف ہے اور سراسر کج فہمی پر مبنی ہے۔

جن لوگوں کو ان کی تصانیف دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس طریق کار سے خوب واقف ہیں، ان بزرگوں نے فاروقی نطاعن کے لیے مستقل ابواب و فصول مرتب کیے ہوئے ہیں وہاں حضرت مرتضیٰ کا بہ نسبت حضرت فاروق کے علمی تفوق و برتری ثابت کرتے ہوئے یہ بحث شروع کر دیتے ہیں۔

کتاب فہک النجاة "جلد اول باب چہارم" آئینہ مذہب سنی وغیرہ ملاحظہ فرمادیں تو اُمید ہے ان گذارشات کی تصدیق ہو جائے گی۔ یہ کتابیں ہمارے ضلع جھنگ کے شیعہ احباب کی تالیفات ہیں۔

معرض دوستوں کے شبہات کو رفع کرنے اور ان کو اطمینان دلانے کے لیے چند ایک مسائل اور واقعات پیش کیے جاتے ہیں ان میں حضرت علی المرتضیٰ نے بعض مواضع میں توصاف طور پر اپنی علمی کا اظہار فرمایا ہے۔

اور بعض مواقع میں حضرت علی کے سوا دیگر صحابہ کا مسئلہ درست تھا اور حضرت علی کا عمل اس مسئلہ میں صحیح نہیں تھا۔ یہ بات حضرت علی کے اقرار کے ذریعہ ثابت ہوتی۔ اور کئی مسائل میں اس طرح ہوا کہ اس مسئلہ میں حضرت علی کی پہلے رائے ایک طرح تھی اور اس پر عمل درآمد کرنا ٹھیک قرار دیتے تھے لیکن بعد میں ان کی رائے بدل گئی اور اس قول سے رجوع کر لیا۔ یعنی اپنے قول کو متروک فرما کر دوسرے صحابہ کرام کے قول کی موافقت کر لی اور اس کی وجہ سے کوئی انقباض و اعتراض نہیں فرمایا۔

اب ان مندرجات پر چند حوالہ جات مختصراً نقل کیے جاتے ہیں توجہ کے ساتھ ملاحظہ

(۱)

فرمادیں :-

سب سے پہلے بیچ البلاغہ سے حضرت علی المرتضیٰ کا کلام ملاحظہ فرمادیں۔ فرماتے ہیں :-

..... فَلَا تُكْفَرُوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقِّ أَوْ مَشُورَةٍ لِجَدَلٍ فَإِنِّي

كُنتُ فِي نَفْسِي بِفَوْقٍ أَنْ أُخْطِئَ وَلَا أَمَنْ ذَلِكَ مِنْ فِعْلِي إِلَّا أَنْ  
يَكْفِيَ اللَّهُ مِنْ نَفْسِي مَا هُوَ أَمْلِكُ بِهِ مِنِّي“

(ریح البلاغہ، ج ۱ صفحہ ۴۶۶ خطبہ علیہ السلام لصفین)

»یعنی (اے مخاطبین) حق بات کہنے اور انصاف کا مشورہ دینے سے

مست رکو، کیونکہ میں اپنی جگہ خطا کرنے سے بالاتر نہیں ہوں، اور میں اپنے  
فعل میں غلطی سے بے خوف نہیں ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری کفایت کر لے

جو مجھ سے زیادہ قدرت والا ہے۔“

دکتر العمال میں بحوالہ ابن جریر و ابن عبد البر حضرت علیؑ سے منقول ہے

”عن محمد بن کعب قال سأل رجلاً علياً عن مسألة فقال

فيها فقال الرجل ليس هكذا ولكن كذا وكذا قال أصبت وأخطأت

وفوق كل ذي علم عليم“

مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؑ سے مسئلہ دریافت کیا۔

حضرت علیؑ نے جواب دیا۔ وہ کہنے لگا کہ اس طرح مسئلہ نہیں بلکہ اس طرح ہے

(جواب سُنکر) حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تو نے مسئلہ ٹھیک کہا ہے اور میں

چوک گیا ہوں۔ ہر علم والے سے دوسرا زیادہ عالم ہو سکتا ہے۔ (دکتر العمال ج ۵،

صلح جناب فی آداب العلم والعلماء، طبع اول۔

(۲)

عن ربيعة بن دسر الجعفي قال سأل علياً صلى الله عليه وسلم بعد العصر ركعتين

فتغيط عليه عمرو وقال أما علمت أن رسول الله صلى الله عليه

وسلم كان بينهما ناعتهما“

(۱) المصنف لعبد الرزاق، ج ۲، ص ۴۳۰، مجلس علمی



(۲) مسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۷۱ تحت مسند ابی عمر

معدہ منتخب کمنز۔

حاصل یہ ہے (مکہ کے راستہ میں) ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ نے عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھے تو حضرت عمرؓ حضرت علیؓ پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے ہمیں منع فرماتے تھے۔“

« عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا ارْتَدُّوا مِنَ الْإِسْلَامِ فَبَلَغَهُ ذَلِكَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ أَنَا لَقَتَلْتُهُمْ بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَأَقْتُلُوهُ وَلَعْنًا كُنْ لَأَحْرِقَهُمْ لِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُعَذِّبُوا بَعْدَابِ اللَّهِ - فَبَلَغَهُ ذَلِكَ فَقَالَ صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ - هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

۱- (جامع الترمذی، ابواب الحدود - باب ما جاء فی الرد، ص ۲۳۰-۲۳۶)

مطبع مجتہبائی (دہلی)

۲- مسند حمیدی ص ۲۲۴-۲۲۵ ج اول روایت ۵۲۳-

« یعنی عکرمہ (تابعی جو ابن عباسؓ کا شاگرد ہے) کہتا ہے کہ ایک قوم مرتد ہو گئی۔ ان کو حضرت علیؓ نے آگ میں جلا دیا جب اس چیز کی عبد اللہ بن عباسؓ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ان کو سزا دیتا تو قتل کر دیتا اس لیے کہ فرمان نبویؐ اس طرح ہے جو شخص اپنا دین اسلام چھوڑ دے اس کو قتل کر دو میں آگ میں نہ جلاتا اس لیے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ کا عذاب نہ دیا کرو۔ جب یہ خبر حضرت علیؓ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عباسؓ نے سچ فرمایا ہے۔“

اور متعدد مسائل ایسے ہیں جن میں حضرت علیؓ نے اپنی رائے ترک کر دی۔ مثلاً:

(۱)۔ امہات الاولاد جن لوڈیوں سے انسان کی اولاد ہو چکی ہو اس کے فروخت کے مسئلہ میں۔ حضرت عمرؓ اس فروخت کو منع کرتے تھے اور حضرت علیؓ اس کے جواز کے قائل تھے حضرت علی المرتضیٰؑ کے اپنے قاضی عبیدہ سلمانی نے ان سے عرض کیا کہ اس مسئلہ میں آپکی جگہ کا نہ رائے سے جماعتی رائے بہنیں یاد رکھیں (جو عمر بن الخطابؓ کی تحقیق ہے)۔

— چنانچہ خلافت مرتضوی کے دور میں قاضی عبیدہ مذکور فاروق اعظمؓ کے فرمان کے مطابق عمل درآمد کرتے تھے اور حضرت علیؓ اس مسئلہ میں اپنی رائے ترک کر کے قاضی مذکور کو فرمایا کرتے تھے اِقْتَضُوا كَمَا كُنْتُمْ تَقْتَضُونَ الخ یعنی اس بارے میں تم اسی طرح فیصلہ کرو جس طرح پہلے کیا کرتے تھے۔“

(۱) بخاری شریف، ج ۱ ص ۵۲۶۔ باب مناقب علیؓ

(۲) کتاب المغنی للقاضی عبد الجبار المعتزلی، ص ۱۸

(۳) منہاج السنہ لابن تیمیہ الحرانی، ج ۳، ص ۱۵۶۔

(۲)۔ حضرت علی بن ابی طالب، جد مع الاخوة (دادا کے ساتھ میت کے بھائی) کی صورت میں دادا کو ثلث (۱/۳) دینے کے قائل تھے پھر آپ نے دوسرے صحابہ کرام کے موافق سدس یعنی چھٹا حصہ دینا اختیار فرمایا اور سابق قول کو ترک فرما دیا۔“

(۱) کتاب المغنی للقاضی عبد الجبار المعتزلی، ص ۱۸

(۲) منہاج السنہ لابن تیمیہ الحرانی، ج ۳، ص ۱۵۶

(۳) دور نبوت میں حضرت مرتضیٰؑ نے دختر ابی جہل کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ جناب رسالتؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات پر سخت ناراض ہو گئے تو حضرت علیؓ کو یہ خیال ترک کرنا پڑا۔“ (۱) بخاری شریف، ج ۱ ص ۴۳۸ کتاب الجہاد، باب ما ذکر من روع ابی و

عصاه و سفینه۔ طبع نور محمدی، دہلی۔

(۲) بخاری، ج ۱ ص ۵۲۸۔ کتاب المناقب، باب ذکر اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ طبع نور محمدی، دہلی۔

— اس نوعیت کے کئی مسائل کتب میں منقول ہیں۔ یہ صرف چند ایک واقعات منصف مزاج لوگوں کے غور و فکر کرنے کی خاطر پیش خدمت کر دیے ہیں۔

— ان تمام چیزوں پر منصفانہ نظر کرنے سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ بعض مسائل میں لاعلمی کا اظہار کرنا، اور واقعات میں خطا کرنا، اپنی تحقیق کو ترک کر کے دوسروں کے قول کو اختیار کرنا وغیرہ کوئی نقص و عیب کی بات نہیں اور قابل تنقید فعل نہیں ہے۔ اگر یہ چیزیں قابل اعتراض ہیں تو دونوں طرف پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی خامی و اعتراض کی چیز نہیں تو دونوں جانب نہ ہونگی۔ تھوڑا سا انصاف سے کام لیا جائے تو یہ مسئلے جلد تر حل ہو سکتے ہیں۔ کسی سوال و جواب کی حاجت نہیں رہتی۔

## انتباہ

اس مقام میں یہ چیز قابل وضاحت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت کے مسائل اور واقعات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کا اتباع کیا اور اپنی حکومت کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کوئی دوسری راہ نہیں اختیار کی اور نہ ہی کوئی الگ قوانین سلطنت مرتب کیے نہ علیحدہ کوئی آئین تجویز کیا نہ دستور میں کوئی تبدیلی کی بلکہ فاروقی دستور اور فیصلہ اور کی تابعداری کرتے رہے اور انہی کے قواعد کی روشنی میں اپنا تمام انتظام خلافت قائم رکھا۔

اس چیز کو اکابر علماء امت نے اپنی تصانیف میں تصریحاً ذکر کیا ہے۔  
علامہ ابن رجب حنبلی اپنی تصنیف جامع العلوم والحکم فی شرح خمیسین حدیثا میں فرماتے ہیں کہ:

«..... وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَتَّبِعُ قَضَايَاهُ وَأَحْكَامَهُ وَ

يَقُولُ إِنَّ عُمَرَ كَانَ رَسُولَ الْأَمْرِ»

(جامع العلوم والحکم، ص ۲۵۰۔ الطبعة الرابعة، بیروت)

زین الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین بن

رجب الحنبلی البغدادی من علماء القرن الثامن،

یعنی حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کے (فیصلہ شدہ) امور و احکام کی اتباع کرتے تھے اور

اور فرماتے تھے کہ حضرت عمرؓ درست معاملہ کرنے والے اور صحیح فیصلہ کنندہ تھے۔

— نیز چند حوالہ جات قبل ازیں (حصہ فاروقی، ہذا) کے باب اول، فصل ثانی (تحت عنوان

چہارم) درج کیے جا چکے ہیں۔ جن سے مسئلہ بالا کی تائید ہوتی ہے اور مضمون ہذا

کی تصدیق ہوتی ہے۔ بطور یاد دہانی کے ان میں سے یہاں مختصراً درج کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ مثلاً شریک زبیدی سے نقل کرتا ہے اور حضرت زبیدی کا بھی یہ قول ہے کہ:

”ان علیاً کان یشبہ بعمر فی السیرۃ“

(۱) کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم، ص ۲۴۔ طبع مصر

(۲) ریاض النضرۃ محب الطبری، جلد ثانی، ج ۲، ص ۸۵

فصل فیما رواہ علیؑ فی فضل عمرؓ۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؑ کی سیرۃ (یعنی عملی نظام) حضرت عمرؓ کے (نظام) کے

مشابہ و مطابق تھا۔

(۲)۔ اور سیدنا محمد باقرؑ مسئلہ خمس کے بارے میں تصریحاً فرماتے ہیں:

— عن ابی جعفر قال سَلَكَ عَلِيٌّ بِالْخُمْسِ طَرِيقَهُمَا —

(المصنّف لعبد الرزاق جلد خامس، ج ۵، ص ۲۴)

باب ذکر الخمس... الخ

— قَالَ رَابِعُ جَعْفَرٍ سَلَكَ بِهِ وَاللَّهِ سَبِيلَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ —

(شرح معانی الآثار للطحاوی، ج ۲، ص ۱۳۵۔ جلد ثانی۔ باب سہم ذوی القربیٰ طبع دہلی)

خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ:  
 « اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت علی المرتضیٰؑ نے خمس کے بارے میں ابو بکر الصدیق  
 اور عمر بن الخطابؓ کا راستہ اختیار کیا (یعنی اپنا کوئی الگ دستور نہیں چلایا)  
 (۳) - حضرت سیدنا حسن بن علیؑ کا فرمان منقول ہے کہ  
 — لَا اَعْلَمُ عَلِيًّا خَالَفَ عُمَرَ وَلَا غَيْرَ شَيْئًا مِمَّا صَنَعَ حِينَ  
 قَدِمَ الْكُوفَةَ «

(ریاض النضرہ لمحِب الطبری، ج ۲ ص ۸۵ - فصل فیما  
 رواہ علی فی فضل عمرؓ الخ)

یعنی حسن بن علی المرتضیٰؑ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ جب سے کوفہ تشریف  
 لائے تو مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے (کسی معاملہ میں) عمر بن الخطابؓ کی مخالفت  
 کی ہو یا ان کے کسی کام میں تغیر پیدا کر دیا ہو۔  
 (۴) حضرت علیؑ کے معتمد شاگرد عبد خیر سے مروی ہے کہ  
 « سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ اِنَّ عُمَرَ كَانَ مُوَفَّقًا رَسِيْدًا فِي الْاُمُوْرِ وَاللّٰهُ  
 لَا اَغْيَبُوْا شَيْئًا صَنَعَهُ عُمَرُ «

(۱) تاریخ کبیر امام بخاری، ج ۴ ص ۲ - ص ۱۴۵ -

(۲) کتاب الخراج لمیحیٰ ابن آدم، ص ۲۳ - طبع مصر

عبد خیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ عمر بن  
 الخطابؓ بہتر توفیق دیئے گئے تھے اور امور (خلافت) میں صحیح و درست  
 فیصلہ کرنے والے تھے اللہ کی قسم جو کام عمر بن الخطابؓ نے کر دیئے ہیں میں  
 نہیں تبدیل کروں گا -

(۵) علامہ شعبی کا قول ہے کہ:

قَالَ قَالَ عَلِيُّ حِينَ قَدِمَ الْكُوفَةَ مَا كُنْتُ لِأَحِلُّ عُنُقَهُ شَدَّهَا عُمَرُ.

(۱) کتاب الخراج بحی بن آدم ص ۲۴ طبع مصری

(۲) کتاب الاموال لابن عبید، ص ۳۲۲ طبع مصر

(۳) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۳ ج ۱۲ - کتاب

الفضائل - ما ذکر فی فضل عمر بن خطابؓ

”یعنی حضرت علی جب کوفہ میں تشریف لائے تو فرمایا کہ جو گرہ عمرؓ نے لگا

دی میں اس کو نہیں کھولوں گا“ (جو کام عمرؓ نے سرانجام دیتے ہیں ان میں تبدیلی

نہیں کروں گا)۔

## خلاصہ المرام

یہ ہے کہ صرف یہ چند ایک مندرجات انصاف پسند طبائع کے غور و فکر کے لیے پیش کر دیتے ہیں ورنہ اس نوعیت کے کسی عنوانات کتابوں میں موجود ہیں۔ ان سے یہ مسئلہ بالکل عیاں ہو رہا ہے کہ

(۱) حضرت علی بن طالبؓ اپنے دورِ خلافت میں فاروقی نظامِ خلافت کا اتباع کرتے تھے اور فاروقی فیصلہ شدہ احکامات و قضایا کی تابعداری کا خاص خیال رکھتے تھے۔

(۲) نیزہ مرتضوی سیرت“ فاروقی سیرت“ کے ساتھ بالکل مشابہ و مطابقی تھی۔ ان ہر دو حضرات کی سیرت عملی میں کوئی فرق نہ تھا۔

(۳) فاروقی نظامِ خلافت میں جو امور طے ہو گئے تھے ان کو حضرت علی المرتضیٰ کے دور میں من و عن قائم و ثابت رکھا گیا ان میں کوئی تبدیلی و تغیر ہرگز نہ کیا گیا۔ اس طریقہ کا کے ذریعہ جہاں خلافتِ فاروقی کی حقانیت و صداقت بالبداہت ثابت ہوتی ہے وہاں ان اکابر کے درمیان آپس میں اتحاد و اتفاق و مودت و محبت باہقین

عیاں ہوتے ہیں۔

## فصل ثالث

فصل ابتدا میں وہ واقعات درج کیے جاتے ہیں جن میں حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان وقتاً فوقتاً انتظامی معاملات میں مشورے ہوئے اور حضرت علیؓ کی رائے کو پسند کیا گیا اور اس پر عمل درآمد ہوا۔ نیز وہ واقعات تحریر کیے جاتے ہیں جن میں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو متعدد دفعہ اپنا قائم مقام بنایا۔ پھر اس کے بعد مزید چند واقعات رفاقت بیان کیے گئے ہیں۔ اس نوع کے بے شمار واقعات پاتے جاتے ہیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر چند واقعات تحریر کیے گئے ہیں۔

ان حالات کے ملاحظہ کرنے کے بعد دونوں حضرات کے تعلقات و روابط کا اندازہ فری مشورہ انسان کر سکتا ہے۔

### انتظامی امور میں مشورے

(۱)

#### فاروقی وظیفہ کے متعلق مشورہ

جب فاروق اعظمؓ خلیفۃ المسلمین و امیر المؤمنین مقرر ہوئے ہیں تو ان کا سابقہ بھائی شغل ترک ہو گیا۔ ان کے وظیفہ کے لیے صحابہ کرام کے درمیان مشورہ ہوا۔ طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری میں یہ واقعہ عبارت ذیل میں مذکور ہے۔

”عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ قَالَ . . . . . وَأُرْسِلَ إِلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَشَارَهُمْ فَقَالَ قَدْ شَغَلَتْ نَفْسِي

فِي هَذَا الْأَمْرِ فَمَا يَسْئَلُ لِي مِنْهُ فَقَالَ عُمَانُ بْنُ عَفَّانَ كُلُّ وَأَطْعِمُ قَالَ  
وَقَالَ ذَاكَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ نُفَيْلٍ وَقَالَ لِعَلِيٍّ مَا تَقُولُ أَنْتَ  
فِي ذَاكَ قَالَ عَدُوٌّ وَعَشَاءٌ قَالَ فَاخَذَ عُمَرُ بِذَلِكَ .

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۲۲۱ باب عمر طبع لندن پریس)

« عن ابن عمر . . . . . فقال إني كنتُ امرأةً تاجراً يُغني الله عيالي  
بِتِجَارَتِي وَقَدْ شَعَلْتُ مَوْتِي بِأَمْوَالِكُمْ فَمَاذَا تَزَوُّنَ أَنَّهَ يُجِلُّ لِي مِنْ هَذَا الْمَالِ  
فَاكْثَرَ الْقَوْمُ وَعَلِيٌّ سَاكِنٌ فَقَالَ مَا تَقُولُ يَا عَلِيُّ فَقَالَ مَا أَصْلَحَكَ وَأَصْلَحَ  
عِيَالَكَ بِالْمَعْرُوفِ لَيْسَ لَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ غَيْرُهُ فَقَالَ الْقَوْمُ الْقَوْلُ  
قَوْلُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ »

(۲) تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری، ج ۴ ص ۱۶۴ -

تحت سنه الخامسة عشرة - طبع مصری، قدیم -

(۳) سیرة عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۸۹ - ۹۰ طبع مصری

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی طرف حضرت عمرؓ نے آدمی بھیجا اور اس مسئلہ  
کو طیفہ کے لیے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ میری گزران تجارت کے ذریعہ تھی،  
تم نے مجھے اس شغل سے روک کر اس خلافت کے کام میں مصروف کر دیا ہے۔  
اب بیت المال سے میرے لیے کیا کچھ لینا جائز ہے؟ سیدنا عثمان بن عفان  
اور سعید بن زید نے رائے دی کہ آپ اس مال سے خود بھی کھا سکتے ہیں اور  
دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا،  
آپ کا کیا مشورہ ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ اپنا خرچہ اور بال بچوں کے  
مصروف لے سکتے ہیں اور بس۔ حضرت علیؓ کا مشورہ منظور کر لیا گیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کو بیت المال سے خرچہ خوراک ملتا تھا اور لباس کے لیے



ڈاؤ جوڑے۔ ایک گرمیوں کے لیے ایک سردیوں کے لیے ملتے تھے، سفری ضرورت کے لیے ایک اونٹنی ان کے لیے مہیا کی جاتی تھی اور ایک خادم ان کو دیا جاتا تھا۔ بس یہ کل منفعت تھی جو خلیفہ اسلام کو مسلمانوں کی طرف سے حاصل ہوتی تھی۔

۲

## اسلامی تاریخ کے متعلق مشورہ

عیسائیوں میں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے سن عیسوی (میلادی) چلا آ رہا تھا حضرت فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں مہاجرین اور دیگر حضرات کے درمیان مشورہ ہوا کہ مسلمانوں کا سال تاریخی کس وقت سے شروع کیا جائے۔ بعض لوگوں نے کچھ مشورہ دیا اور بعض نے کچھ۔ اس واقعہ کو امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر اور تاریخ کبیر میں مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ ذکر کیا ہے:

«... عَنْ عُمَرَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ

يَقُولُ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَتَى نَكْتُبُ التَّأْرِيخَ؟ فَجَمَعَ الْمُهَاجِرِينَ

فَقَالَ لَدَعَلِي مِنْ يَوْمِ هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ

فَكَتَبَ التَّأْرِيخَ»

(۱) التاریخ الصغیر امام بخاری ص ۹۔ طبع انوار محمدی

(الہ آباد) ہندوستان

(۲) التاریخ الکبیر امام بخاری، ج ۱، ص ۹۔ طبع حیدرآباد دکن۔

(۳) المستدرک للحاکم کتاب الحیرت، ج ۳، ص ۱۱۱۔ طبع حیدرآباد دکن

(۴) سیرة عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۵۱۔ طبع مصری

اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۲۴، میں مزید تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ

درج کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:-

..... قَالَ قَاتِلُونِ أَرْخُومًا مِنْ مَوْلِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ آخِرُونَ مِنْ مَبْعَثِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَشَارَ عَلَى رَفِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ وَآخِرُونَ أَنْ يُؤْرَخَ مِنْ هِجْرَتِهِ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُظْهِرُوا بِكُلِّ أَحَدٍ فَإِنَّهُ أَظْهَرَ مِنَ الْمَوْلِدِ وَالْمَبْعَثِ فَاسْتَفْهِنَ ذَلِكَ عُمَرُ وَالصَّحَابَةُ فَأَمَرَ عُمَرُ أَنْ يُؤْرَخَ مِنْ هِجْرَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْخُوا مِنْ أَوَّلِ تِلْكَ السَّنَةِ مِنْ مُحَرَّمِهَا.

(البدایہ لابن کثیر، ج ۴، ص ۴۴، طبع مصری)

”مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق نے مہاجرین اور دیگر بزرگوں کو جمع کر کے اسلامی تاریخ چلانے کی غرض سے مشورہ طلب کیا۔ بعض نے رائے دی کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت سے تاریخ جاری کی جائے۔ اور بعض نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور بعثت سے تاریخ شروع کی جائے۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ نے جمع دیگر اصحاب کے یہ مشورہ دیا کہ ہجرت نبوی کے روز سے (جب مکہ سے مدینہ کی طرف سفر ہوا تھا) یہ تاریخ چلائی جائے، اس لیے کہ یہ سفر مولدِ نبوی اور بعثتِ نبوی سے زیادہ مشہور ہے اور ہر ایک شخص کو معلوم ہے۔ اس آخری مشورہ کو حضرت عمر فاروق نے پسند فرمایا اور اسی سال ہی ابتداء ہجرتِ نبوی سے اسلامی تاریخ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا۔“

علماء نے لکھا ہے کہ اسلامی تاریخ کا اجراء فاروقی خلافت کے اڑھائی سال گزر جانے کے بعد محرم سے کیا گیا تھا۔ (سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۵۱)

(۴۴)

سلسلہ میں شام کے علاقہ میں فتح الجزیرہ کے نام سے ایک فتح ہوئی۔ وہاں کے لوگ

مذہباً نصرانی تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص نے ان کے رؤساء کا ایک وفد حضرت فاروقِ عظیمؓ کی خدمت میں مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ اپنے جزیہ ٹیکس وغیرہ کے متعلق خلیفہ اسلام سے خود فیصلہ کر لیں۔ وفد کے لوگ حضرت فاروقِ عظیمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بات چیت ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ:

” فَخَذُّ مِنَّا شَيْئًا وَلَا تَسْمِيهِ جِزْيَةً فَقَالَ إِنَّا نَحْنُ فَسْمِيهِ  
جِزْيَةً وَأَمَّا أَنْتُمْ فَسَمُّوكُمْ مَا سَمَّيْتُمْ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ  
أَلَمْ يُضْعِفْ عَلَيْكُمْ سَعْدُ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ بَلَىٰ وَأَصْغَىٰ إِلَيْهِ وَرَضِيَ بِهَا  
مِنْهُمْ جِزَاءَ (جِزْيَةً)“

(۱) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۴، ص ۱۹۸۔ تحت فتح الجزیرہ ۱۷ھ

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۷۶۔ بحث فتح الجزیرہ ۱۷ھ

مطلب یہ ہے کہ آپ ہم سے جو چیز وصول کریں اس کا نام جزیہ یعنی ٹیکس نہ رکھیں۔ حضرت فاروقؓ نے فرمایا کہ ہم تو اس مقرر چیز کا نام جزیہ ہی رکھیں گے آپ لوگ جو چاہیں اس کو کہہ لیں۔ علی بن ابی طالبؓ موجود تھے (انہوں نے) کہا کہ سعد بن ابی وقاص نے قبل ازیں ان لوگوں پر صدقہ کی مقدار گنتی نہیں کر دی؟ امیر المؤمنینؓ نے فرمایا کہ ہاں انہوں نے ایسا کر دیا ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کی طرف توجہ کی اور جزیہ کے عوض اس کو پسند کر لیا۔

(۴)

## مفتوحہ زمین عراق کے متعلق ایک مشورہ

جب عراق کا علاقہ اہل اسلام نے فتح کیا اس زمانہ میں علاقہ کے زرخیز رقبہ جات کے کاشت کاروں کے متعلق خاص مشورہ ہوا تھا کہ ان کے متعلق کیا صورت اختیار کرنی چاہیے۔

واقعہ نذا کو محدثین و فقہاء نے اپنی تصانیف میں درج کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

..... " حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِبٍ  
عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُقْسِمَ السَّوَادَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ  
فَأَمْرَبِهِمْ أَنْ يَحْضُوا فَوَجَدَ الرَّجُلَ الْمُسْلِمَ يُصِيبُهُ ثَلَاثَةٌ مِنْ  
الْفَلَاحِيِّينَ يَعْنِي الْعُلُوجَ فَشَا وَرَأَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي ذَلِكَ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ دَعُهُمْ يَكُونُونَ مَادَّةً لِلْمُسْلِمِينَ  
فَتَرَكَهُمْ فَبَعَثَ عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ فَوَضَعَ عَلَيْهِمْ ثَعْمَانِيَّةً وَارْبَعِينَ  
وَارْبَعَةَ وَعِشْرِينَ وَاشْتَى عَشْرَةَ الْخِيَامِ "

(۱) کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم (المتوفی ۲۳۳ھ) طبع مصری

(۲) کتاب الاموال لابن عبید القاسم بن سلام

(متوفی ۲۲۷ھ) طبع مصری، ص ۵۹

(۳) السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۹، ص ۱۳۴ - کتاب

السیر، باب السواد - طبع دکن -

(۴) کنز العمال، طبع اول، ج ۲، ص ۳۰۱ - کتاب الجہاد

طبع حیدرآباد و دکن (بحوالہ ابن زنجویہ والنخراطلی ق)

کتاب الجہاد من قسم الافعال بحیث (الجزیریہ) -

حاصل یہ ہے کہ حارثہ بن مضرب کہتا ہے کہ جب عراق کی اراضی مفتوح ہوئیں تو حضرت

عمر فاروقؓ نے ان اراضی کو مسلمانوں کے مابین تقسیم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ پہلے ایک انازہ

لگانے کا حکم جاری کیا۔ اس میں یہ مقدار تجوز کی گئی کہ ایک مرد مسلمان کے بیسے تین

تین کافر کاشتکاروں کا رقبہ حصے میں آسکتا ہے۔ اس کے بعد فاروق اعظم

رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ (اہل مشورہ

نے اپنی اپنی رائے پیش کی، حضرت علی المرتضیٰ نے یہ مشورہ دیا کہ اصل زمین کے حصے بخرے نہ کریں بلکہ مسلمانوں کی خاطر مستقل آمدنی کے طور پر اس زمین کو اسی طرح چھوڑیں اور آمدنی پر بطور ٹیکس خراج مؤظف مقرر کریں۔ پس حضرت عمر نے عثمان بن حنیف کو بھیج کر اسی طرح عمل درآمد کر دیا اور مختلف حیثیت کے ان ٹیکس لگائیے۔ الخ“

(۵)

## علاقہ نہاوند کے لیے ایک مشورہ

۱۲ھ میں نہاوند کے علاقہ میں اہل فارس کے اجتماعِ جیوش کی خبریں جب مدینہ طیبہ پہنچیں تو امیر المؤمنین فاروق اعظم نے صحابہ کرام کی ایک مجلس مشاورت قائم کی، اس میں مندرجہ ذیل بیانات صحابہ کرام نے دیئے۔ ابن کثیر نے البدایہ، جلد سابع میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

”فَقَامَ عُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فِي حَالٍ

مِنْ أَهْلِ النَّبَايِ قَتَلَهُ كُلٌّ مِنْهُمْ بِالْفِئَادَةِ فَأَحْسَنَ وَأَجَادَ وَاتَّفَقَ

رَأْيُهُمْ عَلَى أَنْ لَا يُسِيرَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَلَكِنْ يُبْعَثُ الْبَعُوثُ وَيُحْفَرُ

بِرَأْيِهِ وَدُعَائِهِ وَكَانَ مِنْ كَلَامِ عَلِيٍّ أَنْ قَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ

هَذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرًا وَلَا اخْتِارًا لِأَنَّهُ يَكْثُرُ وَلَا قِتْلَةَ هُوَ دِينُهُ

الَّذِي أَطَهَرَهُ وَجُنْدُهُ الَّذِي أَعَزَّهُ وَأَمَدَّهُ بِالْمَلَائِكَةِ حَتَّى يَبْلُغَ

مَا يَبْلُغُ فَنَحْنُ عَلَى مَوْعُودٍ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ مُنْجِزُ وَعْدِهِ وَنَاصِرُ جُنْدِهِ وَ

مَكَانَكَ فِيهِمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَكَانَ النَّظَامِ مِنَ الْحُرِّ بِجَمْعِهِ وَ

وَيُمْسِكُهُ فَإِذَا انْحَلَّ تَفَرَّقَ مَا فِيهِ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ

يَحْدًا فِيهِ أَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلًا فَهُمْ كَثِيرٌ

عَزِيذٌ بِالْإِسْلَامِ فَأَقِم مَكَانَكَ فَاَعْجَبَ عُمَرُ قَوْلَ عَلِيٍّ وَسَرَّ بِهِ وَ  
كَانَ عُمَرُ إِذَا اسْتَشَارَ أَحَدًا لَا يَدُمُّ أَمَدًا حَتَّى يُسْأَلَ وَالْعَبَّاسُ  
فَلَمَّا اعْجَبَهُ كَلَامُ الصَّعَابَةِ فِي هَذَا الْمَقَامِ عَرَضَهُ عَلَى الْعَبَّاسِ الْخ

(۱) البدایہ، ج ۴، ص ۱۰۷ تحت سنۃ ۳۱ھ

(۲) تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۳۷ تحت فتح نهاوند ۳۱ھ

نوٹ۔ مشورہ ہندامندرجہ ذیل مقامات میں بھی درج ہے۔ عبارت کا کچھ فرق

ہے۔ ملاحظہ ہو:-

(۳) کتاب الاموال لابن ابی عمیر، ص ۲۵۲۔

(۴) تاریخ خلیفہ ابن خلیط، ج ۱، ص ۱۲۰۔

ابن کثیر کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمن بن عوف اس مجلس میں کھڑے ہوئے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا مشورہ پیش کیا اور عہدہ طرلیقہ سے اظہار مافی الضمیر کیا اور اس چیز پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ فاروق مدینہ طیبہ سے باہر تشریف نہ لے جائیں۔ (یہیں مقیم رہ کر) اسلامی افواج کو احکام دے کر روانہ کرتے رہیں اور یہ فوجیں خلیفہ وقت کی راستے اور فرمان کی پابند رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ بیان دیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ پر واضح بنے کہ اس دین و اسلام کی فتح و نصرت اور ذلت کا مدار (لوگوں کی) کثرت و قلت پر نہیں ہے۔ یہ وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے غالب کر دیا ہے اور یہ وہ گروہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خود عزت دی ہے اور فرشتوں کے ذریعے اس کی امداد کی ہے حتیٰ کہ یہ پہنچا جہاں تک پہنچا۔ پس ہم لوگ اللہ کے وعدہ برحق پر یقین کیے ہوئے ہیں۔ اللہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے

شکر کی خود امداد کرنے والا ہے۔

اے امیر المؤمنین! مسلمانوں کے لیے، آپ کا مقام ایسا ہے جیسے بار کے دانوں کے لیے بار کے تاکے کا ہوتا ہے تاکہ بار کے دانوں کو جمع کیسے ہوئے اور روکے رکھتا ہے۔ جب وہ تاکہ ٹوٹ جاتا اور کھل جاتا ہے تو اس کے تمام جمع شدہ دانے متفرق و منتشر ہو جاتے ہیں، پھر اس طرح وہ مجتمع نہیں ہو سکتے۔ عرب اگرچہ آجکل قلیل ہیں (لیکن، اسلام کی طاقت کے ذریعہ یہ کثیر اور غالب ہیں۔

اے امیر المؤمنین! آپ اپنے مقام پر تشریف رکھیے!

پس حضرت امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت علیؓ کا یہ کلام بہت پسند آیا اور اس پر خوش ہوئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کو جب قابل مشورہ چیز پیش آتی تو کوئی فیصلہ کرنے سے قبل حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ الخ

چنانچہ اس دفعہ بھی جب صحابہ کرام مذکور اور حضرت علیؓ کی تجاویز حضرت عمر فاروقؓ کو پسند آئیں تو حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے سامنے یہ چیز پیش کی اور ان کی تائید حاصل کی۔ پھر اس کے موافق عمل درآمد کیا گیا۔

## مذکورہ مشورہ کا مضمون شیعہ کتب سے

فتح نہادند کے موقع پر جو مشورہ ان حضرات کے درمیان ہوا اس کو شیعہ علماء نے بھی اپنی معتبر تصانیف پنج البلاغہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ پنج البلاغہ میں حضرت علیؓ کا ایک مستقل خطبہ مذکور ہے جس میں غزوہ فارس کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰؓ کا فاروق اعظمؓ کو خیر خواہانہ و مخلصانہ مشورہ دینا مفصل درج ہے۔ اکثر و بیشتر اس کا مضمون وہی ہے جو اوپر البدایہ لابن کثیر سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ گویا اس واقعہ کو سنی و شیعہ دونوں مؤرخین نے نقل کیا ہے اور حضرت عمرؓ کے

حق میں حضرت علیؑ کی خیر خواہی و اخلاص اور دوستی کھول کر بیان کی ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

رَمِنَ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ اسْتَشَارَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الشُّرُوصِ  
لِقِتَالِ الْفَرَسِ بِنَفْسِهِ)

اِنَّ هَذَا الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ لِنَصْرِكَ وَلَا لِخِدْلِكَ بِكَثْرَةِ وَلَا قِلَّةِ وَهُوَ  
دِينُ اللَّهِ الَّذِي اَظْهَرَهُ وَجَبَدَهُ الَّذِي اَعَدَّهُ وَاَمَدَّهُ حَتَّى بَلَغَ مَا بَلَغَ  
وَطَلَعَ حَيْثُ طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُودٍ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ مُنِجُّ وَعَدُوُّ وَ  
نَاصِرٌ جُنْدَكَ وَهَكَانَ الْقِيَمِ بِالْاَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخُرْرِ يَجْبَعُ وَا  
يُصْتَمُّ فَإِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحِذَائِ نِيْبِهِ  
اَيْدًا وَا الْعَرَبِ اَلْيَوْمَ وَاِنِ كَانُوْا قَلِيْلًا فَهَمُّ كَثِيْرُوْنَ بِالْاِسْلَامِ وَ  
عَزِيْزُوْنَ بِالْاِحْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَا اسْتَدِرَّ الرَّحْمٰى بِالْعَرَبِ وَا صَلِّهِمْ وَا وَنَبِكَ  
نَارَ الْحَرْبِ فَاِنَّكَ اِنِ شَخَّصْتَ مِنْ هَذِهِ الْاَرْضِ اسْتَقْضَتْ عَلَيْكَ  
الْعَرَبِ مِنْ اَطْرَافِهَا وَا قَطَارِهَا الْخَبْرُ

حاصل کلام یہ ہے کہ (قتالِ فارس کے موقع پر) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت  
فاروق کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس دینِ اسلام کی فتح و نصرت  
اور ذلت کا مدار (لوگوں کی) کثرت اور قلت پر نہیں ہے، یہ اللہ کا دین ہے جس کو  
اس نے غالب کر دیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے جس کو اس نے تیار کیا اور  
اس کی امداد کی ہے۔ جتنی کہ پہنچا جہاں پہنچا اور ظاہر مہوا جہاں یہ ظاہر مہوا۔ اور ہم  
لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدہ برحق پر یقین کیسے ہوئے ہیں۔ اللہ اپنے وعدہ کو پورا  
کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کی امداد کرنے والا ہے اور دین کے نگران (خلیفہ)  
کا درجہ وہی ہوتا ہے جو بار کے دانوں میں تاکہ کی حیثیت ہوتی ہے وہ دانوں  
کو منظم و مجتمع کیسے ہوتے ہوتا ہے اگر تاکہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے (اور منکے)



مشتعل و متفرق ہو جائیں گے پھر بالکل کبھی مجتمع نہ ہو سکیں گے۔ اور عرب لوگ اگر پہ آج  
 دنیا پر قبیل ہیں (لیکن) اسلامی طاقت کے ذریعہ سے کثیر ہیں۔ اور اجتماعی طاقت  
 کی بنا پر غالب ہیں پس دے تلینقہ المؤمنین، آپ قطب بن ہائے۔ اور عرب کی چکی  
 کو اپنے گرد گھماتے۔ اور دوسرے لوگوں کو جنگ کی آتش میں داخل کیجیے خود نہ  
 جاتے۔ (بالقرض) اگر آپ خود اس مقام و مرکز سے باہر نکل پڑے تو لوگ اطراف و  
 جوانب سے آپ پر ٹوٹ پڑیں گے۔“

(۱) کتاب ہنج البلاغہ طبع مصری، ص ۲۶۴۔ جلد اول

خطبہ علی، قتال فرس کے متعلق۔

(۲) کتاب اخبار الطوال دینوری، ص ۱۳۴۔ طبع جدید مصری۔

## مندرجہ بالا حوالہ جات کے فوائد

(۱) حضرت عمر فاروقؓ اہم مشوروں میں حضرت علیؓ کو شریکِ کار رکھتے تھے۔ یہ باہمی اخلاص و  
 اعتماد کی روشن دلیل ہے۔

(۲) خلافت کا خدائی وعدہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے حضرت علیؓ نے اس کا صادق ہونا عہد  
 فاروقی میں بیان فرمایا ہے اور اپنی ذات کو حضرت عمرؓ کی جماعت میں داخل کر کے ظاہر  
 فرمایا ہے۔ یہ ان کی یگانگت و اتحاد کا نمونہ ہے۔

(۳) حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو تمام اہل اسلام کا قیم بالامر قرار دیا ہے۔ یعنی  
 مسلمانوں کے نگران اور محافظ ہیں۔ نیز حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے دین کو اللہ کا دین اور  
 ان کے لشکر کو اللہ کا لشکر قرار دیا ہے۔ یہ چیز خلافتِ فاروقی کے برحق ہونے کی شہادت  
 و گواہی ہے۔

(۴) حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو تسبیح کے تاکہ کے ساتھ تشبیہ دے کر واضح کر دیا ہے کہ

مسلمانوں کے نظم و ضبط کا مدار حضرت فاروق کے وجودِ مسعود کے ساتھ وابستہ ہے۔  
 (۵) حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت فاروق اعظم کو اسلام کی چٹی کا قطبِ مدار قرار دیتے ہوئے  
 مخلصانہ مشورہ دیا ہے کہ آپ یہاں مرکز (مدینہ طیبہ) میں مقیم رہیں۔ یہاں سے باہر  
 تشریف نہ لے جائیں۔ آپ کا (مرکز سے) باہر چلا جانا اہل اسلام کے لیے خطرہ ہے۔  
 — ناظرین کرام پر بالکل عیاں ہو گیا کہ مندرجاتِ بالا ان دونوں حضرات کی باہمی عقیدت و  
 مؤدّت کو خوب واضح کر رہے ہیں۔ کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے اور ان دونوں  
 بزرگوں کے متعلق اختلاف و افتراق کے جو قصے لوگ بیان کیا کرتے ہیں وہ سب غلط  
 اور بے اصل بے بنیاد ہیں۔ خداوند قدوس کا قرآن سچا ہے اور یہ واقعات گواہ ہیں  
 کہ عداوت و بغاوت کی داستانیں ان خود تراشیدہ ہیں۔

(۶)

## غزوة روم کے متعلق مشورہ

شیعہ علماء نے اپنی معتبر تالیفات پنج البلاغہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر  
 فاروق نے غزوة روم کے لیے تیاری کی ہے تو اُس وقت حضرت علی نے حضرت عمر کو اپنی  
 رائے اور مشورہ پیش کیا۔ وہ پنج البلاغہ میں مذکور ہے اور اس کے شارحین شیعہ اکابرین (ابن  
 ابی الحدید و ابن میثم بحرانی صاحب درة الغفیبہ وغیرہم) نے اس مشاورتی کلام کے تحت اس  
 کی متعلقہ تفصیلات نقل کی ہیں۔ کسی صاحب نے اس پر کوئی نقد نہیں کیا جو ان کے نزدیک صحیح  
 کلام کی دلیل ہے۔ عبارت مذکورہ ملاحظہ فرمادیں۔

(من کلام له عليه السلام قد شاوره عمر بن الخطاب

في الخروج الى غزوة الروم بنفسه)

..... إِنَّكَ مَتَى تَسِيرُ إِلَى الْعَدُوِّ يَنْفِسِكَ فَتُلْقَهُمْ فَتَنْكَبُ لِأَنَّكَ

لِلْمُسْلِمِينَ كَانِفَةً دُونَ أَقْصَى بِلَادِهِمْ وَلَيْسَ لِعَدِكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُونَ  
إِلَيْهِ فَأَبْعَثْ إِلَيْهِمْ رَجُلًا مُجْرَبًا وَاحْفَظْ مَعَهُ أَهْلَ الْبِلَادِ وَاللَّيْثِيَّةَ فَإِنَّ  
أَظْهَرَ اللَّهُ فَذَلِكَ مَا تُحِبُّ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْدَى كُنْتَ رِدًّا لِلنَّاسِ وَمَثَابَهُ  
لِلْمُسْلِمِينَ ۝

۱، پنج البلاغہ جلد اول طبع مصری معہ حواشی شیخ عبدہ، ج ۱ ص ۲۵۳ خطبہ مذکورہ

اس خطبہ کے تحت ابن ابی الحدید شیعی معتزلی لکھتے ہیں کہ:

..... وَاعْلَمَنَّ أَنَّ هَذِهِ الْغَزَاةَ هِيَ عَزَاةُ فَلَسْطِينَ الَّتِي فُتِحَ فِيهَا  
بَيْتُ الْمَقْدِسِ وَقَدْ ذَكَرَهَا أَبُو جَعْفَرٍ الطَّبْرِيُّ (محمد بن جریر) فِي التَّارِخِ  
وَقَالَ إِنَّ عَيْبًا عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ كَانَ الْمُسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ لَمَّا شَخَّصَ  
عُمَرُ إِلَى الشَّامِ وَإِنَّ عَيْبًا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَهُ لَا تُخْرِجْ بِنَفْسِكَ إِنَّكَ  
تُرِيدُ عَدَاوًا كَلْبًا. الخ

(۲) شرح پنج البلاغہ لابن ابی الحدید المعتزلی الشیعی، ج ۲ -

ص ۵۸۴ - ۵۸۵ - طبع بیروت - بحث و خطبہ مذکورہ -

(۳) شرح پنج البلاغہ لابن میثم البجرائی المتوفی ۶۴۹ھ جلد ۱

ص ۱۶۱ - ۱۶۲ - طبع طهران جدید - (کلام قدسناورہ عمر فی الخوف

الی اغزو الروم بنفسہ) -

(۴) شرح پنج البلاغہ درة بحقیقہ از شیخ ابراهیم بن حاجی حسین

بن علی العفاری الدنبلی، تالیف شدہ ۱۲۹۱ھ، طبع ایران

(۵) شرح پنج البلاغہ جز دوم ص ۲۰۶ - ۲۰۷ - از سید علی نقی،

فیض الاسلام - مطبوعہ تہران - فارسی شرح -

اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کو کہتے ہیں کہ آپ جب

دشمن (رومی) کی طرف جائیں گے اور بذاتِ خود اس سے مقابلہ و مقابلہ کریں گے (خدا نخواستہ) اگر آپ پر مصیبت آجائے (یعنی موت آجائے) تو پھر مسلمانوں کو اپنے آخری شہروں تک کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی (اس وجہ سے کہ) آپ کے بعد کوئی شخصیت ایسی نہیں ہے جس کی طرف مسلمان رجوع کریں فلہذا آپ کسی تجربہ کار شخص کو ان کی جانب بھیجیں اور اس کے ساتھ نچتہ عمل، آزمودہ کار، اولوگوں کے خیر خواہ کو روانہ کیجیے ان کو اللہ تعالیٰ غلبہ دے گا یہی آپ کا مقصد و مطلوب ہے اور اگر کوئی دوسری صورت (یعنی شکست وغیرہ) پیش آگئی تو آپ مسلمانوں کے لیے جائے پناہ اور جائے رجوع موجود ہیں (کچھ فکر نہ ہوگا)۔“

اور ابن ابی الحدید کی مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ مذکورہ غزوه فلسطین کا ہے جس میں فتح بیت المقدس ہوئی تھی۔ دوسرا طبری کے حوالہ سے یہ ذکر کیا کہ جب عمر بن الخطاب غزوه شام کی طرف گئے تھے تو مدینہ طیبہ پر اپنا قائم مقام حضرت علی المرتضیٰ کو بنایا تھا۔ الخ۔“

## مذکورہ حوالہ کے ثمرات

- (۱) حضرت علیؑ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو مسلمانوں کا مرجع اور جائے بازگشت فرمایا۔
- (۲) حضرت مرتضیٰؑ نے حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کی جائے پناہ قرار دیا۔
- (۳) فاروق اعظمؓ کو حضرت علیؑ کا یہ بااخلاص مشورہ دینا ان کے حق میں بہتری اور خیر خواہی کی دلیل ہے۔
- (۴) نیز یہ کلام فاروقی خلافت کی حقانیت اور صداقت کی طرف نشاندہی کرتی ہے۔ اگر یہ خلافت ظالمانہ اور غاصبانہ ہوتی (جیسا کہ بعض کا خیال ہے) تو حضرت علی المرتضیٰؑ

شیرِ خدا ان کے ساتھ ہر مرحلہ ہر مقام میں اخلاص و محبت کے ساتھ کیسے پیش آ سکتے تھے؟ اور خیر خواہانہ مشورے کیسے دے سکتے تھے؟

اور اگر ان کے ساتھ معارضہ کی قدرت نہ تھی اور ان سے مقابلہ کرنا خلافتِ مصلحت تھا تو ان خلفائے جور کے ساتھ احتلاط و ارتباط نہ رکھتے بلکہ ان سے انقباض و اجتناب فرماتے۔ اور فرمانِ خداوی وَلَا تَزُكُّوْا اِلَى الَّذِيْنَ نَلَمُوْا فَتَمَسُّكُمْ اَلنَّارُ بِغَيْرِ ظَالِمٍ لَّكُمْ کی طرف میلان مست کرو ورنہ تمہیں آگ چھوتے گی) پر عمل درآمد کرتے۔ اہل فہم و انصاف ان معاملات پر غور و فکر فرما کر صحیح نتائج خود اخذ کر سکتے ہیں۔

(۷)

## تقسیم مال کے متعلق مشورہ

حضرت امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں فتوحات کے سلسلہ میں مال پہنچا ہے۔ اس کی تقسیم کے بعد بقایا مال کے متعلق اس وقت مشورہ ہوا۔ یہ چیز حافظ نور الدین الہیثمی نے مجمع الزوائد میں محدث البزار کے حوالہ سے بیان کی ہے وہاں علی المرتضیٰ کی جانب سے اس مسئلہ میں رائے دینا مذکور ہے۔

”عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ اتَى عُمَرَ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فَفَضَلَتْ مِنْهُ فَضْلَةٌ فَاسْتَشَارَ فِيهَا فَقَالُوا لَوْ تَزَكَّتْنَا لِنَابِئَةٍ إِنْ كَانَتْ قَالَتْ وَعَلَى سَائِلٍ لَا يَتَكَلَّمُ فَقَالَ مَا لَكَ يَا أَبَا الْحَسَنِ لَا تَتَكَلَّمُ قَالَ قَدْ أَخْبَرْتُ الْقَوْمَ فَقَالَ عُمَرُو لَنْظَمْتَنِي فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَعَ مِنْ قِسْمَتِهِ هَذَا الْمَالِ وَذَكَرَ مَالَ الْبَحْرَيْنِ حِينَ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَنْ يُقْسِمَهُ اللَّيْلُ فَصَلَّى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ فَلَقَدْ رَأَيْتُ ذَلِكَ فِي وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى فَرَّغَ مِنْهُ فَقَالَ لَأَجْرَمَ لَتُقْسِمَنَّاهُ فَقَسَمَهُ  
عَلَى فَأَصَابَنِي مِنْهُ ثَمَانُ مِائَةٍ دِرْهَمًا هَجْرًا

(۱) مجمع الزوائد لتورالدين الہیثمی علی بن ابی بکر المتوفی ۸۰۶ھ

ج ۱، ص ۲۳۸ - جلد العاشر، باب فی الانفاق و

الامساك - طبع مصری -

(۲) اصول فخر الاسلام البزدوی علی بن محمد الحنفی المتوفی

۴۸۲ھ - ص ۲۳۰ - ۲۳۹ - طبع جدید نور محمدی کراچی

معہ تخریج القاسم بن قطلوبغا حنفی -

(۳) کشف الاسرار، شرح اصول بزدوی للبخاری، جلد ۱

ص ۹۴۹ - طبع قدیم -

حاصل مفہوم یہ ہے کہ طلحہ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین عمرؓ کے ہاں مال پہنچا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو اہل اسلام میں تقسیم کیا۔ اس مال کچھ بچ گیا۔ اس بقیہ مال کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا گیا۔ بعض صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ وقتی ضرورت پیش آجاتی ہے، اس کے لیے آپ اس بقایا مال کو محفوظ کر دیں (تقسیم نہ کریں تو اچھا ہوگا)۔ تا حال حضرت علی المرتضیٰؓ خاموش تھے۔ امیر المؤمنین عمرؓ نے فرمایا کہ آپ کیوں خاموش ہیں؟ بیان فرمائیے! حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ چیز دوسرے حضرات نے بیان کر دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ بھی اپنی رائے کا اظہار کریں۔ اس وقت حضرت علیؓ نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ (پہلی چیز تو یہ ہے) کہ ان اموال کے مصارف کو اللہ نے بیان فرمادیا ہے (دوسری یہ چیز ہے) کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں علاقہ بحرین کا مال آیا تھا پھر رات سامنے آگئی (جلد تقسیم نہ ہو سکا) تو اس

تاخیر کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور میں درپیشانی کے آثار نمودار تھے۔ جب تک تقسیم مال سے فارغ نہیں ہوئے (چین و آرام نہیں کیا) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ (پی) اس مال کو ضرور تقسیم کر دیں۔ پھر یہ مال حضرت علیؓ کے ہاتھوں تقسیم ہوا۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ مجھے بھی اس سے آٹھ سو درہم حصہ میں ملے تھے۔“

(۸)

## فاروق اعظمؓ کے ہاں ایک مشورہ

فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی الحنفی نے اپنے ”اصول“ میں مختصر عبارت کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:-

”..... وَشَاوَرَهُمُ (الصَّحَابَةَ) فِي امْلَاكِ الْمَرْأَةِ فَاشَارَفُوا  
بَانَ لَا عِزْمَ عَلَيْهِ وَعَلِيٌّ سَاكِنٌ فَلَمَّا سَأَلَهُ قَالَ أَرَىٰ عَلَيْكَ الْعِزْمَةَ؟“  
مقصود یہ ہے کہ ایک حاملہ عورت کو حضرت عمر فاروقؓ نے (اس کی ایک شکایت کے سلسلہ میں) بلا بھیجا (رعب و سبیت کی وجہ سے راستہ میں) اس کا حمل ساقط ہو گیا (اور مر گیا) اس چیز کے متعلق حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا کہ آیا اس بچہ کا تاوان اور ضمان مجھ پر لازم ہے یا نہیں؟ صحابہ نے مشورہ دیا کہ آپ پر کوئی ضمان وغیرہ نہیں ہے۔ حضرت علیؓ خاموش تھے جب ان سے حضرت عمرؓ نے سوال کیا۔ آپ کا مشورہ اور رائے کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ پر اس بچہ کا تاوان و ضمان ادا کرنا لازم ہے۔“

(۱) اصول فخر الاسلام بزدوی، ص ۲۳۹۔ باب الاجماع

طبع جدید نور محمدی کراچی۔ مع تخریج ابن قطلوبغا۔

(۲) اصول النسخی ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمہ

المتوفی ۴۸۳ھ، ج ۱ ص ۳۰۴ - طبع حیدرآباد دکن

(۳) کشف الاسرار شرح اصول بنزوی، للشیخ عبدالعزیز البخاری

ج ۳ ص ۹۴۹، باب الاجماع - طبع قدیم مصری -

(۴) کتبخانہ عمال علی متقی ہندی، جلد ۷ ص ۳۰۰ - روایت ۲۴۸۵ -

بحوالہ عبدالرزاق و بہیقی - طبع اول قدیم -

(۵) المصنف لعبدالرزاق، جلد ۹ ص ۴۵۸ - طبع بیروت

باب من افترعه السلطان -

## مرضوی نیابت کا مسئلہ

قبل ازیں چند ایک مشورے کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔ اب تعلقات کے سلسلہ میں ایک دوسری چیز ذکر کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروقؓ کو جب مدینہ منورہ سے باہر جانے کی ضرورت پیش آتی تو متعدد بار حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا قائم مقام مدینہ طیبہ میں مقرر و متعین فرمایا۔ اس کے متعلق کئی واقعات تاریخ میں دستیاب ہوئے ہیں۔ ہم بھی یہاں چند واقعات اس مضمون کے متعلق پیش کرتے ہیں۔ امید ہے ناظرین کرام ان چیزوں کو ملاحظہ فرما کر ان دونوں حضرات کے درمیان اعتماد و اتحاد کا اندازہ لگا سکیں گے۔ یہ حالات روز بروز روشن کی طرح اس امر کی تصدیق و تائید کرتے ہیں کہ ان اکابرین کے درمیان کسی قسم کا بغض و عناد و تضاد نہ تھا۔ ورنہ ایک دوسرے کو اپنا قائم مقام اور نائب مناب تجویز کرنا کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا۔ جہاں عداوت و دشمنی ہوتی ہے وہاں ایک دوسرے کو دیکھنا ہی گوارا نہیں ہوتا۔ کسی کلیدی منصب کا عطاء کرنا اور اپنا خلیفہ بنانا تو دور کی بات ہے۔ اب تاریخ سے



چند واقعات نیابت ملاحظہ فرمائیے۔

### چشمہ صرار پر اجتماع اور مشورہ (۱)

تاریخ ابن جریر طبری اور تاریخ ابن کثیر دونوں میں سن ہجری ۳۸ھ کے تحت مندرجہ ذیل واقعہ

درج ہے :-

وَرَكِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي أَوَّلِ يَوْمٍ مِنْ مُحَرَّمٍ هَذِهِ السَّنَةِ (سنة ۳۸ھ)  
 فِي الْجَبُوشِ مِنَ الْمَدِينَةِ فَنَزَلَ عَلَى مَا يُقَالُ لَهُ صَرَارٌ فَعَسَكَ بِهِ عَارِضًا  
 عَلَى غَزْوِ الْعِدَاقِ بِنَفْسِهِ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَاسْتَفْجَبَ  
 مَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَسَادَاتُ السَّحَابَةِ ثُمَّ عَقَدَ مَجْلِسًا لِاسْتِشَارَةِ الصَّحَابَةِ  
 فِيمَا عَزَمَ عَلَيْهِ وَنُودِيَ أَنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَى عَلِيٍّ بِرِ  
 فَقَدِمَ مِنَ الْمَدِينَةِ ثُمَّ اسْتَشَارَهُمْ فَكَلَّبَهُمْ وَاقْتُوهُ عَلَى الذَّهَابِ إِلَى  
 الْعِدَاقِ إِلَّا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ الْمَذْمُومِ

حاصل یہ ہے کہ

۳۸ھ پہلی محرم کو حضرت عمر مدینہ طیبہ سے باہر ایک پانی کے چشمہ پر (جس کو صرار  
 کہتے تھے) تشریف لائے۔ یہ تمام لشکر لے کر بنفسِ نفس غزوہ عداق کی طرف جانے  
 کا عزم کیا اور مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام علی التفضیٰ کو مقرر کیا اور حضرت عثمان بن  
 عفان اور دیگر صحابہ کرام کو ساتھ لیا۔ اس کے بعد ان تمام صحابہ کی ایک مجلس مشورہ  
 اپنے ارادہ کے متعلق مشورہ لینے کے لیے قائم کی۔ نماز قائم کرنے کا اہتمام کرنے  
 لگے اور حضرت علی کو مدینہ طیبہ سے اس مجلس مشاورت کے لیے بلوا بھیجا۔ نماز  
 کے بعد حضرت علی کے آنے پر مشورہ ہوا۔ عبدالرحمن بن عوف کے بغیر سب حضرات  
 نے عداق کی طرف حضرت عمر کے خود تشریف لے جانے کو صحیح قرار دیا۔ ایک  
 عبدالرحمن نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر بالفرض آپ کو گزند اور تکلیف

پہنچ گئی تو زمین کے تمام اطراف کے مسلمانوں میں ضعف اور کمزوری واقع ہونے کا اندیشہ ہے آپ اپنی جگہ کسی اور صاحب کو ارسال کر دیں اور خود مدینہ منورہ میں واپس چلیں۔ چنانچہ یہ مشورہ منظور ہو گیا۔ فاروق اعظم واپس تشریف لاتے اور ان کی جگہ سعد بن مالک (یعنی سعد بن ابی وقاص) کو روانہ کیا۔ (۱) تاریخ ابن جریر طبری تحت سنۃ ۳۴ھ، ج ۳ ص ۸۳۔

طبع مصری قہمی۔

(۲) البدایہ لابن کثیر تحت سنۃ ۳۴ھ، ج ۲ ص ۳۵ طبع مصری۔

(۲)

دوسرا واقعہ ۳۴ھ میں فتح بیت المقدس کے موقع پر پیش آیا ہے۔ ابن کثیر کی عبارت ملاحظہ

فرمائیں :-

«ثُمَّ حَاصَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ وَخَبِقَ عَلَيْهِمْ حَتَّى اجَابُوا  
إِلَى الصَّلَاةِ بِشَرْطِ أَنْ يُقَدِّمَ إِلَيْهِمْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ  
فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَبُو عُبَيْدَةَ بِذَلِكَ فَاسْتَشَارَ عُمَرُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ فَأَشَارَ  
عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ بِأَنْ لَا يَرْكَبَ إِلَيْهِمْ لِيَكُونَ أَحَقْرَ لَهُمْ وَأَرْحَمَ لَأَنْفُسِهِمْ  
وَأَشَارَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بِالْمَسِيرِ إِلَيْهِمْ لِيَكُونَ أَحَقَّ وَطَاءَةً عَلَى الْمُسْلِمِينَ فِي  
حِصَارِهِمْ بَيْنَهُمْ فَهَوَى مَا قَالَ عَلِيُّ وَلَمْ يَهُوَ مَا قَالَ عُثْمَانُ وَسَارَ  
بِالْجِيُوشِ حَوْصَهُمْ وَاسْتَحْلَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَسَارَ الْعَبَّاسُ  
بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَى مَقْدَمِهِ»

(البدایہ لابن کثیر، ج ۲ ص ۵۵۔ تحت سنۃ ۳۴ھ)

یعنی ابو عبیدہ نے بیت المقدس کا محاصرہ کر کے ان کو تنگ کر دیا حتیٰ کہ وہ صلح کے لیے تیار ہو گئے اس شرط پر کہ خلیفہ المسلمین عمر بن خطاب کی طرف بیت المقدس

پہنچیں۔ یہ شرط ابو عبیدہ نے لکھ کر حضرت عمر کو ارسال کر دی۔ حضرت عمر نے اس معاملہ کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو حضرت عثمان نے اپنی رائے یہ دی کہ آپ وہاں تشریف نہ لے جائیں (اس میں) ان کی تحارت ہوگی اور شرم سے ان کی ناک خاک آلود ہوگی اور حضرت علی نے ان کی طرف چلے جانے کی رائے پیش کی تاکہ اس محاصرہ کی حالت میں آپ کا تشریف لے جانا مسلمانوں کے معاملہ کے بگا اور خفیہ ہونے کا سبب بنے گا۔ تو حضرت عمر نے حضرت علی کی رائے کی طرف میلان کیا اور حضرت عثمان کے مشورہ کی طرف دھیان نہ دیا اور لشکر لے کر ان کی طرف چل دیئے اور مدینہ طیبہ پر حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا نائب مقرر و متعین فرمایا اور حضرت عباس اس کارواں کے مقدمہ ہمیش کے طور پر آگے چل رہے تھے۔

ناظرین حضرات پر واضح ہو کہ واقعہ مذکورہ کو ابن جریر طبری نے بھی اپنی مشہور کتاب تاریخ الأمم والملوک میں شاہد کے حالات میں باب ذکر فتح القدس کے تحت درج کیا ہے۔

مَنْ عَدِيَّ بْنِ سَهْلٍ قَالَ لَمَا اسْتَمَدَّ اَهْلُ الشَّامِ عُمَرَ عَلِيَّ اَهْلِي  
فَلَسِطِينَ اسْتَخْلَفَ عَلِيًّا وَخَرَجَ مِمَّا اَلْفُحْرُجِ-

(۳)

ایک اور واقعہ استخلاف طبری نے شاہد کے واقعات میں مقام ایلہ کی طرف خروج کے تحت لکھا ہے کہ:

..... خَوَجَ عُمَرُ وَخَلَفَ عَلِيًّا عَلَى الْمَدِينَةِ وَخَرَجَ مَعَهُ بِالْفَحَا  
وَأَعَدُّوا السُّيُورَ وَاتَّخَذَ اَيْلَةَ طَرِيقًا حَتَّى دَنَا مِنْهَا تَخْتِي عَنِ الطَّرِيقِ الْحِجْرِ-

(تاریخ طبری، ج ۴، ص ۲۰۳، شاہد)

حاصل یہ ہے کہ شاہد میں حضرت عمرؓ سفر پر تشریف لے گئے اور

حضرت علیؑ کو مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام اور نائب چھوڑا حضرت عمرؓ کے ساتھ اور بہت سے صحابہ کرام بھی نکلے۔ اور نیری سے ایلہ کے راستہ چلے جب ایلہ مقام کے قریب پہنچے تو راستہ کو چھوڑ کر چلنے لگے۔“

کنز العمال میں امام ابن سیرین سے ایک واقعہ منقول ہے جس میں حضرت علیؑ کو حضرت عمرؓ کی طرف سے نجران کا حاکم اور والی بنا کر روانہ کیا گیا۔

عَنْ ابْنِ سَيْرِينَ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى أَهْلِ نَجْرَانَ إِنِّي قَدْ اسْتَوْصَيْتُ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ بِمَنْ أَسْلَمَ مِنْكُمْ خَيْرًا وَأَمْرًا أَنَّهُ يُعْطِيهِ نِصْفَ مَا عَمِلَ مِنَ الْأَرْضِ وَلَسْتُ أُرِيدُ إِخْرَاجَكُمْ مِنْهَا مَا أَصْلَحْتُمْ وَرَضَيْتُمْ عَنْكُمْ“

(کنز العمال، بحوالہ ذهب، طبع اول، ج ۲ ص ۳۱۳)

طبع قدیم۔ کتاب الجہاد من قسم الافعال، بحث

الخروج

یعنی ابن سیرین کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین عمرؓ نے اہل نجران کی طرف تحریر کیا کہ میں علی بن ابی طالب کو آپ لوگوں کی طرف خاص وصیت کر کے روانہ کرتا ہوں کہ جو شخص تم میں سے اسلام لاتے اس کے ساتھ بہتر و خوشتر معاملہ کیا جائے اور ان کو نہیں حکم دینا ہوں کہ زمین کی کاشت و کارکردگی کی صورت میں اس کی آمد کا نصف دیا کریں۔ اور اس زمین سے میں تمہارے اخراج کا ارادہ نہیں رکھتا جب تک کہ تم معاملہ کو درست رکھو اور تمہاری کارکردگی پسندیدہ رہے۔“

مندرجہ روایات اور واقعات بتلا رہے ہیں کہ:-

(۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امیر المؤمنین عمرؓ کے ساتھ انتظامی معاملات پر

اور اہم مشوروں میں شامل رہتے تھے۔

(۲)۔ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے حق میں خیر خواہی کے کلمات کہتے اور مُصلِحانہ و مُشفقانہ رسالے پیش کرتے تھے۔

(۳)۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ کو متعدد مواقع میں اپنا قائم مقام اور اپنا نائب مناب بنایا ہے اور بعض قبائل و علاقوں کی طرف حاکم اور والی بنا کر بھی روانہ کیا ہے۔

(۴)۔ یہ تمام چیزیں ان پر دوا کا برکے درمیان حُسن سلوک باہمی اخلاص اور مودت کی شہادت دے رہی ہیں۔

## رفاقت کے چند واقعات

قبل ازیں فصل نڈا میں باہمی مشورہ جات کا بیان ہوا ہے۔ پھر اس کے بعد نیابت اور قائم مقامی کا ذکر ہوا ہے۔ اب اسلامی روایات سے چند فرید واقعات نقل کیے جاتے ہیں جن میں ان دونوں حضرات سیدنا عمر فاروقؓ و سیدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان بے تکلفی اور رفاقت و صداقت ثابت ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے معاملات کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ یہ چیزیں ان کے باہمی حُسن سلوک، خوش عقیدگی اور فرطِ محبت پر دلالت کرتی ہیں۔

### بے تکلفی کا واقعہ

ذہبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ قیس بن عبادہ مدینہ میں حصولِ علم و اخلاق کے لیے پہنچے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ دو چادروں میں بلبوس ہے۔ سر پر زلفیں ہیں۔ حضرت عمرؓ کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ علی بن ابی طالب ہیں! عبارتِ ذیل

میں یہ واقعہ مذکور ہے :-

”... عَنْ قَيْسِ بْنِ عِبَادَةَ قَالَ دَخَلْتُ الْمَدِينَةَ النَّهْسَ الْعِلْمَ وَالشَّدَفَ فَرَأَيْتُ رَجُلًا عَلَيْهِ بُرْدَانٌ لَهُ صَفِيْرَتَانِ وَاصْمَاعِيْدَةٌ عَلَى عَاتِقِ عُمَرَ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ“  
 تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ج ۱ ص ۱۲ - ذکر علی بن ابی طالب - طبع حیدرآباد دکن

تنویر مساجد پر حضرت علیؑ کا دُعا دینا

علماء نے لکھا ہے کہ سن چودہ ہجری میں حضرت سیدنا امیر عمرؓ نے رمضان شریف میں تراویح کو ایک جماعت کے ساتھ پڑھنا تجویز کیا تھا، جیسا کہ تاریخ خلیفہ ابن خیاط نے ۳۱۷ھ کے تحت درج کیا ہے۔

”وَفِيهَا (۳۱۷ھ) أَمْرٌ بِعُمَرَوِ بْنِ الْخَطَّابِ بِاجْتِمَاعِ النَّاسِ فِي الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ“

(۱) تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱ ص ۹۸۔

(۲) تتمۃ المفہمی، شیخ عباس قمی شیعہ، ص ۱۱۱ تحت ذکر

خلافت عمرؓ بن الخطاب، طبع تہران۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے انتقال کے بعد حضرت سیدنا عثمانؓ بن عفان کے دور خلافت میں ایک دفعہ حضرت علیؓ عشا کے وقت مسجد پہنچے، دیکھا کہ روشنی کا انتظام ہے، لوگ مجتمع ہو کر تراویح میں مشغول ہیں، قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہے۔ اس عجیب منظر کو دیکھ کر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا کہ:

”نُورَ اللَّهِ عَلَى عُمَرَ قَبْرُهُ كَمَا نُورَ عَلَيْنَا صَاحِبُنَا“

یعنی اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر کو روشن و منور فرمائے جس طرح انہوں نے ہماری

مساجد کو (قرآن کی روشنی سے) روشن فرما دیا۔

(۱) کتاب قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر، للشیخ

ابی عبد اللہ محمد بن نصر المروزی، ص ۱۵۶۔

(۲) سیرت عمر بن الخطاب ص ۵۵-۵۶ لابن الجوزی طبع مصر

(۳) ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ لمحبت الطبری جلد اول ص ۲

(۴) تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۹ بحوالہ ابن عساکر طبع مجتہبی

وہبی (فصل اولیات عمر)

(۵) کتبخانہ اعمال، ج ۶، ص ۲۳۲ بحوالہ ابن عساکر و رواہ خط

فی امالیہ روایت ص ۵۲۲، کتاب الفضائل (فضائل عمر فاروق)

(۶) کتبخانہ اعمال، ج ۴ بحوالہ ابن ثناء بن، ص ۲۸۴ طبع اول قیوم

(۷) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیبلی، ج ۱۲ ص ۹۸،

طبع قدیم ایرانی۔ (و طبع بیروتی، ج ۳، ص ۲۶۶۔

..... فاروقی طعن عائشہ کے تحت)

ناظرین نامکین کو معلوم ہونا چاہیے کہ تراویح کی جماعت باقاعدگی سے

مسئلہ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر تمام اہل دین اور اہل اسلام نے اس کو ہمیشہ ہر سال جاری

رکھا ہے۔ فاروقی اور عثمانی خلافت میں بھی یہ جماعت جاری رہی اور حضرت علیؑ کی خلافت میں

بھی تراویح کی یہ جماعت جاری رہی ہے اور حضرت علیؑ نے اس چیز کو پسند فرما کر جاری رکھا

ہے، بند نہیں فرمایا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جو

دین کا کام دوا کرنا جاری فرمایا تھا وہ دین تھا بدعت نہیں تھا، وہ درست و صحیح تھا غلط نہیں

تھا، تب ہی تو حضرت علیؑ شیر خدا نے اس کو پسند فرمایا۔ اس کو دیکھ کر خوشی و مسرت کا

اظہار فرماتے ہوئے حضرت عمرؓ کے حق میں دعا کی۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ دین کے

اس کا زخیر کو اپنے زمانہ افتداری میں، اپنے دورِ حکومت میں، اپنی سلطنت میں جاری و ساری رکھا۔ ایسے کام جو خلفاء ثلاثہ (حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ) کے دور میں متفقاً و مجتمعاً ہوتے رہے ہوں ان کو بدعت کہنا اور خلافتِ دین کہنا خود دین کے خلاف ہونا ہے اور حضرت علیؓ سمیت ان بزرگوں پر بدعات کے ارتکاب کی تہمت لگانا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسے غلط نظریات سے محفوظ فرمائے اور ان تمام بزرگوں کے ساتھ صحیح عقیدت اور اطاعت نصیب فرماتے۔ اور انہی کی طرح باہمی متفق و متحد رہنے کی توفیق بخشے۔

(۲)

### واقعہ ساریہ الجبل

مندرجہ ذیل مقامات میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ مدینہ طیبہ میں حضرت فاروقِ اعظمؓ خطبہ دے رہے تھے۔ خطبہ کے دوران (یکایک) فرمانے لگے:

«يَا سَارِيَةَ الْجَبَلِ الْجَبَلِ مِنَ اسْتَوْعَى الذِّئْبُ ظَلَمَ»

یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جا پہاڑ کی طرف، جس نے بھڑیے کی رعایت کی اس نے ظلم کیا۔

لوگ کہنے لگے کہ آپ ساریہ کا یہاں ذکر کرنے لگے ہیں وہ تو غزوہٴ عراق میں گیا ہوا ہے؟ اس وقت حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ عمرؓ بن الخطاب کو رہنے دو (ان پر اعتراض نہ کرو) انہیں ایسی کوئی بات پیش آئے تو ان کے نزدیک اس کا کوئی مخرج ضرور ہوتا ہے (بلاوجہ ایسا نہیں کرتے) چنانچہ کچھ ایام گزرنے کے بعد فتحِ عراق کی خوشخبری آئی، ساریہ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ منورہ پہنچے، انہوں نے کہا کہ ہم کو اس موقع پر امیر المؤمنین عمرؓ کی آواز سنائی دی پس ہم اسی وقت پہاڑ کی طرف ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ خَطَبَ عُمَرُ يَوْمًا بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ يَا



يَا سَارِيَّةُ الْجَبَلُ مَنِ اسْتَرْعَى الذِّئْبَ ظَلَمَ قَالَ فَقِيلَ لَهُ تَذَكَّرْ  
 سَارِيَّةَ وَ سَارِيَّةُ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ النَّاسُ لِعَلِيٍّ أَمَا سَمِعْتَ قَوْلَ  
 عُمَرَ يَقُولُ يَا سَارِيَّةُ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ وَيُحْكَمُ دَعْوَا  
 عُمَرَ فَإِنَّهُ مَا دَخَلَ فِي شَيْءٍ إِلَّا خَرَجَ مِنْهُ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا يَسِيرًا  
 حَتَّى قَدِمَ سَارِيَّةُ فَقَالَ سَمِعْتُ صَوْتَ عُمَرَ فَصَعِدْتُ  
 الْجَبَلَ -

- (۱) سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۱۵۰ - طبع مصر  
 (۲) أسد الغابہ لابن اثیر الجوزی، ج ۴ ص ۶۵ - تذکرہ عمر فاروق  
 (۳) کنز العمال، ج ۶، ص ۳۳۳ - بحوالہ اسلمی فی الربیع و  
 ابن مردودیہ، طبع قدیم - کتاب الفضائل وفضائل الفاروق  
 (۴)

## اویس قرنی کی ملاقات کے لیے رفیقانہ سفر

ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد ثانیٰ تذکرہ اویس قرنی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت  
 سیدنا امیر المؤمنین عمرؓ کا جب آخری سال تھا جس میں ان کا انتقال ہوا ہے، ایام حج میں  
 حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرت اویس قرنیؓ کی تلاش میں عرفات کی طرف سوار ہو کر  
 ٹھہر لیتے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کھڑے ہو کر درخت کو رخ کیسے ہوتے نماز پڑھ  
 رہا ہے اور اونٹ اس کے گرداگرد چہر رہے ہیں۔ یہ دونوں حضرات اپنی سواری تیز  
 کر کے اس کی طرف پہنچے اور التسلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ اویس نے نماز میں تخفیف کی،  
 سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کون نیرنگ ہیں؟ جواب دیا کہ میں اپنی قوم کے  
 اونٹوں کا چرواہا اور خادم ہوں۔ . . . . اور کہا کہ آپ کیسے آئے کیا کام ہے؟

ان دونوں نے کہا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص اویس نامی کے چند اوصاف بیان کیے تھے وہ آپ میں معلوم ہوتے ہیں۔ . . . . ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ وہی اویس ہیں آپ ہمارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کیجیے۔ یغفر الله لك . . . . پھر اویس نے کہا کہ آپ دونوں صاحبان کون ہیں؟

قَالَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَا هَذَا فَعُمْرًا مَبِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَمَا أَنَا فَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَاسْتَوَى أَوْسَيْنَ قَائِمًا وَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ وَأَنْتَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ فَجَدَّا كَمَا اللَّهُ عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ خَيْرًا

”یعنی حضرت علیؑ نے کہا کہ یہ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب ہیں اور میں علی بن ابی طالب ہوں۔ پس یہ سن کر اویس اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں۔ اے علیؑ آپ پر بھی سلام ہو تم دونوں کو اس امت کی جانب سے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماتے“

(حلیۃ الاولیاء ابی نعیم اصفہانی: تذکرہ اویس قرنی

ج ۲، ص ۸۱-۸۲۔ طبع مصر)۔

## اختتام فصل ثالث

فصل ابتدا میں مندرجہ ذیل اشیاء مذکور ہوئی ہیں۔ ایک تو حضرت عمرؓ اور علیؓ کے درمیان انتظامی معاملات میں مشاورت۔ دوسری حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ المرتضیٰ کو متعدد دفعہ اپنا نائب اور قائم مقام متعین فرمانا۔ تیسرا ایسے واقعات درج ہوتے ہیں جن میں ان کی رفاقت اور حسن سلوک پایا جاتا ہے۔ ان چیزوں میں غور و فکر کرنے کے بعد ایک منصف مزاج

غیر جانبدار ذہن کا آدمی یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ ان دونوں بزرگوں کے باہمی تعلقات بہترین تھے۔ ان دونوں اکابر کے مابین پورا پورا اعتماد و اعتقاد تھا۔ ایک دوسرے کے حق میں اخلاص و نیک نیتی رکھتے تھے۔ محبت و مودت کے ساتھ ان کے درمیان معاملات جاری تھے۔ بالضرر اگر ان کے تعلقات کا یہ نقشہ نہیں ہے بلکہ دوسرا ہے یعنی ان کے درمیان دشمنی ہے مخالفت ہے عداوت ہے بغاوت ہے، سوہنٹی ہے، بدگمانی ہے (جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے) تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل قرآن مجید کے موافق کیسے رہ سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے کہ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِنْتِهَارِ وَالْعَدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (سورہ مائدہ رکوع اول) یعنی نیکی اور تقویٰ کی بات میں باہم تعاون کرو اور گناہ و زیادتی کی بات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“

حضرات! کلام خداوندی سراسر سچ ہے اور حضرت علی المرتضیٰ قرآن مجید کے عامل اور خدا کے فرماں بردار ہیں تو ان کا کردار اور عملی زندگی مالک کریم کے فرمان کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے؟

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی کی جس قدر کارکردگی اور کارگزاری فاروق اعظم کے ساتھ معاملات و واقعات کی شکل میں ہم پیش کر رہے ہیں وہ سب صحیح اور درست ہے۔ قرآن کریم پر عمل درآمد کا پورا پورا نمونہ ہے۔ حضرت علی جیسے حامل قرآن تھے ویسے ہی عامل قرآن تھے۔  
دورخی پالیسی ان میں نہ تھی۔ (وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ)

## فصل رابع

باب دوم کا آخری فصل چہارم شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں سیدنا فاروق اعظمؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے وہ روابط ذکر کیے جاتے ہیں جن میں ایک دوسرے کے "مالی حقوق" کی رعایت کرنا اور حضرت علیؓ کا "اموالِ غنائم" سے حصہ وصول کرنا اور "عطیات" کا حاصل کرنا وغیرہ پایا جاتا ہے۔ ان واقعات کے ملاحظہ کرنے کے بعد ان بہر دو حضرات کے "حسن تعلقات اور باہمی حقوق کے ادا کرنے کا مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔

(۱)

یہاں پہلے یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام کے رشتہ داروں اور اہل بیتِ نبوت کی عزت و احترام اور ان کے حقوق کا لحاظ فاروق اعظمؓ کے دل میں اس قدر تھا کہ جب فاروقی خلافت میں فتوحات کثیرہ مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہیں تو سیدنا فاروقؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ مفتوحہ اموال کو مسلمانوں میں کس طرح تقسیم کیا جائے؟ بعض حضرات نے یہ رائے دی کہ جو مال جس سن و سال میں دستیاب ہو اس مال کو اسی سال میں تقسیم کر کے ختم کر دیا جائے بعض اصحاب نے کچھ دوسرا مشورہ دیا۔ پھر ولید بن ہشام بن مغیرہ نے یہ ذکر کیا کہ ملک شام کی سلطنت میں یہ طریقہ رائج ہے کہ حکومت نے جن لوگوں کے حق میں مشاہرے اور وظائف جاری کرنے منظور کیے ہوں ان کے لیے ایک مستقل دفتر مرتب کرتے ہیں۔ اس دفتر میں سب قابلِ وظیفہ افراد و اشخاص کے اسامہ مدون کیے جاتے ہیں۔ پھر ان میں سے اگر ضرورت پیش آئے تو لشکر و فوج کے لیے بعض افراد کا تعین و تقسیم آسانی سے ہو سکتا ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دفتر کی تجویز کو پسند کرتے ہوئے حکم دیا کہ قابل وظيفہ لوگوں کے اسماء کو حسب مراتب ترتیب دے کر درج کریں یعنی جن لوگوں کی اسلام میں زیادہ خدمات ہوں ان کو پہلے رکھیں اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرابت داروں اور پرشتہ داروں کو اس مسئلہ میں سب سے مقدم رکھیں۔ اپنی تفصیل کے ساتھ یہ افعہ مندرجہ ذیل حوالہ جات میں مذکور ہے۔

یہاں طبقات ابن سعد، جلد ثالث، قسم اول، تذکرہ حضرت عمرؓ، ص ۲۱۲-۲۱۳، طبع اول لیدن۔ اور طبری سے یہ مضمون پیش خدمت ہے۔

« إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اسْتَشَارَ الْمُسْلِمِينَ فِي تَدْوِينِ الدِّيَّانِ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ تَقْسِمُ كُلِّ سَنَةٍ مَا اجْتَمَعَ إِلَيْكَ مِنْ مَالٍ وَلَا تَمْسِكُ مِنْهُ شَيْئًا وَقَالَ عُمَانُ بْنُ عَفَّانٍ أَرَى مَا لَا كَثِيرًا يَسْعُ النَّاسَ وَإِنْ لَمْ يَحْصُوا حَتَّى تَعْرِفَ مَنْ أَخَذَ مِنْ لَمْ يَأْخُذْ خَشِيتُ أَنْ يَنْتَشِرَ الْأَمْرُ فَقَالَ لَهُ الْوَلِيدُ بْنُ هِشَامٍ بِنِ الْمَغِيرَةِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ جِئْتُ الشَّامَ فَرَأَيْتُ مُلُوكَهَا قَدْ دَوَّنُوا دِيْوَانًا وَجَنَدًا وَجُنُودًا فَدَوَّنَ دِيْوَانًا وَجَنَدًا وَجَنُودًا فَأَخَذَ يَقُولُهُ فَدَعَا عَمْرُؤَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَغَرَمَةَ بْنَ نَوْفَلٍ وَجَبْرِ بْنَ مُطْعِمٍ وَكَانُوا مِنْ نَسَابِ قُرَيْشٍ فَقَالَ الْكُتُبُ النَّاسَ عَلَى مَنَازِلِهِمْ . . . . . لَكِنَّ ابْدَأُ بِقُرَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَقْرَبُ فَاَلْأَقْرَبُ حَتَّى تَضَعُوا عُمَرَ حَيْثُ وَضَعَهُ اللَّهُ »

(۱) طبقات ابن سعد ص ۲۱۲-۲۱۳، جلد ثالث قسم اول

باب ۱۲ - طبع اول قدیم۔

(۲) تاریخ ابن جریر طبری جلد پنجم ص ۲۲-۲۳ تحت ۲۳

بحث تدوین الدواوین۔

(۳) کتاب الاسماء لابن عبد القاسم بن سلام باب

فرض الاعطية من الفی -

(۴) کنز العمال، ج ۲، ص ۳۱۶ - روایت ۶۵۰۷ -

(۵) السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۶، ص ۳۶۴ -

خلاصہ یہ ہے کہ:

”اجراتے وظائف کی تدوین کے سلسلہ میں حضرت فاروق اعظم نے اکابرین اہل اسلام سے مشورہ کیا۔ علی المرتضیٰ کی رائے یہ تھی کہ جس سال میں جو مال درآمد ہو اس کو اسی سال کے اندر تقسیم کر کے ختم کر دیا جائے۔ اور حضرت عثمان غنی نے یہ کہا کہ مال مفتوحہ بے شمار ہے۔ لوگوں کی تعداد شمار نہ بھی کی جائے تو بھی ان پر پورا ہو جائے گا۔ جس کو حصہ نہ مل سکا وہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ بات کو پھیلایا نہ جائے۔ اور ولید بن ہشام بن مغیرہ نے یہ کہا کہ شام کی سلطنت کا یہ قاعدہ ہے کہ انہوں نے وظیفہ خواروں کے لیے رجسٹر قائم کیے ہوتے ہیں اور فوجی لوگوں کے لیے بھی دفتر قائم ہوتے ہیں (جن میں سے عند الضرورت ان کی تعداد آسانی سے دریافت ہو سکتی ہے)۔ پس حضرت عمر فاروق نے ولید کو رکی تجوزہ کو پسند کیا اور قبائل قریش کے انساب کے ماہر بن عقیل بن ابی طالب۔ مخزومہ بن نوفل، جبیر بن مطعم کو بلا کر حکم دیا کہ قریشی قبائل کے تفصیل وار نام حسب مراتب رجسٹر میں درج کرائیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اندراج اسماء کے وقت عبدالرحمن بن عوف وغیرہ نے کہا کہ پہلے آپ کا نام آپ کے قبیلہ کا نام درج ہونا چاہیے (تو اس وقت حضرت عمر نے حکم دیا کہ نہیں بلکہ سب سے پہلے سرور دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریشی رشتہ داروں کے نام درج کریں۔ الاقرب قال اقرب پر عمل کریں

یعنی پہلے قریب ترین پھر اس کے بعد تھوڑے قریبی، اس طرح درجہ بدرجہ تھوڑے کر کے  
اور عمر بن الخطاب کو اندراج ہذا میں وہاں جگہ دیں جہاں اس کو اللہ نے جگہ دے  
رکھی ہے۔“

— نیز طبقات ابن سعد اور کتاب الخراج لامام ابی یوسف میں مذکور ہے کہ :-  
« وَفَرَضَ لِابْنِ عَبْدِ الرَّبِّ بْنِ الْفَيْنِ الْفَيْنِ الْأَحْسَنَ وَحَسَيْنًا فَإِنَّهُ  
الْحَتَمًا بِفَرِيضَةٍ أَبَيْهِمَا لِقَرَأَتِهِمَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَفَرَضَ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَمْسَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَفَرَضَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ  
عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَمْسَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ لِقَرَأَتِهِ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَفِي رِوَايَةٍ فَفَرَضَ لِلْعَبَّاسِ ثَمْرَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.  
..... وَفَرَضَ لِبَنَاتِ الْمُهَاجِرَاتِ فَفَرَضَ لِبَنَاتِ  
بَنَاتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سِتَّةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَلِاسْمَاءِ بِنْتِ عَمَيْسِ الْفَتْ  
دِرْهَمٍ الْخ -

(۱) طبقات ابن سعد، ص ۲۱۳-۲۱۴، جلد ثالث، قسم اول،

باب تذکرہ عمرؓ

(۲) کتاب الخراج لامام ابی یوسف، تحت فصل کیف کان فرض

عمرؓ لاصحاب الرسول صلعم تحت عنوان توزيع المال على

الصحابۃ - ص ۴۳-۴۴ - طبع مصری -

(۳) فتوح البلدان لاحمد بن يحيى بن جابر بغدادی، الشہیر بلاذری

ص ۴۵۴-۴۵۵ - باب ذکر العطاء في خلافة عمر بن الخطاب طبع مصری -

(۴) کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام ص ۲۲۴ و ۲۲۶ -

باب فرض الاعطية -

ماحصل یہ ہے کہ:

دو بدری صحابہ کے لیے پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ حضرت عمرؓ نے مقرر فرمایا تھا اور بدری حضرات کے فرزندوں کے لیے دو دو ہزار درہم مقرر کیا گیا مگر سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ کے لیے ان کے والد شریف کے وظیفہ کے موافق پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ منعیٰن فرمائے۔ اس لیے کہ یہ عزیزان نبی کریم صلعم ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ اسی طرح حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا وظیفہ بھی پانچ ہزار درہم سالانہ منعیٰن فرمایا اس لیے کہ نبی کریم صلعم کے چچا شریف ہیں بعض روایات میں ہے کہ پہلے حضرت عباسؓ کے لیے وظیفہ مقرر کیا پھر حضرت علیؓ کے لیے پانچ ہزار درہم مقرر کیا۔

..... دیگر مہاجر غورتوں کے لیے وظیفہ مقرر کیا تو سرور دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمہ شریفیہ (دھوپھی صاحبہ) صغیہ بنت عبدالمطلب کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ منعیٰن فرمایا۔ اور أسماء بنت عمیسؓ کے لیے (جو اس وقت حضرت علی المرتضیٰ کی بیوی تھی) ایک ہزار درہم مقرر فرمایا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ یہ تمام وظائف بیت المال سے حضرت عمرؓ کی طرف سے جاری تھے، اور ہاشمی حضرات ان کو وصول کرتے تھے۔

اہل علم کی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید شیخی معتزلی اور صاحب تاریخ یعقوبی الشیعی دونوں نے بھی تقرر وظائف کے واقعات کو مختلف اخباری و مؤرخ لوگوں سے نقل کر کے عبارت ذیل درج کیا ہے۔ گویا یہ واقعات فرضی قصے نہیں ہیں بلکہ اسلامی تاریخ کے مسلمہ حالات ہیں۔

..... فَاَخَذَ يَقُولُ وَلِيَدِ بْنِ هِشَامٍ فِدَاعًا عَقِيلَ بْنِ اَبِي طَالِبٍ  
وَ مُحَمَّدَةَ بِنْتِ نُوْفَلٍ وَ جَبِيْرَةَ بِنْتِ مَطْعَمٍ وَ كَانُوا نَسَابَ قُرَيْشٍ وَ قَالَ الْكُتُبَا



النَّاسَ عَلَى مَنَازِلِهِمْ فَكَتَبُوا قَبْدًا وَأَبَيْنِي هَاشِمًا ثُمَّ اتَّبَعُوهُمْ أَبَا بَكْرٍ وَ  
 قَوْمَهُ ثُمَّ عُمَرَ وَقَوْمَهُ عَلَى تَرْتِيبِ الْخِلَافَةِ فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهِ قَالَ  
 وَدِدْتُ أَنَّهُ كَانَ هَكَذَا وَلَكِنْ أَرَى بِقَرَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
 الْأَقْرَبَ فَأَلْقُرَبُ حَتَّى تَضَعُوا عُمَرَ حَيْثُ وَصَّعَهُ اللَّهُ -

(۱) شرح نہج حدیدی، ج ۳، ص ۱۷۶۔ طبع بیروت تحت تہن للہ بلاد

فلان فقد قوم الاود الخ)

۲۔ تاریخ یعقوبی ص ۵۳ ج ۲ تحت تقسیم اموال و عطایا۔ طبع بیروت۔

اس سے قبل ایک جگہ لکھا ہے کہ:

قَالَ لَا بِلْ أَبْدَأُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَبِأَهْلِهِ ثُمَّ  
 الْأَقْرَبَ فَأَلْقُرَبُ قَبْدًا بَيْنِي هَاشِمًا ثُمَّ بَيْنِي عَبْدَ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ بَعْدَ  
 شَمْسٍ وَنُوقِلَ ثُمَّ بِمَا عُرِيبُطُونَ قُرَيْشِ الْخِ

(شرح نہج البلاغہ حدیدی، ج ۳، ص ۱۶۶، تحت تہن للہ

بلاد فلان فقد قوم الاود وداوی العمد الخ۔ طبع بیروت)

ناظرین نے مندرجات بالا ملاحظہ فرمائیے۔ یاد رہے کہ یہ وظائف و عطایا محرم ۲۰ھ  
 میں باقاعدگی کے ساتھ جاری کیے گئے تھے۔ ان واقعات کے پیش نظر یہ بات واضح ہوتی کہ  
 سیدنا فاروق اعظمؓ کے نزدیک حضور علیہ السلام اور ان کی اولاد شریف اور رشتہ داروں  
 کی کیا کچھ عظمت تھی؟ ان کے ساتھ کس قدر عقیدت و محبت تھی؟ حضرت فاروق اعظمؓ نے  
 تدوین عطایا اور تعین وظائف کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ کو اور حضور کے  
 اہل بیت و اولاد کو سب سے مقدم و پیش پیش رکھا ہے اور اپنی ذات کو تمام قبیلہ بنی  
 ہاشم سے حکماً مؤخر کرتے ہوئے فرمایا کہ تَضَعُوا عُمَرَ حَيْثُ وَصَّعَهُ اللَّهُ، یعنی اس  
 اندراج و شمار میں عمر کو بعد میں رکھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ بنی ہاشم کو  
 مقدم رکھیں۔

— ناظرین حضرات! جہاں اس جملہ میں عمر فاروقؓ نے اپنی کسر نفسی و فروقی کا اظہار کیا ہے وہاں نبی ہاشم کی قدر دانی اور عزت افزائی کی بہترین مثال قائم کی ہے۔

جو خلیفہ صرف اندراجِ رجسٹر میں تھریا ان حضرات کی تاخیر گوارا نہیں کر سکتا وہ تقسیمِ اموال میں ان کے حقوق کا ضیاع کیسے کر سکتا ہے؟ یا ان کے منافع و آمدنی کو کیسے بند کر سکتا ہے، یا کسی طریقہ سے تعویق میں کیسے ڈال سکتا ہے؟

انصاف یہ ہے کہ یہ سب کچھ باہمی موتِ خالص اور حبِ صادق کے آثار و نشانات و ضمیمہ ہیں جو حضرت فاروقؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور آپ کے خاندان کے ساتھ تھی۔ اسی تقسیمِ اموال کے موقع پر حضرت فاروقؓ اعظم نے ایک اور جملہ بھی فرمایا تھا جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس کو ناظرین غور و فکر سے ملاحظہ فرماویں اور فاروقؓ اعظم کی عقیدت مندی کی واویں فرماتے ہیں کہ

وَاللّٰهِ مَا اَدْرَاكُنَا الْفَضْلَ فِي الدُّنْيَا وَلَا مَا نَزَّجُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ مِنْ  
تَوَابِ اللّٰهِ عَلٰى مَا عَمِلْنَا اِلَّا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَوْ شَرُّنَا وَتَوَمُّدُ  
اَشْرَفِ الْعَرَبِ ثُمَّ لَا قَرْبَ قَالَا قَرَّبَ الْخَلِيْفَةُ

یعنی اللہ کی قسم جو کچھ بھی ہمیں فضیلت دنیا میں حاصل ہوئی اور جس قدر بھی تو اب اعمال کی ہمیں آخرت میں ملنے کی امید ہے یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و ذریعہ سے نصیب ہوا۔ آپ ہمارے لیے سراسر شرافت و عزت ہیں اور آپ کی قوم تمام قبائل عرب سے ارفع و اعلیٰ ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم)۔

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۲۱۲ - ق اول - طبع بیروت -

تذکرہ و حالات حضرت عمر بن الخطابؓ

(۲) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵ ص ۲۳ - تذکرہ عمرؓ - تدوین الدواوین

(۳) فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۵۵۔ باب ذکر العطاء  
فی خلافتہ عمر بن الخطاب -

(۲)

دوسری یہ چیز یہاں پیش کی جاتی ہے کہ شرعی اصول کے پیش نظر سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا جو حصہ غنائم سے ادا کیا جانا ہے اس کا نام سہمِ ذوی القربیٰ ہے اور اس کو خمس الخمس سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اموالِ غنائم سے خمس کو خلیفہ اول (صدیق اکبرؓ) بھی ادا کرتے تھے اور خلیفہ ثانی فاروق اعظمؓ بھی یہ حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا میں اور نبی ہاشم میں تقسیم کرتے تھے اور اس تقسیم خمس کے متعلق خود حضرت علی المرتضیٰ ہوتے تھے اس مقصد کے اثبات کی خاطر مندرجہ ذیل روایات کافی دانی ہیں۔ یہ حضرت علیؓ کے اپنے فرمودات ہیں جو محدثین نے اپنے اپنے اسانید کے ساتھ روایت کیے ہیں کسی دوسرے شخص کا قول نہیں

(۱)

کتاب الخراج میں امام ابو یوسفؒ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

..... قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْكَ وَسَلَّمَ) إِنَّ رَأَيْتَ أَنْ تُؤْتِيَنِي حَقَّنًا مِنَ الْخُمْسِ فَأُقْسِمُ فِي حَيَاتِكَ

كَلَّا يَا زَعْنَاهُ أَحَدٌ بَعْدَكَ فَا فَعَلْ قَالَ فَفَعَلْ قَالَ فَوَلَّيْنِي رَسُولَ اللَّهِ فَقَسَمْتُهُ فِي

حَيَاتِهِ ثُمَّ وَلَّيْنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَسَمْتُهُ فِي حَيَاتِهِ ثُمَّ وَلَّيْنِي عُمَرُ فَقَسَمْتُهُ

فِي حَيَاتِهِ حَتَّى إِذَا كَانَ آخِرَ سَنَةٍ مِنْ سِنِي عُمَرَ فَأَتَاهُ مَالٌ كَثِيرٌ فَعَزَلَ

حَقَّنًا ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقَالَ خُذْهُ فَأُقْسِمُ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

بِنَاعَتِهِ الْعَامِ غَنَى وَبِالْمُسْلِمِينَ حَاجَةٌ فَذَرَّهُ عَلَيْهِمْ الْمَ

(۱) کتاب الخراج لابن یوسفؒ، ص ۲۰، باب فی قسمة

الغنائم - طبع مصری -

(۲) - اور ابوداؤد سجستانی اپنے سنن میں کتاب الخراج بیان مواضع قسم الخمس میں حضرت علیؑ سے اس مضمون کی مفصل روایت لاتے ہیں۔ عبارت یہ ہے، حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:-

”..... اجْتَمَعْتُ أَنَا وَالْعَبَّاسُ وَقَاطِمَةُ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ رَأَيْتَ أَنْ تَوَلَّيْتَنِي حَقْنًا مِنْ هَذَا الْخُمْسِ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَقْسِمُ بِحَيَاتِكَ كَيْ لَا يُبَايِعَنِي أَحَدٌ بَعْدَكَ فَأَفْعَلُ قَالَ فَقَعَلْ ذَلِكَ قَالَ فَقَسَمْتُهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَلَايَتِهِ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى إِذَا كَانَتْ آخِرَ سَنَتِهِ مِنْ سِنِّي عُمَرَ فَإِنَّهُ أَنَا مَا لَمْ أَكْثِرْ فَعَزَلْ حَقْنًا ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقُلْتُ بِنَاعَتِهِ الْعَامَ غَنِيَّ وَبِالْمُسْلِمِينَ إِلَيْهِ حَاجَةٌ فَارَدُّوكَ مَعَكُمْ فَرَدَّكَ عَلَيْهِمُ الْخُمْسُ“

(۲) سنن ابی داؤد، ج ۲ ص ۶۱ طبع معتبائی دہلی۔ باب

بیان مواضع قسم الخمس (کتاب الخراج)

(۳) - امام بخاری نے تاریخ کبیر میں بہ الفاظ ذیل یہ روایت درج کی ہے:

”عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤَيِّدَنِي الْخُمْسَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَانِي ثُمَّ عُمَرَ“

تاریخ کبیر، ج ۲، ص ۱، ص ۳۸۱۔

(۴) حضرت علیؑ کی یہ روایت امام احمد نے بھی اپنی سند کے ساتھ مشد احمد، ج ۱، ص ۸۴ مشدات علیؑ میں ذکر کی ہے۔

(۵) اسی طرح فاضل بہیقی نے یہ روایت السنن الکبریٰ، جلد ۶ ص ۳۳۳ باب سہم

ذوی القربیٰ من الخمس میں اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔

(۶) - اور مسند ابی یعلیٰ میں محدث ابی یعلیٰ نے حضرت علیؑ کا یہ فرمان باسند نقل کیا ہے

ملاحظہ ہو: مُسنَد ابی یعلیٰ، ص ۳۳، قلمی تحت مُسنَداتِ علی (پیرِ حنبذ اشرفِ سندھ) (۷)۔ اور یہی حضرت علیؑ کی روایتِ فاضلِ متقی ہندی نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے کُنز العمال، ج ۲، ص ۳۰۵، روایت ۶۳۸۰ میں درج کی ہے۔

— حوالہ جات مندرجہ کو مُتحدِ ثنیں نے اپنے اپنے الفاظ میں نقل فرمایا ہے اور تمام باسند روایات ہیں۔ تطویل سے اجتناب کرتے ہوئے تمام کی عبارت درج نہیں کی۔ اب مذکورہ روایات کا خلاصہ عوام دوستوں کے لیے پیش کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمادیں :-

..... یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ  
 ”میں نے عباس بن عبد المطلب اور فاطمہ الزہراء اور زید بن حارثہ کی موجودگی میں سردارِ دو عالم نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارا جو حصہ اس خمس میں ہے اس کی تقسیم کا فریضہ جناب کی حیاتِ طیبہ میں اگر میرے سپرد فرما دیا جاتے تو مناسب ہو گا تا کہ جناب کے بعد کوئی صاحب ہمارے ساتھ اس معاملہ میں تنازع نہ کر سکے (حضرت علیؑ کی اس گزارش پر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کام کا متولی بنا دیا (علیؑ فرماتے ہیں) کہ نبوی دور میں میں اس خمس کو (بنی ہاشم میں) تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابو بکرؓ نے مجھے تقسیم خمس کے کام کا متولی بنا دیا تو صدیقی دور میں بھی (بنی ہاشم میں) تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھے عمر بن الخطابؓ نے خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو عہدِ فاروقی میں بھی میں ان میں تقسیم کرتا رہا۔ جب عہدِ فاروقی کے آخری سال ہوئے تو عمر بن الخطابؓ کے پاس بہت سا مالِ غنیمت پہنچا تو اس نے خمس سے ہم لوگوں کا حصہ اٹک کیا۔ میری طرف آدمی ارسال کر کے فرمان دیا کہ آپ اس مال کو اپنی تحویل میں لے کر (حسب دستور سابق) تقسیم کر دیں۔ میں نے جواب

میں کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہم لوگوں (یعنی بنی ہاشم) کی معاشی حالت اب بہتر ہے، دیگر مسلمان زیادہ محتاج اور ضرورتمند ہیں تب عمر بن الخطاب نے وہ مال (محتاجوں کے لیے) بیت المال میں داخل کر دیا۔“

## مندرجہ ذیل آیات کے فوائد

(۱) - حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان فرمودات سے ثابت ہوا کہ صدیقی اور فاروقی دونوں ادوار میں بنی ہاشم کا مالی حق یعنی خمس وغیرہ ان کو باقاعدہ ملتا تھا اور حضور علیہ السلام کے تمام رستہ داروں کے مالی حقوق حضرت علیؑ کے ہاتھوں پورے کیے جاتے تھے تاکہ خدا رول کو اپنا اپنا حق صحیح طریقہ سے پہنچ سکے۔ اور اس میں کوئی کمی اور قصور رہ جانے کا شائبہ نہ رہے۔ دوسرے لفظوں میں ان حضرات کا حق نہ کسی نے غصب کیا نہ کسی نے سلب کیا، نہ کسی نے ضائع کیا بلکہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ ان سب کے حقوق ادا کرتے رہے۔

(۲) - دوسرا امر یہ معلوم ہوا کہ خمس تقسیم کرنے میں خمس حاصل کرنے والوں کے فقر و احتیاج کا خاص لحاظ رکھا جاتا تھا جیسا کہ حضرت علیؑ کے قول سے یہ چیز ثابت ہو رہی ہے اور فقہاء کرام نے اس مسئلہ میں حضرت علیؑ کے اس فرمان کو سب سے مستدل قرار دیا ہے۔

(۳) - تیسرا یہ امر واضح ہوا کہ جس طرح حضرت عمرؓ نے ہاشمی حضرات کی قدر دانی کرتے ہوئے ان کے مالی حقوق کی ادائیگی کی ہے اسی طرح اس واقعہ سے حضرت علیؑ کا جذبہ خیر خواہی اور شانِ مواساة بھی نمایاں طریقہ سے ثابت ہوتی ہے کہ دیگر محتاج مسلمانوں کے فقر و فاقہ کے پیش نظر اپنے لیے منافع و محاصل کو ترک کر دیا۔ گو بعض اوقات آسودہ حالی کی صورت میں اگر خناتم وغیرہ سے اپنے حصص حاصل نہیں کیے تو یہ ان کے تقویٰ اور زہد پر محمول ہے اور اگر یہ حقوق انہوں نے اکثر اوقات

دسُؤل کیسے ہیں جیسا کہ فریقین کی کتابیں شہادت دے رہی ہیں تو یہ ان کی ضرورت پر  
محمول ہے۔

(۴) چوتھا امر یہ ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان کسی قسم کی مناقشت  
وخصومت ہرگز نہ تھی، نہ بغض و عداوت تھی نہ نفرت و بغاوت تھی، بلکہ یہ بزرگ ایک  
دوسرے کے حقوق کی رعایت کرنے والے تھے۔ ہر مرحلہ و ہر مقام پر باہمی الفت و  
محبت رکھنے والے تھے اور باہم متفق العمل اور متحد الامر تھے۔

اسی بنا پر اکابر علماء نے امام محمد باقر سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے  
مشکلہ خمس کے متعلق اپنے دورِ خلافت میں وہی روش اختیار کی اور وہی طریقہ پسند  
فرمایا جو حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے اختیار کیا ہوا تھا۔

(۱) عن ابی جعفر قال سلك علی بالخمس طریقہما ۛ

المصنف عبد الرزاق، جلد ۵، ص ۲۳، باب ذکر الخمس

وسہم ذی القربیٰ

(۲) . . . . . قَالَ سَلَكَ بِهِ وَاللَّهِ سَبِيلَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ ۛ

(طحاوی شریف، ج ۲، ص ۱۳۵، باب سہم ذوی القربیٰ)

## مضمونِ ہذا کی شیعہ کتب سے تائید

شیعہ مجتہدین نے ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے اصل مسئلہ کی تصدیق ہوتی ہے  
یعنی حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قریبی رشتہ  
داروں کے مالی حقوق ادا کرتے تھے۔

(۱) ملا باقر مجلسی نے ”حق الیقین“ باب مطاعن ابی بکر میں حدیث شیعہ کے ذریعہ علامہ جوہری  
ابوبکر شیعہ کی روایت نقل کی ہے جو اس کی کتاب ”التقیفہ“ میں باسناد مذکور ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ و دیگر ذوی القربی نے ابوبکرؓ سے خمس کا مطالبہ کیا تو ابوبکرؓ نے جواب میں کہا کہ :-

»... من ازین آیت (آیت خمس) نمی فہم کہ سہم را بشمار بدہم و لیکن اُن قدر کہ شمارا بس باشد میدہم و عمر نیز در این باب تصدیق او کرد«

(حق الیقین از ملا باقر مجلسی - باب وریبان مطاعن

ابی بکر بحث مجہول بودن حدیث معاشر الانبیاء الخ

صفحہ ۱۲۹ - طبع قدیم - لکھنؤ - و صفحہ ۲۱۰ طبع طہران

بحث مذکور -

مطلب یہ ہے کہ ابوبکرؓ نے کہا کہ مجھے اس آیت (خمس) سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ تمام خمس آپ صاحبان کو دے دیا جائے لیکن جتنا قدر کہ آپ کی ضروریات کو کفایت کرے وہ دیا جائے گا اور عمرؓ نے الخطاب نے اس معاملہ میں ان کی تصدیق و تائید کی :-

یعنی حضرت عمرؓ کی اس مسئلہ میں تصدیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ اور ایسی خمس کے مؤید تھے مانع نہیں تھے۔ (نہا ہو المطلوب)

(۲) - دوسرا ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ابوبکر الجوسبری الشیبی سے مکمل سند کے

ساتھ ایک طویل روایت کی ہے اس میں حضرت فاطمہ الزہراؓ کی طرف سے ابوبکر الصدیق سے فدک کی آمدنی کا مطالبہ کرنا مذکور ہے وہاں ابوبکر الصدیق نے اقرار کیا ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضرات کے اخراجات آمدِ فدک سے پورا کرتے تھے اور زائد آمدنی کو تقاباً ضروریات میں فی سبیل اللہ صرف فرمایا کرتے تھے میں بھی یقیناً اس طریقہ کے موافق عمل درآمد کروں گا۔ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکر الصدیق کو قسم دے کر کہا کہ آپ ضرور اسی طرح عمل کریں گے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا



کہ میں ضرور اسی طریقہ کے مطابق عمل جاری رکھوں گا اس وقت فاطمہ الزہراء نے کہا کہ اے اللہ تو اس بات کا گواہ رہ۔ اس کے بعد مذکور ہے کہ:-

«وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَأْخُذُ غَلَّتَنَا وَيَدْفَعُ إِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيهِمْ وَيُنْقِصُهُمُ  
الْبَاقِي وَكَانَ عُمَرُ كَذَلِكَ ثُمَّ كَانَ عُثْمَانُ كَذَلِكَ ثُمَّ كَانَ عَلِيٌّ كَذَلِكَ وَفِي رِوَايَةٍ تَصِفُ فَعَلَتْ  
الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ كَذَلِكَ»

(۱) - شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعہ متسنن علی، ج ۳۶ ص ۲۹۶

طبع ایرانی قدیم و طبع بیروتی، ج ۴ ص ۱۱۱ - باب ما فعل  
ابو بکر بحدک و ما قالہ فی شانہا -

(۲) - شرح نہج البلاغہ (مصباح السالکین) لابن عثیم بحرانی،

ج ۳۵، ص ۵۲۳ - طبع قدیم ایرانی و طبع جدید طہرانی،

ج ۵، ص ۱۰۷ - تحت مقصد ثامن - تحت شرح من کتابہ

علیہ السلام الی عثمان بن حنیف -

(۳) - فوہرہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ لابراہیم بن حاجی حسین ص ۳۳۲

طبع قدیم ایرانی، تحت قولہ علی کانت فی ایدینا فذک

من کل ما اظلمت السماء الخ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فدک کی آمدنی کا غلہ لے کر ابو بکر صدیق فدوی تقرنی

حضرات کی ضرورت کے موافق ان کو دیتے تھے اور بقایا آمدنی (دیگر لوگوں میں)

تقسیم کر دیتے تھے اور عمر بن الخطاب بھی اسی طرح عمل در آمد کرتے تھے اور حضرت

عثمان بھی اسی طرح عمل کرتے تھے اور حضرت علی بھی اسی طرح عمل کرتے تھے۔

## نتائج و نسرآت

(۱) - شیعہ مرویات ابدا سے ثابت ہوا کہ فدوی تقرنی کے مالی حقوق (خمس و آمد فدک وغیرہ)

کو سیدنا ابوبکر الصدیق و سیدنا عمر فاروق دونوں حضرات ادا کرتے تھے شیخین نے ان کے حقوق کو غصب نہیں کیا ضائع اور تلف بھی نہیں کیا۔ بلکہ ٹھیک طریقہ سے اسلامی دستور کے موافق ادا کیا۔ اور اسی طرح حضرت عثمان بھی زوی القربی کے مالی حقوق سابق خلفاء کی طرح ادا کرتے تھے۔

(۲)۔ نیز واضح ہوا کہ رشتہ داران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالی حقوق کو خلفاء ثلاثہ حضرات نبوی طریقہ کے مطابق ادا کیا کرتے تھے۔ نبوی طریقہ کے خلاف معاملہ نہیں کیا گیا۔

(۳)۔ اور یہاں سے عیاں ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء، ابوبکر الصدیق سے اس معاملہ میں راضی و خوش ہو گئی تھیں اور حضرت فاطمہ کی رضامندی کے بعد حضرت علیؑ و دیگر حضرات کا رضامند ہو جانا تو خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔

## تکمیل فوائد

ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ ادائیگی خمس کی روایات ہم نے مختصر پیش کی ہیں۔ اس سلسلہ میں مزید چند ایک روایات ہماری کتابوں میں دستیاب ہیں جس میں سیدنا فاروق اعظمؓ کا بی بی ہاشم اور اہل بیت نبوت کے حق میں ناصحانہ اور خیر خواہانہ جذبہ نمایاں طور پر موجود ہے ہماری خواہش ہے کہ ناظرین بانیگین بھی اس مضمون سے مسرت اندوز ہوں۔

(۱)

”عن حماد بن زید عن النعمان بن راشد عن الزهري أن عمر بن الخطاب قال إن جاءني خمس العداق لا أدعها شميًا إلا نزعته ولا من لا جارية له إلا أخذته قال وكان يعطى الحسن والحسين“

(۱)۔ کتاب الاموال لابن عبد القاسم بن سلام۔ باب بہم زوی

القربی من الخمس ص ۳۲۵۔ طبع مصری۔

(۲) - الرياض النظره لمحِب الطبری بحوالہ ابن الجوزی الزیادہ  
ص ۲۸، جلد ثانی - باب ذکر صلۃ اقرار رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم -

(۳) - کنز العمال طبع قدیم ص ۳۰۵، جلد ثانی - روایت ۶۳۸ -  
یعنی حضرت عمر فاروق نے کہا کہ جب ہمارے پاس عراق مفتوح ہونے پر خمس آئیگا  
تو ہم بہر (غیر شادی شدہ) ہاشمی کی تزویج کر دیں گے اور جس ہاشمی کے پاس بھی خاد  
نہ ہوگی اس کو خدمت کے لیے خاد مہ دینگے اور حضرت فاروق حسن و حسین کو خمس  
وغیر خمس سے) عطیات دیا کرتے تھے۔“

(۲)

— حافظ ابن کثیر نے مندرجہ ذیل واقعہ البدایہ جلد ہفتم میں ذکر کیا ہے:-  
» . . . . . ان عُمَرَ لَمَّا نَظَرَ اِلَى ذَٰلِكَ قَالَ اِنَّ قَوْمًا  
اَتَوْا هَٰذَا الْاَمْنَاءَ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ اِنَّكَ عَقَقْتَ رَعِيَّتِكَ  
وَلَوْ رَتَعْتَ لَرَتَعْتَ ثَمَّ قَسَمَ عُمَرُ ذَٰلِكَ فِي الْمُسْلِمِينَ فَاَصَابَ عَلِيًّا قِطْعَةً  
مِنَ الْبَسَاطِ فَبَاعَهَا بِعِشْرِينَ اَلْفًا“

(۱) سیرة عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۹۶ -

(۲) البدایہ لابن کثیر، جلد ۷ - ص ۶۷ -

مطلب یہ ہے کہ ۱۶ھ میں جب مدائن (جو کسریٰ کا مقام تخت تھا) فتح ہوا  
تو وہاں سے کافی اشیاء از قسم لباس و زیورات اور زریب و زینت کا متعلقہ سامان کثیر تعداد  
میں سعد بن ابی وقاص نے حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں ارسال کیا اور غانمین کو حصص  
دے کر مزید چیزیں یہاں مدینہ طیبہ میں پہنچائیں۔ اس وقت حضرت عمر فاروق نے ان چیزوں  
کی طرف نظر کر کے فرمایا کہ قوم نے امانتدار لوگوں کی طرف اس مال کو پہنچایا ہے تو حضرت

علی المرتضیٰ نے کہا کہ آپ قوم کے ساتھ عفت اور احتیاط کا معاملہ کرتے ہیں اس بنا پر عفت نے بھی احتیاط کا برتاؤ کیا ہے۔ اگر آپ تنعم میں پڑ جاتے اور غفلت کرنے لگتے تو آپ کی عفت بھی ایسا کرتی۔ پھر حضرت عمر فاروق نے ان چیزوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت علی کو اس مال سے ایک سبب قیمت (فرش پوش) بچھونے کا ایک ٹکڑا حصے میں ملا جس کو حضرت علی نے بیس ہزار درہم میں فروخت کیا۔

اور مصنف "عبدالرزاق، جلد یازدہم باب الدیوان میں خزائن کسریٰ کے متعلق ایک تفصیل پائی گئی ہے۔ اس موقع پر لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ ان خزائن و اموال کو بچانوں سے ماپ کر تقسیم کیا جائے؟ یا دونوں ہاتھ کی ہتھیلیوں سے اندازہ دیا جائے؟

تو حضرت علی المرتضیٰ نے مشورہ دیا کہ ہاتھوں کی ہتھیلی سے دینا کافی ہے پھر مذکور ہے کہ حضرت عمر نے سب سے پہلے سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ کو بلا کر ہتھیلیوں سے ماپ کر دیا، پھر سیدنا حسین بن علی کو بلا کر اسی طرح دیا پھر اور لوگوں کو بلا کر دینا شروع کیا اور لوگوں کے ناموں کے اندراج کے لیے رجسٹر قائم کیا اور ہر مہاجر کے لیے سالانہ پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا اور ہر انصاری کے لیے چار چار ہزار درہم متعین کیا۔ اور ازواج مطہرات کے لیے دہر ایک کے لیے، بارہ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا الخ۔ یہ مضمون عبارت ذیل درج ہے۔ اہل علم کے اطمینان کے لیے اصل عبارت نقل کی جاتی ہے:-

..... ثُمَّ قَالَ أَنْكَبِلْ لَهُم بِالصَّاعِ أَمْ نَحْتُو؟ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ  
إِحْتُو لَهُمْ ثُمَّ دَعَا حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَوَّلَ النَّاسِ فَحَنَّالَهُ ثُمَّ دَعَا  
حُسَيْنًا ثُمَّ أَعْطَى النَّاسَ وَدَوَّنَ الدِّيْعَانَ وَفَدَّضَ لِلْمُهَاجِرِينَ بِكُلِّ  
رَجُلٍ مِنْهُمْ خَمْسَةَ آلَافٍ دِرْهَمٍ فِي كُلِّ سَنَةٍ وَاللِّأَنْصَارَ بِكُلِّ رَجُلٍ  
مِنْهُمْ أَرْبَعَةَ آلَافٍ دِرْهَمٍ وَفَدَّضَ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كُلِّ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ اثْنَتَيْ عَشَرَ اَلْفًا دِرْهَمًا - الخ

(المصنف لعبد الرزاق، جلد یازوہم، ص ۱۰۰ - باب الدیوان)

(۳)

فاروق اعظم کی طرف سے بعض دفعہ حضرت علیؓ کو بعض اہم عطیات بھی دیے جاتے تھے یہاں اس کے متعلق ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ کتاب الخراج میں یحییٰ بن آدمؒ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ :  
 «..... سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ إِنَّ عَلِيًّا سَأَلَ عُمَرَ  
 بْنَ الْخَطَّابِ فَأَقَطَعَهُ يَتْبَعُ»

۱۔ کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم المتوفی ۲۰۳ھ طبع

مصری، ص ۶۸، سن طباعت ۱۳۴۷ھ

۲۔ السنن الکبریٰ بیہقی ص ۲۲۲ ج ۶ باب اقطاع المولت

(۲)۔ اور فتوح البلدان بلاذری میں امام جعفر صادقؑ سے مکمل سند سے نقل کیا ہے :-

«..... عن جعفر بن محمد عن ابيه انه قال اقطع عمر

بْنِ الْخَطَّابِ عَلِيًّا يَتْبَعُ فَأَصَاتَ إِلَيْهَا غَيْرَهَا»

۱۔ فتوح البلدان ل احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی الشہیر

بلاذری، المتوفی ۲۴۹ھ ص ۲۰۔ طبع اولیٰ مصری

۲۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۵۵ ج ۱۲۔ کتاب الجہاد۔ طبع کراچی

(۳)۔ بریمان الدین الطرابلسی الحنفی نے الاسعاد فی احکام الاوقاف میں تحریر کیا ہے کہ :-

«..... عن عبد العزيز بن محمد عن ابيه عن علي بن ابي طالب

رضي الله عنه ان عمر بن الخطاب قطع لعلي يتبعه ثم اشترى علي

إلى قطيعته التي قطع له عمر أشياء فحفر فيهما عيناً فبينا هم

يعملون إذ تجر عليهم مثل العنق الجزور من الماء فأتى علياً

فَبَشِّرْهُ بِذَٰلِكَ . . . . . وَبَلَغَ جَدًّا دَهَا فِي زَمَنِ عَلِيٍّ الْفَتْ

وَسَقِيَّ“

۱۔ کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف ص ۸۰۷۔ لبرمان الدین ابراہیم

بن موسیٰ الطرابلسی الحنفی۔ سن تالیف کتاب ہذا ۹۰۵ھ

۲۔ وقاء الوفاء لسمودی ص ۱۳۳-۱۳۴ ج ۲ فصل الثمن تحت لفظ ینبع۔

۳۔ معجم البلدان للياقوت الحمودي ص ۲۵۰ ج ۲۰۔ تحت ینبع۔

مندرجہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ عمر بن الخطاب نے حضرت علی کے

نام زمین کا ایک قطعہ ینبع کے مقام میں متعین و مقرر فرمایا۔ پھر حضرت

علی نے وہاں عطا شدہ رقبہ کے پاس کچھ اور (رقبہ) خریدا کر کے اضافہ کر لیا۔

وہاں اپنے رقبہ میں کھدائی کرائی تو وہاں ایک پانی کا زوردار چشمہ بھوٹ نکلا

. . . . . (روایت کرنے والا ذکر کرتا ہے) کہ حضرت علی رضی

اللہ عنہ کے زمانہ میں ہی اس آبادی رقبہ کی آمدنی ایک ہزار وستی تک پہنچ

گئی تھی“

\_\_\_\_\_ ناظرین کرام! ان واقعات نے واضح کر دیا ہے کہ حضرت علیؑ اور حضرت

عمر کے باہمی تعلقات نہایت بہتر تھے اور ایک دوسرے سے عطیات قبول کیا کرتے تھے۔

یہ چیزیں ان کے دوستانہ روابط کے واضح نشانات ہیں جو کسی تشریح و توضیح کے محتاج نہیں۔

ہر منصف مزاج باشعور آدمی ان سے نتائج اخذ کر سکتا ہے۔

۱۔ قولہ ایک ہزار وستی۔ اس دور میں وستی ایک پیمانہ تھا۔ ایک وستی ساٹھ صاع کا ہوتا تھا اور

ایک صاع قریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے (۱۳۶) اس حساب سے ایک ہزار وستی کی آمدنی قریباً

چھ سو چھپن خلوار دوسمن کی ہوتی ہے۔ (منہ)

# باب سوم

بفضلہ تعالیٰ اب باب سوم شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں چار فصل تجویز کیے گئے ہیں۔  
فصل اول میں سیدہ فاطمہؓ کے متعلق چند چیزیں ذکر ہونگی۔ اور حضرت عمر فاروق کی شادی میں  
حضرت علیؓ کا شامل ہونا ذکر کیا جائے گا۔

فصل دوم میں اُمّ کلثومؓ و حضرت علی المرتضیٰؓ کے فاروقی نکاح کے متعلقات و دیگر امور  
درج ہونگے۔

فصل سوم میں سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ اور فاروق اعظمؓ کے باہمی روابط تحریر  
کیے جائیں گے۔

فصل چہارم میں حضرت عمر فاروقؓ کے آخری ایام میں وصایا وغیرہ اور بعد از وفات  
کی متعلقہ چند اشیاء بیان کی جائیں گی جن سے حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے  
تادم زلیت تعلقات واضح ہونگے۔

## فصل اول

حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کو آقائے مقدس نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
ایسی عقیدت مندی تھی کہ وہ آپ کو اپنی جان و مال سے زیادہ موقر و مکرم سمجھتے تھے اسی طرح  
وہ اپنے آقا کی اولاد شریعت کے ساتھ ہمیشہ پورے احترام و تکریم، اعزاز و اکرام تعلق  
قائم رکھتے تھے۔ فاروقی زندگی کے حالات اس پر شاہد و گواہ ہیں۔

(۱)

چنانچہ جس وقت حضرت فاطمہ الزہراء کی خواستگاری اور خطبہ کا مسئلہ پیش آیا تو اس سعادتمندی کے حصول کے لیے حضرت علی کو آمادہ کرنے میں حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوبکر الصديق دونوں نے مکمل کوشش کی۔

اس چیز کے متعلق چند ایک حوالہ جات قبل ازین حصہ صدیقی کے باب اول میں مکمل عبارت کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ یہاں ضرورت کے لیے دوبارہ ان کو اجمالاً تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱) امالی شیخ طوسی میں شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی شیبی نے حضرت علی کا فرمان نقل کیا ہے:

«يَقُولُ أَنَا فِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ لَوْ أَنِّي تَرَسْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ

وَالِهِ فَذَكَرْتُ لَهُ فَاطِمَةَ قَالَ فَأَبَيْتُهُ» الخ

(امالی شیخ طوسی شیبی، ج اول ص ۳۸ طبع نجف اشرف عراق)

اور ملاباقر مجلسی نے جلاء العیون میں ذکر کیا ہے کہ:

..... روزے ابوبکر و عمر و سعد بن معاذ در مسجد حضرت رسول نشسته

بودند و سخن فراوجت حضرت فاطمہ در میان آوردند .....

پس ابوبکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ بزخیرید نینبرد علی برویم و او را تکلیف

نمائیم کہ خواستگاری فاطمہ بکند و اگر تنگدستی او را مانع شدہ باشد ما او را درین

باب مدد کنیم .....

پس ایشان بہر سخویکہ بود آں حضرت را

راضی کردند کہ بخدمت آنحضرت رسول رود و فاطمہ را انزال حضرت خواستگاری

نماید۔ حضرت تتر خود را کشتود و بخانہ خود آورد و بست و نعلین خود را پوشید

و متنوجہ خانہ حضرت رسالت شد۔

(۲) جلاء العیون ص ۱۲۱-۱۲۲ - باب تزویج فاطمہ

(۳) بحار الانوار باقر مجلسی جلد ۱ ص ۳۷-۳۸ - باب

تزویج فاطمہ بعلی طبع قدیر ایران -



(۴) اسی طرح حملہ حیدری میں میرزا رفیع باذل شیبی نے جلد اول تحت وقائع سال دوم ذکر خطبہ نمودن علی المرتضیٰ میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو خطبہ و خواستگاری فاطمہؓ کے لیے آمادہ کرنا اشعار میں بڑا عمدہ نظم کیا ہے۔ چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

ۛ

بپانچ چنین گفت یسُوبِ دین      کہ دارم دو مانع بر قدم ام ایں  
نخست آنکہ شرم آیدم از نبی      دوم خامشتم کردہ دستِ تہی  
بگفتند "یارِ انش" ای شہر یار      تو در خاطر خویش از بہا میار  
بہ تر غیب "یاراں" علیؓ ولی      بروز دگر رفت نزد نبیؐ

(حملہ حیدری، ج ۱، ص ۶۱۔ طبع قدیم سن طباعت ۱۳۶۶ھ)

(مرزا رفیع باذل ایرانی)

حضرات یہ سب حوالہ جات شیعہ کی معتبر کتب سے ہیں۔ ان حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

”حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ وغیرہا میں ایک روز فاطمہؓ کے ساتھ نکاح و شادی کا ذکر آیا تو ان حضرات نے کہا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے پاس جائیں اور ان کو اس نکاح کے لیے آمادہ کریں اور اگر ان کو فقر و فاقہ، زیر دستی و تنگ دستی حارج و مانع ہو تو ان کی جا کر امداد کریں۔ . . . . ان حضرات نے حضرت علیؓ کو جا کر اس معاملہ کے لیے راضی کیا کہ آپ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ رشتہ طلب کریں۔ حضرت علیؓ نے اپنا اونٹ گھر باندھا اور پاپوش پہن لیے۔ رسول خدا کی خدمت میں اس مقصد کے لیے حاضر ہوئے۔ الخ

(۲)

پھر جس وقت شادیِ فاطمہؑ کے لیے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلسِ نکاح منعقد فرمائی تو مجلسِ نکاح میں اس نکاح کے گواہ اور شاہد جو مقرر کیے گئے تھے ان میں حضرت سیدنا عمر بن الخطاب بھی گواہ تھے۔ اس مسئلہ کے اثبات کے لیے ہم نے قبل ازیں پہلے حصہ صدیقی، باب اول میں مفصل عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ چند ایک حوالہ جات کا اختصار یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔ اخطب خوارزمی شعی نے مناقب خوارزمی میں اور علی بن عیسیٰ اربلی شعی نے کشف الغمہ اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد عاشم میں اور ہباء العیون میں یہ مضمون ذکر کیا ہے۔ یہ سب روایات شیعہ کی ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کا اپنا فرمان ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ :-

” . . . . . جب میں حضرت رسولِ خدا صلعم کے گھر سے مسجد کی طرف

جانے لگا تو فاستقبلی ابو بکر و عمر . . . . . وَرَجَعَا مَعِيَ إِلَى الْمَسْجِدِ

. . . . . ( راستے میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے میری ملاقات ہوئی

اور وہ لوگ میرے ساتھ مسجد کی طرف چلے آئے ) . . . ( پھر مسجد نبوی میں

مجلسِ نکاح منعقد ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ تو پہلے موجود تھے، باقی مہاجرین

و انصار کو بھی بلایا گیا۔ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ نکاح پڑھتے

ہوتے فرمایا:

” وَأَمَرَنِي أَنْ أَزَوِّجَهُ فِي الْأَرْضِ وَأَشْهَدُكُمْ عَلَى ذَٰلِكَ ”

” یعنی مجھے خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ فاطمہ کا علیؑ سے نکاح کر دوں

اور میں تم سب کو اس نکاح کا گواہ بناؤں ”

(۱) المناقب خوارزمی، ص ۲۵۱-۲۵۲ فصل فی تزویج رسول اللہ

صلعم فاطمہؑ طبع مکتبہ حیدرآباد۔ نجف اشرف، عراق۔

(۲) کشف الغمہ، ص ۴۸۳-۴۸۴، جلد اول، باب تزویج

بسیۃ النساء، طبع جدید مجمع ترجمہ فارسی -

(۳) بحار الانوار، جلد ۱۰، ص ۳۸-۳۹، باب مذکور

اور ملا باقر مجلسی نے روایت مذکورہ کو جلاء العیون بحث تزویج فاطمہؑ باعلیٰؑ میں بھی چند چیزوں کے اضافہ کے ساتھ درج کیا ہے اور ابوبکر الصدیقؓ و عمر بن الخطابؓ کے گواہ ہونے کے مسئلہ کو بھی ذکر کیا ہے۔ . . . . . (روایت طویل جاری ہے)۔ حضور

علیہ السلام نے فرشتوں کو اس نکاح کا گواہ بنانے کے بعد اس مجلس کے حاضرین کو دجن میں ابوبکرؓ و عمرؓ موجود ہیں، خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مرا (پرووردگارا) امر کر دکھ فاطمہؑ را باو تزویج غایتم در زمین شمارا گواہ میگیرم بر این یعنی فاطمہؑ کو علیؑ سے تزویج کر دوں زمین میں اور تم کو اس پر گواہ بناؤں۔

(۴) جلاء العیون ملا باقر مجلسی مجتہد گیارہویں صدی -

ص ۱۲۵ - باب تزویج سیدہ باعلیٰ المرتضیٰ طبع تہران

(۴۵)

اب ہم تیسری چیز پیش کرتے ہیں۔ جس میں سیدنا عمر فاروقؓ کے نزدیک حضرت فاطمہؑ کا احترام ملحوظ رکھنا اور آقائے نامدار (صلعم) کی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھنا منقول ہے۔ یہ تمام چیزیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اپنا عقیدت کے بتن ثبوت ہیں۔ یہ روایت حاکم نمینیا پوری نے مستدرک میں درج کی ہے:

” . . . . . إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَخَلَ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا

أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ وَاللَّهِ مَا كَانَ

أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ أَبِيكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكَ “

(۱) المُشْتَدْرِكُ لِلْحَاكِمِ بِلَدِّ ثَالِثٍ ص ۱۵۵۔

(۲) کنز العمال، ج ۷، ص ۱۱۱ (ک)، طبع اول قدیم۔

یعنی حضرت عمر بن الخطاب (ایک دفعہ) حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یہ ذکر کیا کہ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری ہیں اور اللہ کی قسم میرے نزدیک بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

(۴)

چوتھی چیز یہ عرض کی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہ محزونہ منعموم رہا کرتی تھیں۔ قریباً چھ ماہ کے بعد اللہ نے ان کی وفات ہوئی۔ حضرت فاطمہ الزہراء کی بیماری کے دوران حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا عیادت و بیمار پرسی کے لیے جانا شیعہ علماء نے لکھا ہے مگر واقعات کو مسخ کر کے عداوت کی داستان مرتب کر دی ہے جیسا کہ ان دو سنتوں کا دیرینہ شیوہ ہے۔ کتاب سلیم بن قیس میں واقعہ عیادت ذکر کیا ہے اور دشمنی کی رنگ آمیزی کر کے نقشہ پیش کیا ہے۔ گویا دوستی کے واقعات کو دشمنی کی حسین شکل دے دی ہے۔

— بعد ازیں اس مقام میں حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں حضرت عمر فاروقؓ کا شامل ہونا ہم درج کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مسئلہ امام زین العابدین اور امام محمد باقرؑ سے مختلف کتابوں میں مروی ہے۔ سہر دست مندرجہ ذیل حوالہ جات اس مسئلہ کے لیے پیش خدمت ہیں اور حصہ اول صدیقی میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔ وہاں صدیق اکبرؓ کا جنازہ انہما میں شامل ہونا لکھا گیا تھا۔ یہاں حضرت عمرؓ کا شامل ہونا ثابت کیا جا رہا ہے۔

زین العابدین علی بن الحسین کی روایت

محب الطبری نے ابن اسحاق کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ :-

” . . . عن مالك عن جعفر بن محمد عن أبيه عن جده علي بن الحسين قال ماتت فاطمة بين المغرب والعشاء فحضرها أبو بكر وعمر وعثمان والزبير وعبد الرحمن بن عوف فلما وضعت ليصلي عليها قال علي تقدم يا أبا بكر قال وأنت شاهد يا أبا الحسن؟ قال نعم! تقدم فوالله لا يصلي عليها غيرك فصلى عليها أبو بكر رضي الله عنهم أجمعين ودفنت ليلاً خرجه البصري وخرجه السمان في الموافقة -

رياض النفرة في مناقب العشرة، ج ۱ ص ۱۵۶، باب وفاة فاطمة

## ” امام محمد باقر کی روایت

” . . . عن جعفر بن محمد عن أبيه قال ماتت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فجاء أبو بكر وعمر ليصليا فقال أبو بكر لعلي بن أبي طالب تقدم فقال ما كنت لأتقدم وأنت خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم فتقدم أبو بكر وصلى عليها “

کنز العمال علی متنی ہندی، طبع اول، ج ۶، ص ۳۱۸  
باب فضائل الصحابة فصل فی تفضیلہم فضل الصدیق  
بحوالہ خط فی روایہ مالک

ہر دو روایات کا حاصل یہ ہے کہ

” جعفر صادق اپنے والد محمد باقر سے اور وہ اپنے والد زین العابدین سے نقل کرتے ہیں کہ مغرب و عشاء کے درمیان فاطمہ الزہراء کی وفات ہوئی۔

ان کی وفات پر ابو بکر الصّدیق، عمر فاروق، عثمان بن عفان، زبیر، عبدالرحمن بن عوف  
یہ سب حضرات تشریف لاتے۔ جب نماز کے لیے جنازہ سامنے رکھا گیا تو  
علی المرتضیٰ نے ابو بکر الصّدیق کو کہا کہ آپ نماز پڑھانے کے لیے آگے تشریف  
لائیں۔ حضرت ابو بکر نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! آپ کی موجودگی میں؟  
انہوں نے کہا کہ ہاں! آپ پیش قدمی فرمائیں۔ آپ خلیفہ رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم ہیں۔ اللہ کی قسم! آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہ پر نماز جنازہ نہیں پڑھا  
تب ابو بکر الصّدیق نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو دفن کی گئیں۔

(۵)

## حضرت عمرؓ کی شادی میں حضرت علیؓ کی شمولیت

معاشرے میں دستور چلا آتا ہے کہ خوشی و غمی کے مواقع میں دوست و احباب ایک دوسرے  
کے ساتھ شریک حال ہوا کرتے ہیں۔ اس دستور کے موافق حضرت عمرؓ نے اپنی تقریب نکاح اور  
شادی میں دیگر لوگوں کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کو بھی مدعو کر کے شامل کیا۔ اور انہوں نے  
اس دعوت کو بخوشی منظور کر کے شمولیت فرمائی۔ پھر وہاں حضرت علیؓ کی طرف سے انبساطِ طبع  
کا ایک واقعہ پیش آیا مندرجہ ذیل کتابوں میں یہ مضمون موجود ہے۔ تطویل سے بچنے کے لیے  
صرف ایک کتاب (الاستیعاب) کی عبارت درج کی جاتی ہے یہ عام متداول کتاب ہے۔  
باقی کتب کا حوالہ دے دینا کافی خیال کیا ہے۔

” . . . . . فَتَزَوَّجَهَا رَعَايَتَكَ بِنْتِ زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ نُفَيْلٍ، عَمْرٍو

بِئْنَ الْمُحَطَّابِ سَنَةَ اِثْنَتَيْ عَشْرَ سَنَةٍ فَاوَلَمَّ عَلَيْهَا فَدَعَا جَمْعًا فِيهِمْ

عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ دَعْنِي اِكْلِمْ مَعَايِكَتَكَ قَالَ

اَفْعَلْ فَاَخَذَ بِجَانِبِي الْبَابِ وَقَالَ يَا عَدِيَّةُ نَفْسِيْهَا اِيْنَ قَوْلِكَ؟ فَالْتَمَسَتْ

لَا تَنْفَكُ عَيْنِي حَزِينَةً عَلَيْكَ وَلَا يَنْفَكُ جِدِّي أَعْبْرًا - فَكَيْتُ (عَاتِكَةُ)  
 قَقَالَ عُمَرُ مَا دَعَاكَ إِلَى هَذَا يَا أَبَا الْحَسَنِ؟ كُلُّ نِسَاءٍ يَفْعَلْنَ هَذَا - الخ  
 (۱) کتاب نسب قریش "مصعب زبیری" تذکرہ  
 ولد عدی بن کعب، ج - ۱، ص ۳۶۵ -

(۲) "الاستیعاب لابن عبد البر" ج ۴ ص ۳۵۵ معہ  
 اصحابہ تذکرہ عاتکہ -

(۳) کتاب التہدید لابن عبد البر قلی پیر حنبذ (سندھ)  
 ج ۶ ص ۲۵۲، تحت مروایث یحییٰ بن سعید  
 (۴) "أسد الغابہ لابن اثیر الجزیری" ج ۵ ص ۴۹۸ -  
 تذکرہ عاتکہ بنت زید -

ان حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

حضرت امیر عمرؓ نے مسماة عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل کے ساتھ ۱۲ھ  
 میں شادی کی اور آپ نے ولیمہ کیا۔ دوست احباب کو مدعو کیا۔ ان میں حضرت  
 علیؓ ابن ابی طالب کو بھی شریک دعوت کیا۔ زحور و نوش سے فراغت کے بعد،  
 خوش طبعی کے طور پر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ عاتکہ (تذکرہ) سے  
 کلام و تکلم کی اجازت ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ حضرت علیؓ نے  
 خانگی پردہ سے باہر رہتے ہوئے عاتکہ کو اس کے چند اشعار یا دولاٹے (جو اس  
 نے اپنے سابق خاوند عبداللہ بن ابی بکر کی وفات پر غم کی حالت میں کہے تھے)  
 پہلا شعر یہ ہے -

فَالَيْتُ لَا تَنْفَكُ عَيْنِي حَزِينَةً  
 عَلَيْكَ وَلَا يَنْفَكُ جِدِّي أَعْبْرًا

”یعنی اُسے زُوج میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میری آنکھ تجھ پر ہمیشہ غمناک رہے گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا۔“  
 تو عاتکہ اس یاد دہانی پر رونے لگی حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو علی المرتضیٰؓ کو کہا کہ اے ابوالحسن (آپ اس کو غمناک کر رہے ہیں) عورتیں تو اسی طرح کیا کرتی ہیں (یعنی سابقہ چیز کو فراموش کر کے نیا معاملہ کر لیتی ہیں)۔

## مندرجاتِ فصل ہذا

سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا تعلق حضور نبی کریم علیہ السلام کی اولاد شریف کے ساتھ نہایت عقیدت مندی کا تعلق تھا۔ دو امان کی عزت کو ملحوظ رکھتے تھے۔ پھر تادم زلیت اس نسبت کو قائم رکھا اور حقوقِ رفاقت کو ادا کرتے رہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ بھی دوستانہ روابط ہمیشہ سے قائم رکھے ہوتے تھے۔ غرضی و غمی میں ایک ساتھ رہتے تھے۔ ایک دوسرے کو مدعو کرتے تھے۔ باہمی دعوت قبول کرتے تھے۔ ان حضرات کے درمیان کوئی القباض نہ تھا۔ یہ واقعات اس چیز کی واضح شہادت سے رہے ہیں۔

## ایک رفعِ اشتباہ

باب سوم فصل اول میں ہم نے سیدہ فاطمہؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کے بعض تعلقات کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں کی طرف سے شبہات ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان کے ازالہ کی ضرورت ہے۔ لہذا مختصراً شبہ پیش کر کے اس کا جواب عرض کیا جاتا ہے۔ یہ بحث اہل علم کے مناسب ہوگی۔ عوام ناظرین اکتانہ جائیں۔

— کتاب الامامۃ والسیاستہ لابن قتیبہ دنیوری۔ العقد الفرید لابن عبد ربہ۔ تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری وغیر ہا سے بعض لوگ ایک واقعہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر الصدیقؓ



کی بیعت کے موقعہ پر ابو بکر کے حکم سے حضرت عمرؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے گھر گئے بقول بعض رواۃ کے آگ بھی ساتھ لے گئے ان کو ڈرایا دھمکایا، حضرت فاطمہؓ سے سخت کلامی ہوئی اور کہا کہ اگر تم لوگ ابو بکر الصدیق سے بیعت نہ کرو گے تو میں تمہارا گھر جلا دوں گا تب حضرت علیؓ و زبیرؓ وغیرہ خوف زدہ ہو کر ابو بکر الصدیق کے پاس گئے اور بیعت کر لی۔

ہم نے اس واقعہ کا خلاصہ عرض کر دیا ہے۔ لوگ اس واقعہ کو تفصیلات کے ساتھ بڑی آب و تاب سے نقل کرتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کی حضرت فاطمہؓ و علیؓ المرتضیٰ کے ساتھ دشمنی ثابت کی جائے اور عداوت نشر کی جائے۔ اس کا رخیہ کے سوا کچھ مطلوب نہیں ہوتا۔ اس کام میں ان کی تدبیریں صرف ہو گئی ہیں اور ان کے اسلاف کی عمریں ختم ہو گئی ہیں۔

اس شبہ کے ازالہ کے لیے اور اس اعتراض کے جواب کی خاطر قبل ازیں حصہ صدیقی بحث بیعت میں چند چیزیں ذکر کی گئی ہیں اور ہم یہاں بھی چند امور ذکر کرتے ہیں منصف طبائع اور حق پسند حضرات ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو شرف پذیرائی بخشیں گے اور معمولی سے غور و فکر کے بعد صحیح نتائج پر پہنچ سکیں گے۔

(۱)

ادلاً عرض ہے کہ واقعہ نذا کو بیشتر ایسی کتابوں سے پیش کیا جاتا ہے جو بے سند و بے لسانہ ہیں۔ ان کتب میں واقعات کی سند بیان نہیں کی جاتی جس کے ذریعہ واقعہ کی صحت اور سقم کی تحقیق ہو سکے، مثلاً ابن قتیبہ دنیوری کی طرف منسوب شدہ کتاب "الامامة والسياسة" "العقد الفرید" لابن عبد ربہ وغیرہ۔ اس قسم کی بلا اسناد و بے سند کتابوں میں اس واقعہ کا مذکور ہونا کچھ حجت و دلیل نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس کو صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اس نوع کی کتب میں صدق و کذب، سچ جھوٹ، صحیح و غلط سب قسم کی ملاوٹ پائی جاتی ہے ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

— نیز عرض ہے کہ صحابہ کرام کے باہم بغض و عداوت، عناد و فساد تہلکانے والی روایات کو شیعہ رواد اور شیعہ مصنفین ہی شد و مد سے نشر کیا کرتے ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ الامامہ والسیاستہ، اور عقد الفرید کے مؤلفین اسی ذہن کے آدمی ہیں۔ وہ ابن قتیبہ جو ایک سنی عالم ہے، مختلف الحدیث اور المعارف وغیرہ اس کی مشہور تصانیف ہیں دوسرا شخص ہے اور الامامہ والسیاستہ کا مؤلف کوئی تقیہ باز بزرگ ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ کے مکامد میں ابن قتیبہ کے متعلق متعدد بار کلام کیا ہے۔ کید ۱۹، ۲۳ و ۲۷ ملاحظہ فرما کر تسلی کی جاسکتی ہے۔

اور صاحب "العقد الفرید" کے متعلق علماء نے تصریح کر دی ہے، مثلاً ابن خلکان نے کہا ہے کہ اس کی کتاب نے ہر قسم کی اشیاء (صمیم و غلط) کو جمع کر ڈالا ہے اور ابن کثیر نے اس کے حق میں کہا ہے کہ اس کا کلام اس کے شیعہ ہونے پر دلالت کرتا ہے کشف الظنون، جلد دوم، ص ۱۱۴۹ تحت العقد الفرید" ملاحظہ ہو۔

نیز "العقد الفرید" جدید طبع کے مقدمہ میں طابعین کی طرف سے اس بزرگ کی پوزیشن ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ درج ہیں: "وَهُوَ أَمِيلٌ إِلَى الشَّيْخِ" یعنی شیعہ مذہب کی طرف ان کا بہت زیادہ رجحان ہے۔

لہذا ان دونوں کتابوں کی روایت ناقابل اعتبار ہے۔

(۲)

ثانیاً عرض ہے کہ احراق بیت کا واقعہ بعض باسند کتابوں میں پایا جاتا ہے وہ اسانید عام طور پر مجروح ثابت ہوتی ہیں ان کے رواد کئی طرح کی جرح سے ملعون پائے گئے ہیں جیسے تاریخ طبری میں یہ واقعہ ہے لیکن اس سند میں کتاب و دروغ گو لوگ موجود ہیں ابن حمید جو طبری کا مدعی عنہ ہے اس کو "اعذق بالکذب" (دروغ گوئی میں بڑا ماہر) کہا گیا ہے اور یہ شخص مقلب المتون والاسانید یعنی متن و سند میں کئی قسم کی تبدیلیاں کر دینے والا بزرگ

ہے۔ نیز یہ روایت مقطوع ہے اس واقعہ کا ناقل زیاد بن کلیب خود واقعہ میں موجود نہیں تھا۔ کسی شخص نے اس کو یہ واقعہ بیان کیا۔ بیان کنندہ کون صاحب ہے کیسا ہے؟ کچھ معلوم نہیں۔

(۳)

پھر جن روایات کے اسانید پر معمولی جرح پاتی جاتی ہے ان میں یہ نامی ہے کہ وہ روایات بھی مقطوع ہیں۔ روایت کی سند کے آخری راوی اور واقعہ ہذا کے درمیان "القطارح زمانی" پایا گیا ہے۔ بیان کنندہ روایت ہذا واقعہ میں موجود نہیں کسی صاحب سے سن کر اس نے روایت چلا دی ہے۔ ابن ابی شیبہ اور ابن عبد البر وغیرہ کی روایات اسی نوعیت کی ہیں یعنی مقطوع پائی گئی ہیں۔ زید بن اسلم اور خود اسلم دونوں باپ بٹیا اس واقعہ کے وقت مدینہ طیبہ میں بسر گزارے موجود نہ تھے۔ نیز علماء نے زید بن اسلم کے متعلق تصریح کر دی ہے کہ یہ بزرگ مدلس ہے۔ اپنی روایات میں بعض اوقات تدلیس کر دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو (۱) مقدمہ کتاب التہذیب لابن عبد البر باب بیان التدلیس، ج ۳ ص ۳۶ طبع مراکش۔ (۲) تہذیب التہذیب لابن حجر تذکرہ زید بن اسلم، ج ۳ ص ۳۹۔ یہ سب شنید در شنید انہوں نے نقل کر دی ہے۔ پھر کبھی واقعہ ہذا کی تعبیر نفرت آمیز الفاظ سے کر دی اور گاہے یہی مضمون نرم اور مناسب الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ گویا ناقلین حضرات نے اس ناویدہ واقعہ کو صرف شنید کی بنا پر کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ مثل مشہور ہے کہ

ح شنیدہ کے بود مانند دیدہ

— نیز اہل علم اور فن حدیث سے واقف حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ "طبقات حدیث و درجات محدثین میں تیسرے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ پہلے درجہ میں مؤطا مالک و صحیحین (بخاری و مسلم) کا شمار ہوتا ہے۔ دوسرے درجہ میں باقی صحاح ستہ کا تیسرے درجہ حدیث میں جن کتابوں کا شمار ہوتا ہے ان میں مصنف ابن ابی شیبہ و مصنف عبد الزراق وغیرہ ہیں (ملاحظہ ہو ص ۵۷ بحوالہ نافعہ شاہ عبد العزیز)۔ ان حضرات نے روایات

میں ثقاہت و صحت کا خاص التزام نہیں کیا تھا اس وجہ سے محدثین نے ان کو تیسرے درجہ میں رکھا ہے۔

— اور الاستیعاب لابن عبدالبر اگرچہ صحابہ کرام کے تراجم میں بہتر کتاب ہے۔ لیکن صحابہ کے مشاجرات وغیرہ کے متعلق اس میں چند چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جنہوں نے کتاب ہذا کو عیب دار کر دیا۔ ان امور کی وجہ سے علماء نے کتاب کی تعریف و توثیق کرنے کے باوجود اس پر نقد بھی کیا ہے۔

چنانچہ مقدمہ ابن صلاح یا علوم الحدیث لابن صلاح میں علامہ ابن صلاح نے باب النوع التاسع والثلاثون ص ۱۴۵، طبع بیروت اور ص ۲۶۲، طبع جدید مدینہ طیبہ میں الاستیعاب کے متعلق لکھا ہے: . . . . .

وَمَنْ اجْتَمَعُوا كَثْرًا وَاجْتَمَعُوا كَثْرًا فَوَافِدُ كِتَابِ الْأَسْتِيعَابِ لَوْلَا مَا شَانَهُ مِنْ  
إِبْرَادٍ كَثِيرًا مِمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ وَحَكَايَاتِهِمْ عَنِ الْأَخْيَارِ بَيْنَ الْأَخْيَارِ  
وَالْغَالِبِ عَلَى الْأَخْيَارِ بَيْنَ الْأَكْثَرِ وَالْمَخْلُطِ فِيمَا يَرُودُهُ ۝

— حاصل یہ ہے کہ تراجم صحابہ کی کتابوں میں بہترین فوائد کی کتاب الاستیعاب ہے۔ اگر اس میں وہ چیزیں نہ ہوتیں جنہوں نے اس کو عیب لگا دیا ہے۔ صحابہ کے تنازعات وغیرہ کی بہت سے چیزیں اور اخباری لوگوں کی حکایات اس نے ذکر کر دی ہیں۔ یہ چیزیں محدثین سے نہیں نقل کیں۔ اخباری اور مؤرخ لوگ اپنی مرویات میں آثار و تخیل کر دیتے ہیں یعنی صحت واقعات کا کچھ خیال نہیں رکھتے۔ بس اس چیز نے اس کتاب کو عیب دار بنا دیا ہے۔

— اسی طرح حافظ ابن کثیر نے "الباعث الحثیث" النوع التاسع والثلاثون

میں یہی چیز بحوالہ ابن صلاح مندرجہ ذیل الفاظ میں درج کی ہے۔

وقد شان ابن عبدالبر کتابہ الاستیعاب بذکر ما شجر بین الصحابة

مما تلقاه من كتب الاخباريين وغيرهم“

(الباعث الخثيث لابن كثير ص ۱۷۹ - طبع مصر

طبع ثالث، تحت نوع ۳۹)

یعنی حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن عبد البر نے مشاجرات و تنازعات صحابہ کرام کو اخباری و مؤرخین لوگوں سے حاصل کر کے اپنی کتاب الاستیعاب میں ذکر کرنے سے اس کو عیبناک و داغدار بنا دیا ہے۔“

(۴)

رابعاً یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ واقعہ احراق کی روایات جہاں جس درجہ کی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں وہ ائمہ عظام کے فرمودات کی روشنی میں قابل ترک ہیں قبولیت کی مستحق نہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ اور امام محمد باقر نے مندرجہ ذیل نصائح و فرامین میں اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے۔

## حضرت علیؑ کا فرمان

کتاب ”تذکرۃ الحفاظ“ جلد اول، حضرت علیؑ کے تذکرہ میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ

(۱) . . . . . عن ابی الطفیل عن علیؑ قال حدثوا الناس بما یعرفون

و دعوا ما ینکرون اُتخبون ان یکذب اللہ ورسولہ؟ (قال) الذہبی

فقد رجز الامام علیؑ عن روایة المنکر وحث علیؑ بالحدیث بالمشہور

ولهذا اصل کبیر فی الکف عن بث الاشیاء الواہیة والمنکرۃ من

الاحادیث فی الفضائل والعامد والواقف

(تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۱۲)

”یعنی امام الائمہ فرماتے ہیں کہ جو بہتر اور معروف چیز ہو وہ لوگوں کو

بیان کیا کریں جو ناپسند اور بُری چیز ہو اس کو چھوڑ دیں اور بیان نہ کیا کریں۔  
 فاضل ذہبی کہتے ہیں اس نصیحت میں علی المرتضیٰ نے ہم کو ناپسندیدہ  
 چیزیں روایت کرنے سے منع فرما دیا ہے، مشہور و معروف اور بہتر چیزوں  
 کے نشر کرنے کی ترغیب دی ہے۔ واہیات اور بے اصل چیزوں کے  
 پھیلانے سے روکنے کے لیے یہ بہت بڑا ضابطہ ہے خواہ وہ چینیوں  
 فضائل سے متعلق ہوں یا عقائد سے یا رقائے وغیرہ سے۔“

## امام محمد باقر کا بیان

شیعہ کتابوں میں موجود ہے کہ امام محمد باقر نے خطبہ الوداع میں سے فرمان نبوت  
 نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

— فَإِذَا آتَاكُمْ الْحَدِيثُ فَأَعْرِضُوا عَلَي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ سُنَّتِي  
 فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللَّهِ وَ سُنَّتِي فَخُذُوا بِهِ وَ مَا خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ وَ سُنَّتِي  
 فَلَا تَأْخُذُوا بِهِ -

راحتجاج طبرسی ص ۲۲۹ - طبع قدیم، احتجاج ابی جعفر محمد بن

علی الثانی فی النواعِ شتی،

”یعنی جب تمہارے سامنے کوئی روایت پیش کی جائے تو اس کو  
 کتاب اللہ اور سنت رسول پر پیش کرو۔ جو خدا کی کتاب اور سنت رسول کے  
 موافق ہو وہ قبول کر لو اور جو روایت ان دونوں کے برخلاف پائی جائے  
 اس کو قبول نہ کرو۔“

ناظرین باتمکین خیال فرماویں کہ اللہ کی کتاب گواہ ہے کہ یہ حضرات آپس میں مہربان  
 اور شفیق ہیں۔ اللہ نے ان کے قلوب میں اُلفت پیدا کر دی ہے۔ ان کے نیک اعمال



(۵)

خاصاً یہ عرض ہے کہ واقعہ ہذا بیان کرنے والی اس قسم کی روایات بھی تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں دستیاب ہیں جہاں اس قسم کا تنازعہ اور مناقشہ بالکل منفق و بے نہ ہی وہاں حضرت فاطمہؑ سے درشت کلامی پائی جاتی ہے نہ ہی وہاں حضرت علیؑ و زبیرؓ پر دست درازی کا وجود ہے اور نہ ہی مناقشہ نما اور فتنہ انگیز چیزوں کا نام و نشان ہے۔ اس نوع کی روایات میں سے صرف اس وقت بلاذری کی ایک روایت انساب الاشراف جلد اول سے پیش کی جاتی ہے تاکہ اس واقعہ کے متعلق متعدد صورتیں آپ کے سامنے آجائیں اور اس مسئلہ کی تصویر کے دوسرے رخ کو بھی دیکھ سکیں۔

احمد بن یحییٰ بلاذری نے اپنی سند کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ میں اس واقعہ کو نقل

کیا ہے:

..... لَمَّا بَايَعَ النَّاسُ اَبَا بَكْرٍ اُعْتَزَلَ عَلِيٌّ وَ الزُّبَيْرُ فَبَعَثَ  
 اِلَيْهِمَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَ زَيْدَ بْنَ نَابِتٍ فَاتَيَا مَنْزِلَ عَلِيٍّ فَقَرَعَا  
 الْبَابَ فَنظَرَ الزُّبَيْرُ مِنْ قُنُوتٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى عَلِيٍّ فَقَالَ هَذَا مِنْ رَجُلَانِ  
 مِنْ اَهْلِ الْحَبَّةِ وَ لَيْسَ لَنَا مِنْ نَقَاتِهِمَا قَالَ اِفْتَمَّ لَهُمَا ثُمَّ خَرَجَا  
 مَعَهُمَا حَتَّى اتَيَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ يَا عَلِيُّ اَنْتَ ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ  
 وَ صِهْرِي فَتَقُوْلُ اِنِّي اَحَقُّ بِهَذَا الْاَمْرِ لَآ هَا اللّٰهُ لَآ اَنَا اَحَقُّ بِهٖ مِنْكَ  
 قَالَ لَا تَتْرُيبُ يَا خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلعم) اُبْسَطْ يَدَكَ اَبَا بَعْدَكَ  
 فَبَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعَهُ الخ

(انساب الاشراف ص ۵۸۵۔ بلاذری جلد اول احمد بن یحییٰ)

بلاذری، المتوفی ۲۶۶ھ۔ طبع جدید مصری۔

سن طباعت ۱۹۵۹ء



اور یہ روایت قبل ازین رجاء منہم کے حصہ اول صدیقی میں مسئلہ بیعت کے تحت روایت ۱ میں مفصل درج کی جا چکی ہے اور وہاں اس کا ترجمہ بھی ذکر کر دیا تھا۔ اب یہاں مختصراً نقل کی گئی ہے۔

— ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ اس موقعہ کی روایات سب ایک قسم کی نہیں ہیں بعض میں کسی قسم کا تنازعہ و جھگڑا سرے سے پایا ہی نہیں جاتا اور بعض دیگر روایات میں بڑی ہنگامہ آرائی دکھائی گئی ہے۔ قارئین کرام پر واضح ہو کہ علماء کرام نے قبل ازین مناقشہ خیر روایات پر جرح و قدح کر دی ہے ذیل میں وہ درج کی جاتی ہے:-

(۱) — شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ باب مطاعن فاروقی طعن

نمبر دوم میں احراق بیت کے واقعہ کے متعلق فرمایا ہے کہ:

« این قصہ سراسر و ابی و بہتان و اقرار است »

(۲) — مولانا عبدالعزیز پرہاروی اپنی کتاب نبراس شرح شرح عقائد نسفی میں فرماتے

ہیں کہ:

« و سَابَعَهَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَمَرَ بِأَحْرَاقِ بَيْتِ عَلِيٍّ وَفِيهِ قَاطِعَةٌ

وَ حَسَنَاتٌ لِمَا خَرَّهَ عَنِ الْبَيْعَةِ قُلْنَا كَذِبٌ مُحْسَنٌ »

( نبراس شرح شرح عقائد طبع ملتان ۱۳۶۹ء )

تحت متن ولايشترط ان يكون الامام معصوماً

یعنی ہر دو حوالہ جات کا مطلب یہ ہے کہ بیعت میں تاخیر کی وجہ سے

حضرت علیؑ کے رہائشی مکان جلانے کے لیے امر کرنے کا واقعہ سراسر بہتان

ہے۔ اقرار ہے اور واضح جھوٹ ہے۔

اندریں حالات جن روایات میں اس قسم کا جھگڑا نہ کوہ نہیں ہے ان کو ٹھیک

تسلیم کیا جائے گا۔ باقی قابل قبول نہ ہونگی۔

## بحث اہذا کے متعلق ابن ابی الحدید کا بیان

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ سیدہ فاطمہؓ کے خانہ سوزی کے متعلق روایات کی تردید صرف سنی علماء نے ہی نہیں کی بلکہ بعض شیعہ علماء نے بھی ان روایات کو ناقابل قبول اور غیر معتقد و غیر مستحکم قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ :-

واما ما ذكره من الهجوم على دارفاطمة وجمع الحطب لتخريبها  
فهو خبر واحد غير موثوق به ولا معمول عليه في حق الصحابة بل و  
لا في حق احد من المسلمين ممن ظهرت عدالتهم

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعہ معتزلی ص ۴۳۱، جلد ۴)  
طبع بیروت تحت متن "قولہ لعمار بن یاسر وقد سمعہ یراہ  
کلاماً دعه یاعمار"

حاصل یہ ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کے خانہ پر هجوم کرنا اور خانہ سوزی کے لیے  
لکڑی جمع کرنے کی روایات خبر واحد ہیں (یعنی مشہور و متواتر نہیں ہیں) یہ غیر معتقد  
ہیں، نہ صحابہ کے حق میں قابل عمل ہیں نہ کسی دوسرے عادل مسلمان کے حق میں۔

## علی اسبیل التشریح

بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس موقع پر سیدہ فاطمہؓ حضرت عمرؓ پر اس وجہ سے ناراض  
ہو گئی تھیں تو اس کے متعلق عرض ہے کہ شیعہ علماء نے اپنی معتبر تصانیف میں حضرت فاطمہؓ  
کا حضرت عمرؓ کے حق میں راضی ہو جانا بھی درج کیا ہے۔

(۱)

ابن ابی الحدید شیعہ معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں ابو بکر الجبیری شیعہ کے حوالہ سے پہلے

حضرت فاطمہؑ کی ناراضگی ذکر کی ہے اس کے بعد آپ کی رضامندی کو باس الفاظ درج کیا ہے:-

— قَالَ فَمَشَى إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ ذَٰلِكَ وَتَنَفَّحَ لِعَمْرٍ وَحَلَبَ

إِلَيْهَا فَوَسَّيْتُ عَنْهُ ۝

(شرح نیج البلاغہ جدیدی، ج ۱، ص ۱۵۷، طبع پیرت

بحث الامم الی البیتہ)

اور "حق الیقین" میں ملاحقا مقرر مجلسی نے بھی عمر فاروق کے ساتھ حضرت فاطمہؑ کا راضی ہونا درج

کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

... چوں علیؑ و زبیر بیعت کر دند و این فتنہ فرو نشست ابو بکر آمد و

شفاعت کرد از برائے عمر و فاطمہ از و راضی شد ۝

( "حق الیقین" ملاحقا مقرر مجلسی ص ۱۱۰، طبع قدیم مکتبہ

و طبع جدید طہران، ص ۱۸۰، بحث بیعت علیؑ و زبیر و قہر ابو ذر)

حاصل یہ ہے کہ جب علیؑ اور زبیر نے ابو بکر صدیق سے بیعت کر لی اور

یہ فتنہ فرو ہو گیا تو ابو بکرؓ فاطمہؑ کے پاس آئے اور عمر کے لیے سفارش کی تو فاطمہؑ

عمر سے راضی ہو گئیں ۝

## دعوتِ مصالحت

جب ہمارے بزرگانِ محترم آپس میں رضامند ہو گئے تو ہم ان کے تابعداروں کو بھی باہم

شراکتیں اور فتنہ خیزی کی حرکات ختم کر دینی چاہیں۔ اور آپس میں صلح و آشتی کی فضا

سازگار بنانی چاہیے۔

## فصل دوم

فصل اول کی طرح اس فصل میں بھی پانچ امور ذکر کرنے کی تجویز ہے۔  
 سیدنا عمر فاروق اور سیدنا علی المرتضیٰ کے تعلقات اور روابط کے لیے یہ چیزیں  
 تاریخی شواہد ہیں جو ہم ناظرین بالکلین کی خدمت میں کتب روایات اور تاریخی کتب سے فراہم  
 کر کے پیش کر رہے ہیں۔ پوری توجہ کے ساتھ ان کو ملاحظہ فرمادیں:

### امر اول

— لوگوں میں یہ امر مستلم ہے کہ دو شخصوں کے درمیان رشتہ داری کا قائم ہونا ایک  
 آدمی کا لڑکی کا رشتہ دینا دوسرے شخص کا اس کو قبول کرنا باہم اعتماد اور وثوق کی بنا پر ہوتا  
 ہے اور آپس میں رشتہ کر لینے کے بعد یہ برادرانہ رابطہ مضبوط تر ہو جاتا ہے۔  
 اس تمدنی و نفسیاتی اصول کے تحت حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب نے حضرت  
 علی المرتضیٰ سے ان کی صاحبزادی اتم کلثوم کا رشتہ طلب کیا اور حضرت علی نے بغیر خوبی اور  
 رضامندی سے اپنی عزیزہ کا نکاح کر دیا۔ جبر و اکراہ اور قہر و تشدد کی کوئی صورت نہیں  
 پیش آئی۔

اس موقع پر حضرت عمر فاروق نے دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے رداً و دعواً عالم نبی  
 مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان بیان کیا جو انہوں نے خود حضور علیہ السلام سے سنا تھا۔  
 یعنی فرمان نبوت ہے کہ قیامت کے روز تمام رشتے اور تعلقات ختم ہو جائیں گے مگر  
 صرف میرے خاندان کے ساتھ رشتہ اور انساب کام آئے گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ میری دلی آرزو ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے قبیلے کے ساتھ  
میری نسبت قائم ہو جائے۔

یہ مسئلہ حدیث، روایات اور تاریخ کی کتابوں میں درج ہے اور محدثین اور مورخین  
نے اس کو درج کیا ہے۔ ان میں سے پہلے چند ایک حوالہ جات فارغین کرام کی تسلی کے  
لیے یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد علماء انساب و تراجم کی تصریحات ذکر کی جائیں گی  
جن میں اس زنتہ کو بالتفصیل وبالوضاحت تحریر کیا گیا ہے۔

کتاب السنن لسعد بن منصور الخراسانی المکی المتوفی ۲۲۴ھ میں مذکور ہے:

..... عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان عمر بن الخطاب  
خطب الی علی بن ابی طالب انبتہ ام کلثوم فقال علی انما جئت  
بناتی علی بنی جعفر فقال انکجینہا فواللہ ما علی الارض رجل  
ارصد من حسن عشرتها ما ارصدت فقال علی فذا انکجکما  
فجاء عمر الی مجلس المهاجرین بین القبر والمنبر وكان المهاجرون  
یجلسون ثم علی وعبد الرحمن بن عوف والزبیر وعثمان و  
طلحة وسعد فاذا کان العشی یاتی عمر الامر من الافاق و  
یقضی فیہ۔ جاءهم واخبرهم ذالک واستشارهم کلهم  
فقال رفونی قالوا بحر یا امیر المؤمنین؟ قال یا بنت علی بن  
ابی طالب ثم انشأ یجد شعر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
قال کل نسب و سبب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی و سببی  
کنت صبیبتہ فاحببت ان یتکون هذا لی ایضاً

کتاب السنن "قسم اول" ص ۳۴؛ سعید بن منصور الخراسانی المکی المتوفی ۲۲۴ھ قسم

اول از جلد ثالث باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان یتزوجها۔

من مطبوعات المجلس العلمی کراچی و ڈراہیل۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جعفر صادق اپنے والد حضرت محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے علی المرتضیٰ سے ان کی لڑکی ام کلثوم کا تہنہ طلب کیا۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکیاں اپنے بھائی حضرت جعفرؑ کے بیٹوں کے لیے روک رکھی ہیں۔ اس کے بعد پھر حضرت عمرؓ نے اس رشتہ کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ آپ مجھ سے نکاح کر دیں میں اس رشتہ کی حسن معاشرت کو اس طرح نگاہ میں رکھوں گا کہ کوئی اور شخص ملحوظ نہ رکھ سکے گا۔

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب مہاجرین حضرات کی مجلس میں (جو مسجد نبوی میں ہوا کرتی تھی) تشریف لائے۔ عبدالرحمن بن عوفؓ، زبیرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، سعدؓ، علیؓ۔ یہ سب حضرات وہاں بیٹھے تھے۔

جب حضرت عمرؓ کے پاس اطرافِ عالم سے کوئی معاملہ آیا کرتا اور اس کے متعلق فیصلہ کرنا ہوتا تو اس کے لیے ان حضرات کو اطلاع کرتے اور ان سب سے مشورہ لیتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے مبارک باد دیجیے۔ انہوں نے کہا کہ کس بات کی؟ عمر بن الخطاب نے کہا کہ علی بن ابی طالب کی لڑکی ام کلثوم سے میرا نکاح ہوا ہے۔ پھر ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی کہ :-

”آپ نے فرمایا کہ ہر نسب و سبب قیامت کے روزہ منقطع ہو جائے گا مگر ایک میرا نسب اور انتساب قائم رہے گا۔“

حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصاحب

ہم نشین تو رہا ہوں اور میں پسند کرتا تھا کہ نسب تعلق بھی قائم ہو جاسے تو وہ  
اب حاصل ہو گیا ہے“

(۲) - اور حاکم نیشاپوری المتوفی ۵۰۴ھ نے "المستدرک" جلد ثالث باب فضائل  
علیٰ میں یہ مسئلہ بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے:-

..... عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن الحسین ان  
عمر بن الخطاب خطب الى علی ام کلثوم فقال انکحیہا فقال علی  
اتی ارضدھا لابن اخی عبد اللہ بن جعفر فقال عمداً انکحیہا فواللہ  
ما من الناس احدٌ یؤصد من امرھا ما ارضدہ فانکحہ علی فاتی  
عمر المہاجرین فقال الا تھنئونی فقالوا بئنا یا امیر  
المؤمنین؟ فقال یا ام کلثوم بنت علی وابنتہ فاطمۃ بنت رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
یقول کل نسبٍ وسببٍ ینقطع يوم القیامۃ الا ما کان من سببی و  
نسبی فاحببت ان یتکون بینی و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نسبٌ وسببٌ“ ہذا حدیث صحیح الاسناد ولعمیر جاہ-

(المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۴۲، باب فضائل علیؑ)

”یعنی امام زین العابدین (علی بن الحسین) کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے  
حضرت علیؑ سے ان کی لڑکی ام کلثوم کا نکاح طلب کیا۔ علی المرتضیٰ نے جواب  
دیا کہ میں نے اپنے برادر زادہ عبد اللہ بن جعفر کے لیے یہ رشتہ محفوظ کیا ہے  
تو حضرت عمرؓ نے کہا آپ مجھے نکاح کر دین اللہ کی قسم میں اس کی ایسی نگاہ  
داشت کرتا ہوں گا کہ جس طرح کوئی دوسرا حفاظت نہ رکھ سکے گا۔ اس پر  
حضرت علی المرتضیٰ نے ام کلثوم کا نکاح کر دیا۔

اس کے بعد حضرت عمر بن الخطاب مہاجرین کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ تم مجھے مبارک باد نہیں دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کس چیز کی مبارک باد پیش کریں؟ حضرت عمر نے کہا کہ علی المرتضیٰ اور فاطمہ کی بیٹی ام کلثوم کے ساتھ نکاح کی مسرت میں مبارک دیجیے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر نسب و سبب قیامت کے روز منقطع ہونگے مگر میرے ساتھ نسب کا تعلق ختم نہیں ہوگا۔“

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے پسند کیا حضور علیہ السلام کے نازان کے ساتھ میرا نسب تعلق قائم ہو جاتے۔“

(۳۷) - علامہ علی منتقی ہندی نے کنز العمال جلد سابع میں ام کلثوم کے نکاح کا مسئلہ بعنوان ذیل نقل کیا ہے:

عن ابی جعفر ان عمر بن الخطاب خطب الی علی بن ابی طالب  
ابنتہ ام کلثوم فقال علی انما حبست بنی علی بنی جعفر فقال عمر  
انکحینہا یا علی فواللہ ما علی ظہر الارض رجل یؤید من حسن  
صحابتہا ما اؤید فقال علی قد فعلت فجاء عمر الی مجلس  
المہاجرین بین القیروا المنبر وکانوا یجلسون علی و عثمان و  
الزبیر وطلحہ وعبید الرحمن بن عوف فاذا کان الشی بانی  
عمر بن الخطاب من الافاق جاءهم فاخبرهم بذلك  
فاستشارهم فید فجاء عمر فقال زفونی وقالوا بمت یا  
امیر المؤمنین قال یا بنتہ علی بن ابی طالب تم انشا بحبرکم  
فقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل سبب و نسب  
منقطع یوم القیامۃ الا سببی و نسبی و کنت قد صحبتہ



فَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ هَذَا أَيْضًا

رکنز العمال، ج ۷، ص ۹۸، روایت ۸۲۵ - طبع قدیم در بحوالہ

ابن سعد و ابن راہویہ مختصراً رواہ ۴ تہامہ

(۲) مجمع الزوائد للہیثمی ص ۳۷۳ ج ۹ تحت فضل اہل البیت

روایت ہذا کا حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت علیؓ سے ان کی دختر اتم کلثوم کا رشتہ طلب کیا حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے برادر جعفر کے لڑکوں کے لیے اپنی بیٹیوں کے رشتے روک رکھے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ اپنی صاحبزادی سے میرا نکاح کر دیں۔ بخدا حسن معاشرت کے اعتبار سے عقیبی میں اس کی نگہداشت و حفاظت کروں گا اتنی کوئی اور شخص نہ کر سکے گا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے آپ سے یہ نکاح کر دیا۔

حضرت عمرؓ اس کے بعد مہاجرین کی مجلس میں تشریف لائے جو قبر شریف اور منبر نبوی کے درمیان منعقد ہوتی تھی وہاں علی المرتضیٰؓ عثمان بن عفان بطحہ و زبیرؓ عبد الرحمن بن عوف تشریف رکھا کرتے تھے۔ جب امرات سے کوئی معاملہ حضرت عمرؓ کے ہاں پیش ہوتا تو ان حضرات کو اس کی اطلاع کی جاتی اور اس بارہ میں مشورہ طلب کیا جاتا تھا۔

نکاح ہذا کے بعد اہل مجلس کے پاس حضرت عمر تشریف لائے فرماتے لگے کہ مجھے مبارک باد دیجیے۔ مذکورہ حضرات نے کہا کہ کس چیز کی مبارک باد؟ اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا کہ علی بن ابی طالبؓ کی دختر اتم کلثوم کے ساتھ میرے نکاح کی۔ پھر ان کو بتلایا کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا تھا کہ قیامت کے دن ہر نسب و سبب منقطع ہو گا مگر میرا نسب اور انساب فائدہ دے گا۔

ہم نشینی اور خدمت میں رہنے کا شرف تو مجھے حاصل تھا، میں نے

خواہش کی ہے کہ نبی کریمؐ کے خاندان سے نسبی تعلق بھی قائم ہو جائے۔  
 ناظرین کرام پر واضح رہے کہ یہ حدیث جس کو حضرت عمرؓ اس موقع پر بیان کر رہے ہیں  
 اس کو شیخہ علماء نے حضرت علیؓ سے منقول بتلایا ہے۔ تسلی کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الخصال  
 لابن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۱ھ تحت عنوان احتجاج امیر المؤمنین علیہ السلام یوم الثوری،  
 ص ۱۲۳۔ مطبوعہ ایران طبع قدیم۔ سن طباعت ۱۳۲۰ھ۔

ایک ذخیرہ روایات میں سے چند روایات اس مسئلہ کے اثبات کی خاطر ذکر کرنی کافی  
 خیال کی گئی ہیں۔ یہ امام باقر و امام زین العابدین سے مروی ہیں۔

— مندرجاتِ مذاہب میں غور کرنے سے ایک چیز تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ مذکورہ تمام  
 حضرات کے درمیان اتحاد و اخلاص ہمیشہ قائم تھا۔ ایک دوسرے سے کوئی عناد نہیں رکھتے  
 تھے۔ جو معاملہ پیش آتا اس کے متعلق غور و خوض کے لیے مشورہ ہوتا تھا۔ یہ ان کے باہمی اتفاق  
 کی تین دلیل ہے۔

— دوسرا یہ کہ اُمّ کلثوم بنت علی جو حضرت فاطمہؓ کے بطن مبارک سے تھیں ان کا نکاح  
 حضرت علیؓ المرتضیٰ نے نجوشی و رضا حضرت امیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب سے کر دیا اور حضرت  
 عمرؓ نے اس نکاح کو سعادت مندی تصور کرتے ہوئے عقیدت مندی کے ساتھ قبول فرمایا۔  
 یہ رشتہ ان دونوں حضرات کے باہمی حسن تعلقات کی بڑی مضبوط دلیل ہے اور رُحماء  
 بینہم (فرمانِ خداوندی) کے لیے واضح نشان ہے۔ اور ایسے دلائل واضحہ کو نہ تسلیم کرنا  
 اور پھر بھی ان حضرات کی باہم دشمنی و عداوت کا تصور قائم رکھنا عدل و انصاف کے خلاف  
 ہے اور قرآن مجید و حدیث و تاریخ کو پس پشت ڈال دینے کے مترادف ہے۔

## رفع اشتباہ

۱۰ (ماشیہ)

عام قارئین کرام کی خدمت میں با ادب عرض ہے کہ یہ رفعِ اشتباہ خاص علمی نوعیت کا ہے

## (حاشیہ)

۴۔ عبارات کا ترجمہ بھی مصلحتاً پیش نہ ہو سکے گا۔ رنجیدگی نہ فرمادیں اور کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

— محمد باقرؑ کی طرف منسوب شدہ بعض روایات میں ایک واقعہ ذوقحاب اُم کلثوم بہ بیت عمر بن الخطابؓ نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے حضرت فاروق اعظمؓ پر طعن قائم کرنے والے بزرگ مزید ایک طعن کا اضافہ کرتے ہیں (اگرچہ ساتھ ہی حضرت علیؑ اور معصومہ کی عزت و وقار مجروح ہو جائے) اس چیز کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور باطنی بغض و کینہ کا اظہار کرتے ہوئے قبیح عبارات کی شکل میں اس کو پھیلاتے ہیں۔

اس کے متعلق چند توضیحات مفیدہ عرض خدمت ہیں:-

(۱) — اولاً تحریر ہے کہ محدثین میں یہ امر متداول ہے کہ ایک واقعہ کو متعدد مرویات سے ملاحظہ کرنے کے بعد اصل حقیقت پر اطلاع یاب ہوتے ہیں۔ اس طریق سے اصل چیز کا تشیب و فرائز نقص و اذیاد عیاں ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مسئلہ ہذا میں یہ صورت اختیار کرنے سے واضح ہوا ہے کہ من جانب الروایۃ یہاں ادراج فی الروایۃ پایا گیا ہے۔ اس کے لیے قرینہ درکار ہو تو طبقات ابن سعد کی روایت اُم کلثوم بنت علیؑ کے تذکرہ میں موجود ہے اس کی جانب مراجعت کی جا سکتی ہے۔ جس کا ضروری حصہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ واقعہ کی اصلیت اس سے خوب واضح ہے۔ تذکرہ اُم کلثوم بنت علیؑ میں ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ:

..... فامر بها علی فصّعت ثورا مریرا فطواک وقال

انطلقت بهذا الى امير المؤمنين فقولي ارسلني ابى يقرأك السلام  
وليقول ان رضيت البرد فامسك وان سخطه فردك فلما انت عمر  
قال بارك فيك وفي ابك قد رضينا قال فرجعت الى ابها فقالت ما  
نشر البرد ولا نظر الا الى فزوجها اياك فولدت له غلاما يقال

(حقیقہ حاشیہ)

لَا زَيْدًا - (طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۴۰، تذکرہ اُمّ کلثوم بنت علیؑ)

طبع لیدن یورپ - (ابن سعد المتوفی ۲۴۰ھ/۲۳۵ھ)

اس روایت کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اصل چیز اتنی ہی ہے جو یہاں بیان ہوئی ہے۔ اور اس واقعہ کو منکر الفاظ و قبیح عبارات کی صورت میں جہاں کسی نے ذکر کیا ہے وہ مدوح من الرواۃ ہے۔

(۲) ثانیاً عرض ہے کہ اس واقعہ کی بیان کنندہ روایات جن میں قبیح تعبیر پائی جاتی ہے، یہ اسناداً منقطع و متناسخ روایات ہیں اور امام محمد باقرؑ کی طرف منسوب ہیں اور جو روایات مندرجہ بالا اصل مسئلہ ہذا کے اثبات کے لیے ہم نے پیش کی ہیں وہ بھی امام محمد باقرؑ سے ہی مروی ہیں اور ان میں منکر الفاظ اور قبیح عنوان بالکل نہیں تو اس صورت میں یہاں وہ ضابطہ ملحوظ رکھنا ہوگا جو علماء کبار نے ایسے مواقع کے لیے درج کیا ہے۔

ابن حجر مکی البہیتمیؒ نے اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الكبائر ص ۲۸ تحت الكبیرة الأولى باب الاول فی الكبائر الباطنة میں ذکر کیا ہے اور اسی قاعدہ کو علامہ ابن عابدین السنائی نے بھی ردالمحتار (حاشیہ در المختار) جلد ثالث ص ۴۴، باب المرتد میں نقل کیا ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ

”و اذا اختلف كلام الامام فيؤخذ بما يوافق الادلة الظاهرة“

وليعرض عما خالفها“

”یعنی جب کسی امام کے بیان میں اختلاف پایا جائے تو جو امر ان بزرگوں کی امانت، دیانت تقویٰ کے ملائم و مناسب ہوگا وہ قابل تسلیم ہوگا اور جو اس کے معارض ہوگا وہ لائق اعراض و انغاض ہوگا۔“

(۳) ثالثاً، معروض ہے کہ علمائے اصول حدیث، سچوں قسم متقابل و متعارض روایات کے موقوف پر

ایک ضابطہ بیان کیا کرتے ہیں کہ جو روایت عقل اور عادت کے موافق پائی جاتے وہ لائق قبول ہوتی ہے اور جو عقل اور عادت کے برعکس ہو وہ قابل اعتناء نہیں ہوتی۔ ذیل کی عبارات اس کے لیے ملاحظہ فرمائیے۔ ابن عراق کنانی نے کتاب تنزیہ الشریعہ المرفوعہ میں روایت کے بے اصل ہونے کے قرائن میں درج کیا ہے فرماتے ہیں:

«ومنها قرینة فی المروءة کخالفته لمقتضى العقل بحيث

لا یقبل التأویل و یلتحق به ما یدفعه الحس والمشاهدة او

العادة و کمنا فاته لدلالة الکتاب القطعیة او السنة المتواترة

او الاجماع القطعی»

(تنزیہ الشریعہ المرفوعہ علی بن محمد بن عراق الکنانی

المتوفی ۹۶۳ھ، ص ۶، طبع مصری)

(۴) رابعاً مذکور ہے کہ امام باقرؑ کی طرف منسوب شدہ یہ روایات ہیں جن میں منکر الفاظ پائے

جاتے ہیں اور شیعہ مجتہدین نے معتبر و مستند روایات کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ امام

محمد باقرؑ کی مرویات میں تدسیس و تخلیط ہو چکی ہے جو چیزیں امام باقرؑ نے نہیں بیان کی

تھیں وہ ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور ناگفتہ چہینوں کا ان پر اقرار کیا گیا ہے۔

رجال کشی اور باقرانی میں ہے:-

عن الصادق علیه السلام ان لكل رجل منا رجل یكذب علیه

وعنه ان المغيرة بن سعيد دس في كتب اصحاب ابي ا حاد يث

له عیڈت بها ابي فاتقوا الله ولا تقبلوا علينا ما خالف قول

ربنا وستة نبينا» (رجال کشی ص ۱۳۶، طبع بمبئی مذکرہ مغیرہ، ص ۱۹۵)

طبع جدید طهران)-

(۲) شیخ الطال عبد اللہ المامقانی کثر المقام الثالث من القدر

(بقیہ عاشیہ) ایک فہمیدہ شخص اور غیر جانبدار آدمی غور کر سکتا ہے کہ یہ اندرونِ خانہ واقعہ کی اطلاع بیرونِ خانہ کس طرح افشاء ہوئی؟ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں عزیزہ معصومہ ام کلثوم کی ہمیں کے ذریعہ یا امیر المؤمنین عمر فاروق کے ابناء و اخبار کے طریقے سے۔ یہ دونوں صورتیں فہم و قیاس اور عادت کے خلاف ہیں۔ لہذا قیاس و عادت کے متضاد ہونے کی بنا پر بھی یہ روایت بے اصل ثابت ہوگی اور قابل رد ہوگی۔

كَمْ مِّنْ قِسْمَةٍ اخْتَرَعُوهَا وَكَمْ مِّنْ قَوَاعِدٍ نَّسَبُوهَا إِلَيْهِ وَإِنَّهُ  
بِئْسَ مَا مَنَّا - وَالْقُرْآنُ يَشْهَدُ بِدِينِهِمْ وَدِيَانَتِهِمْ وَصَلَاحِهِمْ -  
وَالَّذِهِمْ كَلِمَةُ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ  
اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (سورة الفتح)

(۵)۔ خامساً علی سبیل التشریح لکھا جاتا ہے اگر بالفرض والتقدیر بنا برزعم طاعنین اس قصہ کو کوئی شخص تسلیم بھی کر لے تو وہ الزاماً کہہ سکتا ہے کہ:

ع این گناہیست کہ در شہر شمانیز کنند

یعنی اس قسم کے امر کا سرزد ہونا تو جناب مستطاب علی المرتضیٰ کی ذاتِ گرامی سے آپ کی کتابوں میں آپ کے علماء نے باسند ذکر کیا ہے۔ شیعی دنیا کے مشہور عالم اپنی تصنیف 'قرب الاسناد' میں اپنی سند سے لکھتے ہیں کہ:

... عن جعفر عن ابنه عليه السلام عن علي عليه السلام  
إِنَّهُ كَانَ إِذَا دَانَ يَتَنَاعَ الْجَارِيَةَ يَكْتُمُ عَنْ سَاقِيهَا  
فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا

(کتاب قرب الاسناد لعبد اللہ بن جعفر الحمیری، ص ۹۴ تحت

مروایات الحسین بن علوان - طبع لہران)

(بقیہ: حاشیہ)

دوستوں کو اختیار ہے جو چاہیں جواب مرتب فرماتے رہیں۔ ہمارے نزدیک نہ یہ چیز صحیح ہے نہ وہ واقعہ صحیح ہے۔ ان حضرات کے درع و تقویٰ کی بے داغ چادر کو داغدار کرنے کی یہ سب تجویزیں ہیں۔ "خُذْ صَافًا وَدَعْ مَا كَدَّرَ" پر عمل کرنے کی اللہ تعالیٰ سب کو توفیق نصیب فرمائے۔ (منہ)

اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا رشتہ فاروق اعظم

کے ساتھ علماء انساب تراجم کی نظروں میں

اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ "علم انساب" فن تاریخ کا ایک مستقل شعبہ ہے اور انساب کی کتب علمائے فن نے الگ تدوین کی ہیں۔ ان میں خاندانوں کے نسب اور شجرے و دیگر متعلقہ کوائف ذکر کیے جاتے ہیں۔ ایک خاندان کی رشتہ داریاں جو دوسرے خاندان سے ہوں وہ بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

اور یہ بھی مسلم امر ہے کہ علم انساب کی کتابیں مذہبی عقائد کی بنا پر یا مذہبی رجحانات کے تحت نہیں تحریر کی جاتیں بلکہ صرف قوموں کے تاریخی وقائع و احوال کے پیش نظر لکھی جاتی ہیں لہذا اگر ایک واقعہ کو اور خاندانی رشتہ کو یہ تمام مشہور مشہور لوگ ذکر کرتے ہیں تو وہ واقعہ ایک حقیقت ہے جو اس دور میں گزری ہے۔ فرضی افسانہ یا خود ساختہ قصہ نہیں۔

لہذا ہم چاہتے ہیں کہ حضرت علی کی صاحبزادی اُمّ کلثوم کے نکاح کا واقعہ علماء انساب کے بیانات کی روشنی میں اور ان کی عبارات کی شکل میں بغیر کسی تبصرہ اور تشریح کے پیش

کر دیں۔ تاکہ عام و خاص تمام لوگوں کو اس رشتہ کے صحیح اور درست ہونے کی تصدیق ہو جائے اور کسی اشتباہ کی گنجائش نہ رہے۔  
اب ایک خاص ترتیب کے تحت کتبِ انساب سے ہم اس مسئلہ کو پیش کرتے ہیں۔ سر درست علمِ انساب کی پانچ عدد کتب سے یہ رشتہ نقل کیا جاتا ہے۔

### (اول)

کتاب "نسب قریش" (لابی عبداللہ المصعب بن عبداللہ الزبیری المتوفی ۲۳۶ھ) میں  
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد کے شمارہ کے تحت لکھا ہے کہ  
(۱) - وَ زَيْنَبُ ابْنَةُ عَلِيِّ الْكُبْرَى وَ لَدَتْ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ  
(۲) - وَأُمُّ كَلْبُومُ الْكُبْرَى وَ لَدَتْ لِعَمْرٍو بْنِ الْخَطَّابِ وَ أُمُّهُمْ فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(کتاب نسب قریش ۱۱۱ تحت ولد علی بن ابی  
طالب - طبع مصر)

یعنی حضرت علی کی لڑکی زینب کبریٰ کے بطن سے عبد اللہ بن جعفر کی اولاد ہوئی  
اور ام کلثوم کبریٰ کے بطن سے حضرت عمر بن الخطاب کا بچہ تو لد ہوا۔ ان ہردو کی  
ماں سیدہ فاطمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔

### (دوم)

کتاب الحجر (لابی جعفر محمد بن عبید بن عمرو الباشمی البغدادی المتوفی ۲۴۵ھ)  
میں یہ رشتہ مندرجہ ذیل عبارات میں منقول ہے۔  
اصہار علی بن ابی طالب کے تحت نمبر دوم پر درج ہے کہ:



— وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَحِمَهُ اللَّهُ كَانَتْ عِنْدَكَ أُمُّ كَلثُومَ بِنْتُ

عَلِيٍّ تَخَلَّفَ عَلَيْهَا عَوْنٌ ثُمَّ مُحَمَّدٌ ثُمَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي

طَالِبٍ ۚ (۱) کتاب الحجیر، ص ۵۶، تحت اصهار علی، طبع دکن،

(۲) کتاب الحجیر، ص ۴۳، طبع حیدرآباد دکن۔

» یعنی حضرت علی المرتضیٰؑ کے جہاں داماد شمار کیے ہیں وہاں نمبر دوم پر عمرؓ

بن الخطاب کو شمار کیا ہے لکھا ہے کہ ان کے نکاح میں ام کلثوم بنت علی تھیں

اس کے بعد عون بن جعفر کے نکاح میں آئیں۔ اس کے بعد محمد بن جعفر کے نکاح میں

آئیں۔ اس کے بعد عبداللہ بن جعفر کے نکاح میں آئیں۔

— حضرت عمر بن الخطابؓ کے اصهار کے تحت تیسرے نمبر پر لکھا ہے کہ:

» اِبْرَاهِيمُ بْنُ نَعِيمٍ النَّخَّامِ الْعَدَوِيُّ كَانَتْ عِنْدَهُ رُقَيْةُ بِنْتُ

عُمَرَ وَأُمُّهَا أُمُّ كَلثُومَ بِنْتُ عَلِيٍّ ۚ

» یعنی حضرت عمرؓ کے دامادوں کا شمار کرتے ہوئے تیسرے نمبر پر ذکر

کیا ہے کہ ابراہیم بن نعیم کے نکاح میں رقیہ بنت عمرؓ بن الخطاب تھیں اور

اس کی ماں ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ تھیں۔

(۳) کتاب الحجیر، ص ۵۶، ۱۰۱۔ تحت اصهار عمرؓ،

طبع حیدرآباد دکن)

(سوم)

کتاب المعارف، لابن قتیبہ الدینوری المتوفی ۲۶۶ھ (ابو محمد بن عبداللہ بن مسلم

بن قتیبہ دینوری) میں حضرت علی المرتضیٰؑ کی صاحبزادیوں کی تعداد کے تحت مذکور ہے کہ:

(۱) - وَأَمَّا أُمُّ كَلثُومِ الْكُبَيْرَى وَهِيَ بِنْتُ فَاطِمَةَ فَكَانَتْ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

وَلَدَتْ لَهُ وَلَدًا قَدْ ذُكِرْنَا هُوَ

یعنی حضرت علیؑ کی لڑکی اُم کلثوم کبریٰ، یہ حضرت فاطمہؑ کی لڑکی تھی عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی۔ عمر بن الخطاب کی اس سے اولاد بھی ہوئی، اس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔

«المعارف» لابن قتیبة دینوری، ص ۹۲ - طبع مصر -

تحت عنوان بنات علی المرتضیٰ

(۲) - اور حضرت عمرؓ کی اولاد کے تذکرہ میں بھی تحریر کیا ہے کہ:

«... فَاطِمَةُ وَزَيْدَا وَأُمُّهُمَا أُمُّ كَلثُومِ بِنْتِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ

مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

یعنی حضرت عمرؓ کی اولاد میں فاطمہ اور زید ہیں۔ ان دونوں کی ماں حضرت علیؑ

کی لڑکی اُم کلثوم ہیں جو فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔

«المعارف» لابن قتیبة ص ۷۹-۸۰ - طبع مصر

تحت اولاد عمر بن الخطاب

یاد رہے کہ ابن قتیبة نے یہاں لکھا ہے کہ اس فاطمہ بنت عمر کو رقیہ بنت عمر بھی کہا

گیا ہے۔ فاحفظہ۔

(چہارم)

کتاب «الانساب الاشراف» (لاحمد بن یحییٰ البغدادی المتوفی ۲۶۶ھ) میں درج ہے کہ

«... وَاِبْرَاهِيمَ بْنِ نُعَيْمِ النَّخَامِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ (العدوی) ...»

«... كَانَتْ عِنْدَكَ رُقِيَّةُ بِنْتُ عُمَرَ أُخْتُ حَفْصَةَ لِأَيِّهَا وَأُمُّهَا أُمُّ

كَلثُومِ بِنْتِ عَلِيٍّ»

» یعنی ابراہیم بن نعیم کے نکاح میں حضرت عمر کی لڑکی رقیہ تھیں جو حضرت  
 اُمّ کلثوم حفصہ کی بہن ہیں اور ان کی ماں ام کلثوم دختر علی ہیں۔

(۱) کتاب النسب الاشراف (البلاذری) ص ۲۸

جلد اول، طبع مصر، طبع جدید (سن طباعت ۱۹۵۹ء)

۲) کتاب الثقات لابن حبان، ص ۱۲۲، ج ۲ تحت بنات رسول اللہ  
 علیہ وسلم

(پانچم)

کتاب "جمہرة الانساب" لابن خزم (ابی محمد علی بن احمد بن سعید بن خزم الاندلسی المتوفی ۳۵۶ھ)  
 میں حضرت علی کی اولاد کے تحت لکھا ہے کہ :-

« . . . . . وَتَزَوَّجَ اُمَّ كَلثُومَ بِنْتِ عَلِيٍّ الْمُرْتَضَى بِنْتِ بِنْتِ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَوَلَدَتْ لَهُ زَيْدًا الْمُرْتَضَى

وَرُقِيَّةً ثُمَّ خَلَفَتْ عَلَيْهَا بَعْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَوْنُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي

طَالِبٍ ثُمَّ خَلَفَتْ عَلَيْهَا بَعْدَهُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ثُمَّ خَلَفَ

عَلَيْهَا بَعْدَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ بَعْدَ طَلَّاحٍ لِأَخْتِهَا زَيْنَبَ»

(جمہرة انساب العرب لابن خزم ص ۳۷-۳۸ تحت اولاد

علی - طبع مصری - جدید طبع)

» مطلب یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی صاحبزادی

اُمّ کلثوم دختر علی المرتضیٰ کے ساتھ حضرت عمر فاروق نے نکاح کیا پس حضرت

عمر کی ان سے اولاد ہوئی، ایک لڑکا زید ہوا جن کی نسل آگے نہیں چلی، اور لڑکی

رقیہ ہوئی پھر حضرت عمر کی وفات کے بعد اُمّ کلثوم کا نکاح عون بن جعفر سے

ہوا۔ پھر عون کے بعد محمد بن جعفر سے ہوا۔ پھر محمد کے بعد ان کے بھائی عبد اللہ بن

جعفر سے ہوا جبکہ عبداللہ نے ان کی بہن زینب کو طلاق دے دی تھی۔“

## ” امرئانی “

### مشتمل بر چند فوائد

امرا اول میں اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کے نکاح کا مسئلہ اہل سنت والجماعت کی کتابوں سے اور ائمہ کرام کی مرویات سے لکھا گیا ہے اور اس پر صرف چند روایات پیش کی گئی ہیں ورنہ مسئلہ نذا کے اثبات کے لیے باسند حوالہ جات کا ایک ذخیرہ موجود ہے ان میں بخاری شریف کتاب الجہاد، باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزوه کا حوالہ بھی داخل ہے۔ اور ساتھ ہی علماء انساب کی طرف سے بھی اس رشتہ کی توثیقات درج کر دی ہیں تاکہ اس مسئلہ کا تاریخی پہلو بھی مضبوط طریقہ سے سامنے آجائے۔

اب امرئانی میں چند دیگر ضروری فوائد تحریر کیے جاتے ہیں جو قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کا کام دیں گے اور اطمینان قلبی کے لیے افادہ کا باعث بنیں گے۔

## فائدہ اولیٰ

فائدہ ہذا میں حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کا نکاح حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کی صاحبزادی اُمّ کلثوم (جو حضرت فاطمہ الزہراء کے بطن مبارک سے متولد تھیں) کے ساتھ شیعہ احباب کی معتبر کتابوں سے درج کیا جاتے گا۔

اس طریقہ سے شیعہ ناظرین کرام کے لیے بھی اس مسئلہ میں اطمینان کا سامان ہو سکے گا جیسا کہ سابقاً امرا اول میں اہل سنت کے لیے تسکین کی صورت کر دی گئی ہے۔

شیعہ احباب کے نزدیک چار کتب (جن کو اصول اربعہ کے نام سے یاد کرتے ہیں) تمام کتب سے زیادہ معتبر و مستند یقین کی جاتی ہیں۔



ٹے، ان کو کہا کہ کیا مجھ میں کوئی عیب ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ تو عمر بن الخطاب نے کہا کہ میں نے تیرے بھتیجے سے ان کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا ہے، اس نے میری بات کو لوٹا دیا اور رد کر دیا ہے۔  
 خیردار بطور قسم کہتا ہوں کہ ماہِ زفرم کا عہدہ تم سے لے لوں گا۔  
 تمہاری بیعت و احترام کو گرا دوں گا اور چوری پر دو گواہ قائم کر کے ان کے ہاتھوں کو کٹوا دوں گا۔ پھر عباسؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے ان کو تمام ماجرا بیان کیا اور حضرت علیؓ کو کہا کہ اس عزیز کے نکاح کی اجازت کا معاملہ آپ میرے سپرد کر دیں۔ پس حضرت علیؓ نے یہ کام حضرت عباسؓ کے حوالہ کر دیا۔  
 (تاکہ وہ سرانجام دے دیں۔“

- ۱- (فروع کافی، ج ۲ ص ۱۴۱۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔ کتاب النکاح باب تزویج ام کلثوم)  
 ۲- الجعفریات والاسعنیات مع قرب الاسناد للحمیری ص ۱۰۹۔ طبع تہران

(۲)

## ۲۔ الکافی کی روایت دوم

”..... حَمَّادٌ عَنْ زُرَّادَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي تَزْوِيجِ امِّ كَلْثُومٍ فَقَالَ إِنَّ ذَلِكَ.....“

(خیال یہ ہے کہ روایت ہذا کا ترجمہ نہ دیا جائے، صرف عربی عبارت کافی ہے)

”امام جعفر صادقؑ نے (جبکہ تزویج ام کلثوم بنت علیؓ کے متعلق کلام

ہوئی) تو کہا کہ.....“

.....“

(فروع کافی، ج ۲ ص ۱۴۱، کتاب النکاح، باب

تزویج ام کلثوم۔ طبع نول کشور لکھنؤ)

(۳۷)

## ۳۔ الکافی کی روایت سوم

”..... عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَنَانَ وَمَعَاوِيَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ الْمُتَوَنِّيِّ عَنْهَا زَوْجُهَا تَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا؟ أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ؟ قَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ، إِنَّ عَلِيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ لَمَّا تَوَنَّى عُمَرُ آتَى أُمَّمَ كُلثُومَ فَأَنْطَلَقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهَا“

ذخیر کانی، جلد ثانی، ص ۳۱۱، باب المتونئی  
عنها زوجها۔ طبع نول کشور کھنور

(۳۸)

## ۴۔ الکافی کی روایت چہارم

”عن سليمان بن خالد قال سألت أبا عبد الله عليه السلام عن امرأة تنوي عنها زوجها أين تعتد؟ في بيت زوجها أو حيث شاءت؟ قال بل حيث شاءت. ثم قال إن علياً صلوات الله عليهما لما مات عمر آتى أم كلثوم فأخذ بيدها فأنطلق بها إلى بيتها“

ذخیر کانی، ج ۲، ص ۳۱۱۔ باب المتونئی عنها زوجها  
المدخول بها أين تعتد وما يجب عليها طبع نول کشور کھنور

کافی کی تیسری و چوتھی روایت کا حاصل یہ ہے کہ :

”روایت کرنے والا امام جعفر صادقؑ سے مسئلہ دریافت کرتا ہے کہ جس عورت شادی شدہ کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ عورت عدت کے ایام کہاں گزارے؟ فوت شدہ خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے تو امام

علیہ السلام نے جواب دیا کہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے (خواوند  
متوفی کے گھر میں مقیم رہنا ضروری نہیں ہے) اس لیے کہ عمر بن الخطاب  
جب فوت ہو گئے تو حضرت علی المرتضیٰ اپنی دختر اُم کلثوم کے پاس تشریف  
لائے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔“

(۵)

### (۱)۔ الاستبصار کی روایت اول

« . . . . . عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتَهُ عَنِ  
الْمَرْأَةِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا تَعْتَدُ فِي بَيْتِهَا أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ ؟  
قَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ إِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا تَوَفَّى عُمَرَ أُمَّ  
أُمَّ كَلْتُومٍ فَأَنْطَلَقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهِ »

(الاستبصار، جزء ثالث، الباب العدة، ص ۱۸۵)

مطبع جعفریہ - نخاس جدید بکھنؤ - طبع قدیم)

(۶)

### (۲)۔ الاستبصار کی دوسری روایت

« . . . . . عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ عَنِ الْمَرْأَةِ تُوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا إِنْ تَعْتَدُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا  
أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ ؟ قَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ  
لَمَّا مَاتَ عُمَرُ أُمَّ أُمَّ كَلْتُومٍ فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَأَنْطَلَقَ بِهَا إِلَى  
بَيْتِهِ »

(الاستبصار، جزء ثالث، ص ۱۸۶، الباب العدة)

مطبع جعفریہ - نخاس جدید بکھنؤ - طبع قدیم)



استبصار کی ہر روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ امام جعفر صادقؑ سے ان کے شاگردوں (عبداللہ بن سنان - معاویہ بن عمار - سلیمان بن خالد) نے دریافت کیا کہ جس عورت شادی شدہ کا خاوند فوت ہو جاتے تو وہ بیوہ عورت عدت کے ایام کہاں گزارے؟ متوفی خاوند کے گھر میں یا کسی اور جگہ مقیم رہے؟ تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا کہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے اس لیے کہ جس وقت عمر بن الخطاب فوت ہو گئے تو حضرت علیؑ المتضیٰ اپنی لڑکی ام کلثوم کے پاس تشریف لائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے گھر لے گئے۔

(۷)

(۱)۔ "تہذیب الاحکام" کی پہلی روایت

• در عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألتہ عن المرأۃ المتوفیٰ عنہا زوجها تعدت فی بیتہا اوحیت شاعت؟ قال بل حیث شاعت ان علیاً لما توفی عمرائی ام کلثوم فانطلق بہا الی بیتہ۔

(تہذیب الاحکام، ص ۲۳۸۔ کتاب الطلاق باب عدت النساء  
طبع ایرانی قیوم دسن طباعت اند ۱۳۱۶ھ)

(۸)

(۲) تہذیب الاحکام کی دوسری روایت

• . . . . . سألت اباعبد اللہ علیہ السلام عن امرأۃ توفیٰ عنہا زوجها ین تعدت فی بیت زوجها اوحیت شاعت؟ قال بل حیث شاعت ثم قال ان علیاً لما توفی عمرائی ام کلثوم فاخذ

بِيَدِهَا فَأَنْطَلَقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهِ ۝

”تہذیب الاحکام“ ص ۲۳۸۔ کتاب الطلاق، باب  
 عدۃ النساء طبع قدیم ایرانی (سن طباعت ۱۳۱۶ھ)  
 ”تہذیب“ کی ان پروردوایات کا مطلب یہ ہے کہ امام جعفر صادق  
 علیہ السلام سے ان کے شاگردوں نے مسئلہ عدت دریافت کیا کہ جس بیاہ  
 شدہ عورت کا زوج فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گزارے؟ شوہر کے گھر  
 یا کسی دوسری جگہ؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس جگہ چاہے عدت گزار  
 سکتی ہے پھر فرمایا کہ جب حضرت عمر بن الخطاب فوت ہو گئے تو حضرت علی  
 اپنی دختر اُم کلثوم کے ہاں تشریف لائے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دو لنگرہ  
 کی طرف لے گئے“

(۹)

(۳) تہذیب الاحکام کی تیسری روایت

..... ”عَنْ جُعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَا تَتْ أُمُّ كَلْثُومٍ بِنْتُ  
 عَلِيٍّ وَإِنِّي زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْخَطَّابِ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ لَا يُدْرِي أَيُّهُمَا  
 هَذَا قَبْلُ فَلَمْ يُورَثْ أَحَدُهُمَا مِنَ الْآخِرِ وَصَلَّى عَلَيْهِمَا جَمِيعًا۔  
 (تہذیب الاحکام آخری جلد، کتاب المیراث  
 ص ۳۸۰۔ طبع قدیم ایرانی۔ باب میراث الغرقی

والمهدوم علیہم فی وقت واحد۔)

تہذیب کی اس تیسری روایت کا مضمون یہ ہے کہ امام جعفر صادق نے  
 امام محمد باقر سے نقل کیا ہے کہ جب علی المرتضیٰ کی دختر اُم کلثوم اور ان کے  
 لڑکے زید و ولد عمر بن الخطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے اور یہ پتہ

نہ چل سکا کہ ان میں سے کون پہلے فوت ہوا ہے تو اس صورت میں ایک کو دوسرے کا وارث نہ بنایا جاسکا۔ اور ان دونوں پر نماز جنازہ ایک ہی وقت میں کیجا ادا کی گئی۔“

”اصول اربعہ“ کی ان ہر سہ کتب کی باسند نو عدد مرویات کے ذریعہ مندرجہ ذیل اشیاء ثابت ہیں :-

- (۱) - اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ حضرت عمر فاروق کے نکاح میں تھیں۔
- (۲) - حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کی وساطت سے یہ نکاح کر دیا تھا۔
- (۳) - اُمّ کلثوم سے حضرت عمر فاروق کی اولاد بھی ہوئی۔
- (۴) - جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ اپنی عزیزہ اُمّ کلثوم کو عدت گزارنے کے لیے اپنے گھر لے گئے۔

(۵) - جس روز اُمّ کلثوم کا انتقال ہوا اسی روز ان کے لڑکے زید بن عمرؓ بن الخطاب کا بھی انتقال ہوا اور ماں بیٹے کا جنازہ بہ یک وقت اٹھایا گیا اور کیجا پڑھا گیا۔“  
اس کے بعد شیعہ حضرات کے باقی اکابر علماء و مجتہدین کی معتبر تصانیف سے اس مسئلہ کا ثبوت پیش خدمت کیا جاتا ہے۔

ہر دور کے شیعہ علماء نے اس نکاح کو تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ تاویل ذکر کر دی ہے کہ یہ رشتہ مجبوراً و منغلوماً ہوا۔

اب ذیل میں چوتھی صدی کے مشہور عالم و مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ، المتوفی ۱۱۰۶ھ کی تصانیف سے اس مسئلہ پر حوالہ جات نقل کیے جاتے ہیں۔ شیعہ علماء کے نزدیک سید مرتضیٰ علم الہدیٰ متقدمین و متاخرین علماء کے مابین حدِ فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اب ان کے بیانات ملاحظہ فرمادیں :-

(۱۰)

(۱) - کتاب "الثانی" (جو قاضی عبدالجبار کی کتاب "المنی" کے جواب میں تصنیف کی گئی تھی) میں سید مرتضیٰ علم الہدیٰ لکھتے ہیں :-

"فَمَا تَزُوِجُهُ بِنْتَهُ فَلَمْ تَكُنْ ذَا لِكَ عَنْ إِخْتِيَارِهِ وَالْخِلَافُ فِيهِ  
مَشْهُورٌ فَإِنَّ الرِّوَايَةَ وَرَدَتْ بِأَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبًا إِلَى أَمِيرِ  
الْمُؤْمِنِينَ فَدَافَعَهُ وَمَا طَلَهُ فَاسْتَدْعَى عُمَرَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ مَا لِي  
أَبِي بَأْسٌ؟ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى هَذَا الْكَلَامِ فَقَالَ خَطَبْتُ إِلَى ابْنِ  
أَخِيكَ فَمَنَعَنِي . . . . .

. . . . . فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَدِّ أَمْرَهَا إِلَيَّ فَفَعَلَ فَرَوَّجَهُ الْعَبَّاسُ أَيَّاهَا

. . . الخ :-

(کتاب "الثانی" ص ۱۱۶ - مع تلخیص "الثانی"، قدیم

طبع ایرانی، سن طباعت ۱۳۰۱ھ)

حاصل یہ ہے کہ عمر بن الخطاب نے حضرت علیؑ سے ان کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علیؑ نے ٹال دیا اور ڈھیل کی تو عمر بن الخطاب نے عباس بن المطلب سے کہا کہ مجھ میں کیا عیب ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ عمر نے کہا کہ میں نے تمہارے بھتیجے سے نکاح طلب کیا ہے اس نے مجھے منع کر دیا ہے . . . . . (آخر کار) عباس نے علی بن ابی طالب سے کہا کہ آپ اس لڑکی کے نکاح کا اختیار مجھے سپرد کر دیں۔ حضرت علیؑ نے ان کو یہ اختیار دے دیا پس عباس نے عمر بن الخطاب سے یہ رشتہ کر دیا۔

(۱۱)

(۲) - کتاب "تمزیه الانساب" میں سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے نکاح ام کلثوم بنت علیؑ کے

مسئلہ کو مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے:-

« فَأَمَّا النِّكَاحُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَدْ ذَكَرْنَا فِي كِتَابِنَا الشَّانِي الْجَوَابَ  
عَنْ هَذَا الْبَابِ مَشْرُوحًا وَبَيَّنَّا أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا أَجَابَ عُمَرَ إِلَى  
النِّكَاحِ بِبِنْتِهِ عَلَيْهَا السَّلَامُ إِلَّا بَعْدَ تَوْعُدٍ وَتَهْدِيدٍ وَمُرَاجَعَةٍ وَ  
مُنَازَعَةٍ الْخ »

(کتاب تَمْزِيهِ الْأَنْبِيَاءِ لِلسَّيِّدِ الشَّرِيفِ الْمُرْتَضَى

علم الہدی، ص ۱۴۱-۱۳۸ - طبع ایران)

یعنی حضرت علی کا حضرت عمر کو اپنی لڑکی کا نکاح کر دینا اس مسئلہ کا جواب  
ہم نے کتاب ”شانی“ میں پورے بسط و تفصیل سے تحریر کر دیا ہے اور ہم نے  
واضح کر دیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی لڑکی کا رشتہ عمر بن الخطاب  
کے ڈرانے دھمکانے اور بار بار مراجعت و منازعت کے بعد کیا تھا۔

(۱۲)

شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی شعبی المتوفی ۶۵۶ھ نے اپنی شرح حدیدی  
میں «نَعَمَ الطَّيِّبُ الْمَسْكُ خَفِيفٌ مَحْبُودٌ عَطِرٌ رِيحُهُ» متن کے تحت ایک واقعہ نقل  
کیا ہے اس میں حضرت علی کی صاحبزادی کا حضرت عمر کے نکاح میں ہونا اظہر من الشمس ہے۔  
واقعہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

« وَجَّهَ عُمَرُ إِلَى مَلِكِ الرُّومِ بَرِيدًا فَأَشْتَرَتْ أُمَّ كَلْتُومَ  
إِسْرَاءَ عُمَرَ طَيِّبًا بَدَنًا نَيِّرًا وَجَعَلَتْهُ فِي قَارُورَتَيْنِ وَأَهْدَتْهُمَا  
إِلَى إِسْرَاءَ مَلِكِ الرُّومِ فَرَجَعَ الْبَرِيدُ إِلَيْهَا وَمَعَهُ مِلَّةٌ الْقَارُورَتَيْنِ  
جَوَاهِرًا - فَدَخَلَ عَلَيْهِمَا عُمَرُ وَقَدْ صَبَّتِ الْجَوَاهِرُ فِي حَجْرِهَا  
فَقَالَ مِنْ أَيْنَ لَكَ هَذَا؟ فَخَبَرَتْهُ فَقَبِضَ عَلَيْهِ وَقَالَ هَذَا

لِلْمُسْلِمِينَ قَالَتْ كَيْفَ وَهُوَ عَوْضٌ هَدَيْتِي قَالَ بَنِي وَبَيْنَكَ  
 أَبُوكَ - فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَكَ مِنْهُ بِعِيْمَةٌ دِيْنَارُكَ وَالْبَاقِي  
 لِلْمُسْلِمِينَ جُمْلَةً لِأَنَّ بَدِيْدَ الْمُسْلِمِينَ حَمَلَهُ ۚ

شرح صحیح البلاغہ حدیثی، ص ۵۴۵-۵۴۶ ج ۲

طبع بیروت، سن طباعت ۱۳۷۵ھ - ۱۹۵۶ء

یعنی عمر بن الخطاب ایک دفعہ روم کے بادشاہ کی طرف ایک ایچی روانہ کرنے لگے تو ان کی بیوی ام کلثوم نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دو پیشیوں میں ڈالی اور بادشاہ روم کی عورت کی طرف پیغام رساں کے بدست تحفہ ارسال کر دی جب پیغام رساں واپس آیا تو اس خوشبو کے عوض میں دونوں پیشیاں جو ابھر سے پُر شدہ لاکر حضرت عمر کے گھر پہنچا دیں اب عمر بن الخطاب گھر داخل ہوئے تو ان کی زوجہ (ام کلثوم) جو ابھر کو گود میں لیے بیٹھی تھی - عمر نے کہا کہ یہ جو ابھر کہاں سے حاصل کیے ہیں؟ ام کلثوم نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ عمر بن الخطاب نے جو ابھر کو قبضہ میں لے لیا اور فرمایا کہ یہ تو تمام مسلمانوں کے ہیں۔ ام کلثوم نے کہا کہ وہ کس طرح؟ یہ تو میرے ہدیہ کے عوض میں آتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان جو تیرا باپ (علی بن ابی طالب) فیصلہ کر دے وہ معتبر ہوگا۔ پھر حضرت علی نے فیصلہ دیا کہ اے ام کلثوم اس تحفہ کی خریداری میں جس قدر تیرے درہم و دینار خرچ ہوتے تھے جو ابھر سے تو اتنی مقدار لے سکتی ہے۔ باقی جو ابھر تمام مسلمانوں (یعنی بیت المال) کے لیے ہیں اس لیے کہ عاقبتہ المسلمین کا ایچی ان کو اٹھا کر لایا ہے۔“

## واقعہ ہذا کے فوائد

- (۱) - ایک تو اُمّ کلثوم بنت علیؓ کا حضرت عمر فاروقؓ کے نکاح میں ہونا ثابت ہے۔
- (۲) - دوسرے حضرت علی المرتضیٰؓ اس زنتہ داری پر راضی تھے ناراض نہیں تھے۔
- (۳) تیسرے اپنی عزیزہ کے پاس حضرت عمر فاروقؓ کے گھر میں آمد و رفت رکھتے تھے۔
- (۴) چوتھے حضرت عمرؓ کے خانگی واقعات میں بھی حضرت علیؓ شامل رہتے تھے۔ یہ واقعہ ان حضرات کے لیے باہمی صفائی معاملات اور حسن تعلقات کی روشن دلیل ہے۔

(۱۳)

شیعہ حضرات کے مشہور و معروف محقق الحلی المتوفی ۶۶۶ھ نے فقہ جعفری کے لیے ایک متن ”شرائع الاسلام“ کے نام سے مدون کیا تھا۔ اس متن کے ”کتاب النکاح“ کو اس عقد میں لکھا ہے:

”وَيَجُوزُ نِكَاحُ الْحُرَّةِ الْعَبْدَةِ وَالْعَدْرَةِ الْعَجْمِيَّةِ وَالسَّامِيَّةِ

غَيْرِ الْمَاهِشِيَّةِ“

”یعنی آزاد عورت کا مرد غلام کے ساتھ اور عربی عورت کا عجمی مرد کے ساتھ

اور باشمی عورت کا غیر باشمی مرد کے ساتھ نکاح درست و صحیح ہے“

شیعہ بزرگوں کے شیخ زین الدین احمد العالی المعروف الشہید الثانی نے ۹۶۴ھ میں

مذکورہ متن ”شرائع الاسلام“ کی ”مسائلک الافہام“ کے نام سے نہایت معتبر شرح لکھی ہے۔

شرح ہذا میں مندرجہ بالا عبارت کے تحت اُمّ کلثوم بنت علیؓ کے نکاح کا مسئلہ صراحتاً درج

ہے۔ یہ فقہ جعفری کا منفقہ و مجمع علیہ مسئلہ ہے، کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے۔ ناظرین کے

افادہ کے لیے اس مقام کی عربی عبارت و ترجمہ پیش خدمت کیا جاتا ہے۔ متن مذکورہ

شرح دونوں کے ملاحظہ کرنے کے بعد اس مسئلہ کا خود فیصلہ فرمادیں۔ بعد کے کسی مجتہد

صاحب کی تاویل و توجیہ کی حاجت نہ رہے گی۔  
 علامہ محقق الحلی کے متن مذکور کی دلیل بیان کرتے ہوئے "الشہید الثانی" تحریر  
 کرتے ہیں :-

« وَزَوْجِ النَّبِيِّ ابْنَتَهُ عُثْمَانَ، وَزَوْجِ ابْنَتِهِ زَيْنَبِ ابْنِ الْعَاصِ بْنِ  
 الرَّبِيعِ وَكَيْسَانَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَكَذَلِكَ زَوْجِ عَلِيٍّ ابْنَتَهُ أُمِّ كَلثُومٍ  
 مِنْ عُمَرَ وَتَزَوْجِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ  
 وَتَزَوْجِ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ أُخْتَهَا سَكِينَةَ وَكُلُّهُمُ مِنْ غَيْرِ  
 بَنِي هَاشِمٍ »

دُمسالک الانہام شرح "شرائع الاسلام" کتاب النکاح

باب لواحق العقد، جلد اول مطبوعہ ایران، سن طباعتہ ۱۲۴۲ھ

مطلب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کا نکاح عثمان  
 بن عفان سے کر دیا تھا اور اپنی دختر زینب کا نکاح ابو العاص بن الربیع  
 سے کر دیا تھا، حالانکہ دونوں بنی ہاشم سے نہ تھے۔ اسی طرح حضرت علیؑ نے  
 اپنی دختر اُمّ کلثوم کا نکاح عمر بن الخطاب سے کر دیا تھا اور عبداللہ بن عمرو  
 بن عثمان کے ساتھ فاطمہ بنت الحسین کی شادی ہوئی۔ اور ان کی بہن سکینہ بنت  
 الحسین کی شادی مصعب بن زبیر سے ہوئی۔ بنی ہاشم کے یہ رشتے غیر بنی ہاشم  
 کے ساتھ ہوتے اور خانہ آبادیاں ہوتیں۔

یہ پانچ عدد رشتے یہاں بطور فقہی استدلال کے ذکر کیے۔ ان میں ایک رشتہ اُمّ کلثوم  
 بنت علیؑ کا بھی ہے۔ کسی باشعور منصف مزاج آدمی کے لیے اب اس رشتہ کی صحت میں کلام  
 کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ باقی لائیکلم کا کوئی علاج نہیں ہے۔  
 اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو متفق و متحد رہنے کو توفیق نصیب فرمائے اور قلبی ہدایت



بخنے۔ آمین۔

(۱۴)

شیعہ بزرگوں کے مشہور و معروف مجتہد قاضی نور اللہ شوستری "شہید ثالث" المتوفی ۱۹۰۱ھ نے مسئلہ نکاح ام کلثوم کو متعدد تصانیف میں درج کیا ہے۔ اس کی تصریحات ملاحظہ فرمادیں۔

(۱)۔ کتاب مجالس المؤمنین میں مذکورہ عباس بن عبدالمطلب کے تحت لکھا ہے:

”چوں عمر بن الخطاب جہت ترویجِ خلافتِ فاسدہ خود داعیہ ترویج

اتم کلثوم دختر حضرت امیر نمود و آل حضرت جہت اقامت حج مکہ اظہار ایا

و امتناع نمود آخر عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خوردہ گفت اگر علی را

بدامادی من راضی نمی سازی آنچه در دفع او ممکن باشد خود اسم کرد . . . . .

. . . . . چوں مبالغہ عباس در آن

باب از حد گذشت آنحضرت از رویے اگر اہ ساکت شدند تا آنکہ عباس از

پیش خود از کتاب ترویج او نمود“

(”مجالس المؤمنین“ مذکورہ عباس بن عبدالمطلب ص ۶)

طبع قدیم ایرانی۔ تختی کلاں)

مندرجہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

”جب عمر بن الخطاب نے اپنی خلافتِ فاسدہ کی ترویج کرنے کے

لیے حضرت علی کی صاحبزادی ام کلثوم کی ترویج کو ذریعہ بنانا چاہا اور حضرت علیؑ

نے قیام دلائل کی بنا پر بار بار اس کا انکار کیا تو آخر کار عمر بن الخطاب نے

عباس کو اپنے پاس بلایا اور قسم کھا کر کہا کہ اگر تم میری دامادی پر علیؑ بن ابی طالب

کو راضی نہیں کرو گے تو میں اس کی مدافعت میں امکانی کوشش کر گزروں گا۔

. . . . . جب حضرت عباسؑ کا

رنکاح ہذا کے سلسلہ میں، مبالغہ بے حد ہو گیا تو مجبوری کی بنا پر حضرت علی خامنہ  
ہو گئے، حتیٰ کہ حضرت عباسؓ نے ازراہ خود اس رشتہ کو انجام دیا۔  
(۲)۔ پھر محمد بن جعفر طیار کے تذکرہ میں تحریر کیا ہے کہ

”محمد بن جعفر طیار بعد از فوت عمر بن الخطاب بشرف مصاہرت حضرت  
امیر المؤمنین مشرف گشتہ ام کلثوم سا کہ با عدم کفایت از روئے اکراہ در  
جبالہ عمر بود تزویج نمود۔“

(مجالس المؤمنین ص ۸۲ تذکرہ محمد بن جعفر طبع قدیم ایرانی)  
مطلب یہ ہے کہ عمر بن الخطاب کی وفات کے بعد محمد بن جعفر طیار نے  
ام کلثوم بنت علیؑ کے ساتھ نکاح کیا۔ ام کلثوم غیر کفو ہونے کی وجہ سے  
مجبوراً عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی۔“

(۳)۔ پھر اسی کتاب میں مقدار بن اسود کے تذکرہ میں بالفاظ ذیل اس مسئلہ کو لکھا ہے:-  
”..... اگر نبی دختر بختمان داد ولی دختر بعمرفرستاد“

(مجالس المؤمنین، ص ۸۵۔ تذکرہ مقدار بن اسود  
طبع قدیم ایرانی تختی کلاں)

یعنی اگر نبی علیہ السلام نے اپنی لڑکی عثمان کو نکاح کر دی تو ولی یعنی  
علی المرتضیٰ نے اپنی لڑکی عمر کی طرف بھیج دی۔“

(۴)۔ قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی تصنیف ”مصائب النواصب“ میں نکاح ام کلثوم  
بنت علی المرتضیٰ پر مفصل بحث کی ہے۔ اصل نکاح ہذا کو تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ  
یہی کئی توجیہات بیان کر دی ہیں۔ وہاں لکھا ہے کہ:-

”..... تزویج ام کلثوم با عمر در مقام ضرورت و ناچاری ازراہ

رخصت است۔“

ترجمہ مصائب النواصب فارسی از آقا مرزا محمد علی مدرک تہمتی  
چہار دہی نجفی، جس ۱۶۵ تا ۱۷۰ تہمتی خورد۔ مطبوعہ تہران۔ سن طباعت ۱۳۶۹ھ

» یعنی عمر کے ساتھ اُمّ کلثوم کی تزویج ضرورت و ناچارگی کی صورت میں ہوئی

جو (خاص حالات میں رخصت ہے)

(۱۵)

— گیارہویں صدی کے مشہور مجتہد ملا باقر مجلسی نے بھی اُمّ کلثوم بنت علی کے نکاح

کے مسئلہ کو اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

چنانچہ اصول کافی و فروع کافی کی شرح مرآة العقول جلد سوم صفحہ ۴۴۸-۴۴۹، باب

تزویج اُمّ کلثوم، طبع قدیم ایرانی میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور مسئلہ ابتدا کے منکرین کے

جوابات دیئے ہیں۔ آخر بحث میں چل کر نکاح ابتدا کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

» و الاصل فی الجواب ان ذاک وقع علی سبیل التقیة

والاصطدار»

یعنی اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا نکاح حضرت عمر بن الخطاب سے

مجبوری اور تقیہ کی بنا پر واقع ہوا تھا۔ اصل جواب یہ ہے:

## ایک رفع اشتباہ

قارئین کرام ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ شیعہ مجتہدین و علماء نکاح اُمّ کلثوم کے واقعہ کو  
تسلیم تو کرتے ہیں لیکن ساتھ اس واقعہ کو جبر و قہر کا رنگ دے کر بیان کرتے ہیں اور اجبار  
اصطدار کی شکل میں پیش کرتے ہیں

۱۔ گویا حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس رشتہ دینے میں مجبور و مقہور تھے۔

۲۔ بلکہ ان کی بعض روایات کی بنا پر حیدر کمار سے یہ رشتہ چھین لیا گیا۔ (معاذ اللہ)

- ۳۔ قتل کی دھمکیاں دے کر مشکل کٹا سے زبردستی یہ نکاح حاصل کیا گیا۔  
 ۴۔ اور رشتہ دینے میں صاحب ذوالفقار بے بس ہو گئے۔  
 ۵۔ اور علامہ مجلسی (ملا باقر) صاحب فرما رہے ہیں کہ اصل جواب یہ ہے کہ تقیہ کی بنا پر یہ تعلق قائم کیا گیا۔

## جواباً

با ادب عرض ہے کہ واقعہ ہذا کا جو نقشہ ہمارے احباب پیش کر رہے ہیں وہ فاتح خیبر جناب حضرت علی المرتضیٰ کی شانِ شان نہیں ہے۔  
 اس وجہ سے

- (۱) کہ یہ صورت شجاعتِ حیدری کے خلاف ہے۔
  - (۲) اور یہ چیز عزتِ نفس کے متباہن ہے۔
  - (۳) یہ طریقہ خاندانی وقار کو شدید مجروح کرنے والا ہے۔
  - (۴) یہ روش غیرتِ ایمانی اور نسبِ شرافت کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔
  - (۵) یہ حالت قبیلہ بنی ہاشم کی خاندانی روایات کے منافی ہے۔
- آخری گزارش یہ ہے کہ بزرگ فرمایا کرتے ہیں کہ:

ع ہر چہ بر خود میسندی بردیگر اں میسند

یعنی رشتہ کے معاملہ میں جو صورت حال ہم اپنے لیے گوارا نہیں کر سکتے وہ معرکہ ہائے  
 بدر و احد کے ہیرو، فاتح خیبر، اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے لیے کیسے  
 پسند کر سکتے ہیں؟ العیاذ باللہ۔ کَبِّرَتْ کَلِمَتَهُ تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ  
 إِلَّا كَذِبًا۔

خدا را سوچیے اور انصاف فرمائیے!!

(۱۴)

— تیرھویں صدی کے مشہور شیعہ مؤرخ مرزا عباس علی قلی خاں (جو دولتِ ایران کے بادشاہ  
فاہار کا وزیر اعظم تھا) نے اپنی تصنیف ”تاریخ طرازِ مذہب مظفری“ میں ایک مستقل باب (حکایت  
تزویرج ام کلثوم با عمر بن الخطاب) مفصل بیان کیا ہے۔ وہاں لکھتے ہیں کہ:

”جناب ام کلثوم کبریٰ دختر فاطمہ الزہراء اور سر اسے عمر بن الخطاب بود  
وازوے فرزند بیاورد چنانکہ مذکور گشت و چون عمر مقتول شد، محمد بن جعفر بن  
ابی طالب اورا در جبالہ نکاح در آورد“

یعنی حضرت فاطمہ الزہراء کی صاحبزادی ام کلثوم عمر بن الخطاب کے گھر  
تھیں۔ ان سے ایک فرزند بھی پیدا ہوا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ جب حضرت  
عمر قتل کیے گئے تو محمد بن جعفر بن ابی طالب ام کلثوم کو نکاح میں لائے۔“

(تاریخ طرازِ مذہب مظفری۔ باب حکایت تزویرج  
ام کلثوم با عمر بن الخطاب۔ طبع ایران)

(۱۵)

— چودھویں صدی کے مشہور شیعہ فاضل و مجتہد شیخ عباس قمی نے اپنی تصنیف  
غنتہی الآمال (جو ۱۲۵۰ھ میں لکھی گئی تھی) میں درج کیا ہے کہ:

”واما کلثوم حکایت تزویرج او با عمر بن الخطاب در کتب مسطورست و  
بعد از وصیج عون بن جعفر و از پس او زویرج محمد بن جعفر گشت“

غنتہی الآمال جلد اول فصل ششم در ذکر اولاد امیر المومنین

علیہ السلام، ص ۱۸۶۔ طبع ایران۔ تختی خورد)

”یعنی عمر بن الخطاب کے ساتھ ام کلثوم کا نکاح کتابوں میں لکھا ہے اور اس

کے بعد عون بن جعفر کے نکاح میں آئی۔ اور اس کے بعد اس کے بھائی محمد بن جعفر

کے نکاح میں آئی۔

## ضروری تنبیہ

ناظرین نامکین کی خدمت میں عرض ہے کہ رشتہ ہذا کے اثبات کے لیے ہر صدی اور ہر دور کے شیعہ علماء و مجتہدین کی چند تصریحات ہم نے پیش کی ہیں۔ ان حوالہ جات میں اصول اربعہ کی کتابوں سے نو عدد صحت ائمہ مصوبین کی روایات ہیں۔ لیکن واقعہ میں اس مضمون کی بے شمار روایات پائی جاتی ہیں جو درجہ شہرت کو پہنچتی ہیں۔

ان بے شمار روایات ائمہ کرام اور لاتعداد اقوال مجتہدین کے مقابلہ میں بعض لوگ کچھ روایات اور بعض علماء کے بعض اقوال رشتہ ہذا کے انکار کے لیے عوام الناس کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اس اشتباہ کو رفع کرنے کے لیے ہم ان کے علماء اصول کی جناب سے ترجیح احادیث کا ایک قاعدہ یہاں ذکر دیتے ہیں جس کے بیان کرنے کے بعد یہ تعارض دور ہو جائے گا۔

اس قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ روایت کو روایت پر ترجیح دینے کے لیے وجوہ ترجیح حدیث بہت ہیں۔ پہلا طریق یہ ہے کہ ایک روایت کے راوی کثیر تعداد ہوں اور اس کے مقابل روایت کے راوی قلیل ہوں تو جس روایت کے راوی کثیر ہوں اس کو ترجیح دی جائے گی اور اس کو قبول کیا جائے گا۔ اس لیے کہ کثیر عدد بہ نسبت قلیل عدد کے خطا اور غلطی سے محفوظ ہوتا ہے۔ لہذا اس کے مقابل روایت (جو قلیل لوگوں سے مروی ہے) متروک ہوگی۔

قاعدہ ہذا کی عبارت کتاب "معالم الاصول" سے نقل ہے۔ یہ شیعہ کی مشہور و معتبر کتاب

ہے۔ ملاحظہ ہو:

« مِنْهَا التَّرْجِيحُ بِالسَّنَدِ وَيُحْصَلُ بِأُمُورِ الْأَوَّلِ كَثْرَةُ الرُّوَاةِ »

كَانَ يَكُونُ نَوَاقِةً أَحَدِهِمَا أَكْثَرَ عَدَدًا مِنْ رِوَاةِ الْآخَرِ فَيُرْجَحُ  
مَا رَوَاهُ أَكْثَرُ لِقْوَةِ النَّظِّ إِذَا الْعَدَدُ الْأَكْثَرُ أَبْعَدَ عَنِ الْخَطَايَا مِنَ  
الْأَقَلِّ ۚ

کتاب معالم الاصول للشیخ جمال الدین ابو منصور حسن بن  
زین الدین اشعری۔ المطلب التاسع (خاتمة)۔ المتوفى سنة  
مطبوعه قدیم، ایران۔ (سن طباعت ۱۲۹۹ھ)

مطلب یہ ہے کہ اس قاعدہ و ضابطہ کے تحت اپنی کثرت و شہرت  
کے اعتبار سے وہی مرویات معتبر و مستند ہونگی جن میں اُمّ کلثوم بنت علیؑ  
المرتضیٰ کا نکاح حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ ہونا منقول و مذکور ہے اور  
جن بعض روایات میں اس زینتہ کے صحیح ہونے سے انکار کیا گیا ہے وہ اپنی  
قدت و ندرت کے سبب سے متروک ہونگی ۚ

## فائدہ ثانیہ

ناظرین کرام کی تشفی کے لیے یہاں یہ مختصر سی تشریح کی جاتی ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب  
فاروق اعظمؓ کے نکاح میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کی صاحبزادی اُمّ کلثومؓ (جس کی والدہ  
سیدہ فاطمہ الزہراءؑ ہے) تھیں۔ اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیقؓ نہ تھی (جیسا کہ شیعہ و سنی  
کتابوں میں درج پایا جاتا ہے)۔

اس مقصد کے اثبات کے لیے مندرجہ ذیل اشیاء کی وضاحت معروض ہے۔

۱۔ اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ کی ماں دوسری ہیں اور اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیق کی  
ماں دوسری ہیں۔

۲۔ بالفرض اگر اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیق سے حضرت عمر فاروقؓ نے خطبہ (یعنی نکاح

کی ابتدائی گفتگو کی تھی تو انہوں نے ان سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا تھا۔  
 ۳۔ پھر اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیق کا نکاح طلحہ بن عبید اللہ سے ہوا۔ اس کے بعد  
 عبد الرحمن الاحول بن عبد اللہ المخزومی سے ہوا۔  
 — مندرجہ بالا امور کے لیے علماء انساب و تراجم کی کتابوں سے تصدیق و وثوق  
 پیش کی جاتی ہے۔ عبارات ملاحظہ ہوں۔ پہلی چیز کے متعلق گزارش ہے :-

(۱)

”ام کلثوم بنت ابی بکر . . . . . وَأُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ خَارِجَةَ  
 بِنِ زَيْدِ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ مِنْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْحَزْجِ - وَأُمُّ كَلثُومُ ابْنَةُ  
 أَبِي بَكْرٍ هَذِهِ الَّتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعَائِشَةَ بِنْتَهُ حِينَ حَضَرَتْهُ  
 الْوَفَاةُ ” إِنَّمَا هُمَا أَخَوَاكِ وَأُخْتَاكِ ” قَالَتْ عَائِشَةُ هَذِهِ أَسْمَاءُ  
 قَدْ عَرَفْتَهَا فَمَنِ الْأُخْرَى ؟ قَالَ ذُو بَطْنٍ بِنْتُ خَارِجَةَ قَدْ  
 أَلْقَى فِي خُدْيِهَا جَارِيَّةً ” فَكَانَتْ كَمَا قَالَ وَوَلِدَتْ بَعْدَ  
 مَوْتِهِ “

(کتاب ”نسب قریش“ لابن عبد اللہ المصعب الزبیری،

ص ۲۷۸ تحت ولد تميم بن مرة - طبع مصری)

”حاصل یہ ہے کہ اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیق کی ماں کا نام حبیبہ  
 بنت خارجہ بن زید (خرجی) ہے۔ اور یہ وہی اُمّ کلثوم ہے جس کے متعلق  
 سیدنا ابو بکر الصدیق نے اپنی وفات سے کچھ قبل اپنی لڑکی حضرت عائشہ  
 صدیقہؓ سے کہا تھا کہ اے عائشہ! یہ دونوں تیرے بھائی ہیں اور یہ  
 دونوں تیری بہنیں ہیں تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یہ میری بہن اسماء تو  
 ٹھیک مجھے معلوم ہے لیکن دوسری بہن کون ہے؟ تو ابو بکر الصدیقؓ فرمائیے



کہ میرے دل میں یہ بات اقلع ہوئی ہے کہ میری اہلیہ حبیبہ بنتِ خارجہ جو  
امّید سے ہے اس کے ہاں لڑکی ہوگی (خدا کی شان) جس طرح حضرت ابو بکرؓ  
نے فرمایا تھا اسی طرح ہو یعنی ان کی وفات کے بعد لڑکی پیدا ہوئی (جس کا  
نام حضرت عائشہؓ نے اُمّ کلثوم رکھا)۔

— اور طبقات ابن سعد جلد ثامن، تذکرہ اُمّ کلثوم بنت ابی بکرؓ میں ان کا نسب

اس طرح لکھا ہوا ہے:-

”اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصّدیق بن ابی قحافہ بن عامر... (تبی)

و اُمّها حبیبہ بنت خارجہ بن زید بن ابی زہیر... (خرجی)“

حاصل کلام یہ ہے کہ اُمّ کلثوم ابو بکر الصّدیق بن ابی قحافہ بن عامر کی

لڑکی ہیں اور ان کی ماں کا نام حبیبہ بنت خارجہ بن زید خزرجی ہیں“

(طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۳۳۸-تذکرہ اُمّ کلثوم)

اندا - طبع لیڈن یورپ)

(۲)

اب دوسری چیز کی وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات پیش خدمت ہیں-

— ابن قتیبہ دینوری نے ”المعارف“ میں صدیق اکبرؓ کی اولاد کے تذکرہ میں

لکھا ہے:

”وَأَمَّا أُمُّ كَلْثُومٍ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ فَخَطَبَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى

عَائِشَةَ فَأَلْعَمَتْ لَهُ وَكَرِهَتْ أُمُّ كَلْثُومٍ فَأُحْتَالَتْ لَهُ حَتَّى أَمْسَكَ

عَنْهَا الخ (المعارف لابن قتیبہ، ص ۷۶، طبع مصر تحت اولاد حضرت صدیق)

— ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں سلسلہ سحری جلد پنجم میں حضرت عمرؓ کی

اولاد و انزلج کے تحت ذکر کیا ہے-

« قَالَ الْمَدَائِنِيُّ وَحَطَبَ أُمُّ كَلْثُومٌ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ وَهِيَ صَغِيرَةٌ وَ

أُرْسِدَ فِيهَا إِلَى عَائِشَةَ . . . . .

فَقَالَتْ الْأَمْرُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ أُمُّ كَلْثُومٌ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ . . . الخ »

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۱۷)

— ابن ابی الحدید معتزلی ششمی نے حدیثی شرح نہج البلاغہ میں طبری کے حوالہ

سے یہ مسئلہ مندرجہ ذیل عبارت میں لکھا ہے:

« وَرَوَى الطَّبْرِيُّ فِي تَارِيخِهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَطَبَ أُمَّ

كَلْثُومٍ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ فَأُرْسِلَ فِيهَا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ الْأَمْرُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ

أُمُّ كَلْثُومٌ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ . . . الخ »

(شرح نہج البلاغہ حدیثی، جلد ثالث، ص ۲۳۱، بحث

مطالعین فاروقی تحت طعن خامس - طبع بیروت)

ان ہر سہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے :-

« أُمُّ كَلْثُومٌ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ صَغِيرَةٌ تَهْمِي كَمَا عَمَّرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَمْ تَعِشْ

صِدْقِيَّةً فِي وَسْطِهَا سَعَى اس کے ساتھ نکاح کے لیے پیغام دیا تو حضرت

عائشہ نے کہا کہ اس کا معاملہ اس کے سپرد ہے پھر خود اُمُّ كَلْثُومِ نے کہا کہ

مجھے ان کے ساتھ نکاح کی کچھ حاجت نہیں ہے تو حضرت عمرؓ اس کے نکاح

سے رک گئے »

(۳)

اور تیسری چیز کے لیے "علماء انساب" کے بیانات ملاحظہ فرمادیں تسکین خاطر ہو

جائے گی۔

(۱) - نسب قریشی مصعب زبیری میں ہے:

وَأُمُّ كَلْتُومٍ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ وَوَلَدَتْ بِطَلْحَةَ بْنَ عَبِيدِ اللَّهِ زَكَرِيَّا وَ  
عَائِشَةَ ابْنَيْ طَلْحَةَ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
أَبِي رَبِيعَةَ . . . . . فَوَلَدَتْ لَهُ عُثْمَانَ وَابْرَاهِيمَ وَمُوسَى  
دکتاب نسب قریش، ص ۲۷۸، تحت اولاد ابی بکر الصدیق

(۲) - اور طبقات ابن سعد میں ام کلثوم بنت ابی بکر کے تحت لکھا ہے کہ:

” . . . . . تزوجها طلحة بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو  
بن کعب بن سعد بن تیم فولدت له زکریا و یوسف مات صغیراً  
وعائشة بنی طلحة فقتل عنها طلحة بن عبید اللہ یوم الجمل . . . . .  
ثم تزوجت ام کلثوم بعد طلحة  
بن عبید اللہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی ربیعۃ (المخزومی)  
. . . . . فولدت له ابراهیم الاحول وموسى وام حمید و ام  
عثمان . . . . .“

(طبقات ابن سعد جلد ثامن تذکرہ ام کلثوم بنت ابی بکر)

الصدیق ص ۳۲۸-۳۳۹ - طبع یورپ لیدن

(۳) - اور کتاب الحجرت لابی جعفر محمد بن حبیب بغدادی میں اصہار ابی بکر الصدیق کے تحت  
لکھا ہے کہ:-

” . . . . . وطلحة بن عبید اللہ كانت تحتہ ام کلثوم بنت  
ابی بکر الصدیق و عبد الرحمن الاحول بن عبد اللہ بن ابی ربیعۃ  
(المخزومی)، خلف علی ام کلثوم بعد طلحة “

دکتاب الحجرت، ص ۵۴، تحت اصہار ابی بکر

الصدیق - طبع حیدرآباد دکن

ان ہر سہ حوالہ جات کا ماحصل یہ ہے کہ:  
 "اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیق پہلے طلحہ بن عبید اللہ زہبی کے نکاح  
 میں تھیں اس سے ان کی اولاد زکریا و عائشہ (عند البعض یوسف بھی ہے)  
 ہوئی۔ پھر جنگِ جمل میں طلحہ فوت ہو گئے۔ اس کے بعد اُمّ کلثوم کا نکاح  
 عبدالرحمن بن عبداللہ (المخزومی) کے ساتھ ہوا، ان سے ان کی اولاد عثمان  
 ابراہیم و موسیٰ وغیرہ ہوئے۔"

ان تمام مندرجات سے "علماء انساب" کی زبانی واضح ہو گیا کہ حضرت عمر بن الخطاب  
 فاروق اعظم کے نکاح میں اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ تھی۔ اُمّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیق  
 نہ تھیں۔

### قائدہ ثالثہ

— اس قائدہ میں بحث ہذا کا خلاصہ کجا پیش خدمت کیا جاتا ہے۔  
 — نسبی تعلقات کے ضمن میں حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ کا باہمی رشتہ پیش  
 کیا گیا تھا۔ بحمد اللہ یہ رشتہ مؤدّت ہر دو حضرات کے درمیان قائم و  
 دائم رہا۔

— علماء نے تصریح کر دی ہے کہ یہ باہرکت نکاح ذوالعقدہ ۱۰ھ میں منعقد ہوا  
 تھا اور اس کا مہر چالیس ہزار درہم مقرر ہوا۔ پھر حضرت علی کی صاحبزادی اُمّ کلثوم  
 سے حضرت عمر کی اولاد ہوئی۔ ایک لڑکا متولد ہوا، ان کا نام زید تھا اور ایک  
 لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام رقیہ تھا۔ جوان ہونے کے بعد ابراہیم بن نعیم النخام  
 عدوی سے اس کی تزویج ہوئی۔ اور بعض مؤرخین نے ایک اور لڑکی فاطمہ نامی  
 بھی ذکر کی ہے لیکن وہ مختلف فیہ ہے۔

— زید بن عمر بن الخطاب جوں سال ہوئے۔ ایک دفعہ قبیلہ بنی عدی کے درمیان  
اتفاقاً لڑائی جھگڑا برپا ہوا رات کا وقت تھا، زید بن عمر فاروق صلح و مسکت  
کے قصد پر دونوں فریقوں کے درمیان عین لڑائی کے وقت چلے گئے۔  
شب کی ظلمت و سیاہی میں غلطی سے ایک شخص کے ہاتھوں زخمی ہو گئے۔  
سر میں سخت زخم آیا جس سے جان بر نہ ہو سکے۔ چند یوم صاحبِ فرائض رہے  
اور ان کی والدہ محترمہ راتم کلثوم بنت علیؑ بھی اس دوران بیمار ہو گئیں۔  
اتفاق ایسا ہوا کہ ماں بیٹے دونوں کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا۔ یہ نہ  
معلوم ہو سکا کہ کس کی وفات پہلے ہوتی ہے اور کس کی بعد میں ہوتی۔

— علماء فرماتے ہیں کہ یہ عجیب ترین مسائل میں سے ہے کہ ایک کو دوسرے کا  
وارث نہیں بنایا جاسکتا۔

پھر یہ دونوں جنازے یہ یک وقت اٹھائے گئے۔ بعض نے کہا ہے  
کہ ان جنازوں کی امامت کے فرائض عبداللہ بن عمر فاروقؓ نے سمر انجام دیئے  
اور بعض کہتے ہیں کہ سعید بن العاص اموی امیر مدینہ تھے، انہوں نے امامت  
کرائی۔

حسین ثمریؒ نے اس وقت معتدیوں کی صف میں موجود تھے۔ اور زید بن  
عمرؓ کے جنازہ کو امام نماز کے قریب رکھا گیا۔ اور راتم کلثوم کے جنازہ کو امام سے  
دور کعبہ کی جانب رکھا گیا۔ اس کیفیت کے ساتھ نماز جنازہ ادا ہوئی۔

مورخ اسلام علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء جلد سوم میں مذکور  
راتم کلثوم بنت علیؑ کے آخر میں ج ۳، ص ۳۳۰ پر لکھا ہے کہ:

« وَذَلِكَ فِي أَوَّلِ دَوْلَتِ مُعَاوِيَةَ »

یعنی امیر معاویہ کی خلافت کے اوائل میں یہ واقعہ پیش آیا۔  
تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ص ۸۰ ج الثانی تحت احوال مساجد۔

رشتہ ہذا کی صحت اور درستگی میں کچھ شبہ و اشتباہ نہیں رہا۔ اہل سنت و الجماعت کی روایات کے اعتبار سے مسلم ہے۔ شیعہ احباب کی روایات سے تصدیق شدہ ہے۔ تاریخ اسلامی کی بیان کردہ ایک حقیقت ہے۔ علماء انساب و تراجم کا ایک مسئلہ مسئلہ ہے۔

اندریں حالات سیدنا عمر بن الخطاب اور سیدنا علی المرتضیٰ کے درمیان نسبی روابط کے اعتبار سے مندرجہ ذیل نسبتیں قائم ہیں۔

### یعنی

- (۱) — حضرت فاروق اعظمؓ حضرت علیؓ شہید خدا کے داماد ہیں
- (۲) — اور حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عمرؓ کے خسر ہیں۔
- (۳) — حضرت فاطمہ الزہراءؓ حضرت عمر فاروقؓ کی خوشنودا من (ساس) ہیں۔
- (۴) — اور سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ حضرت عمر فاروقؓ کے برادر نسبتی ہیں۔
- (۵) — حضرت عمر حسینؓ شریفین کے بہنوئی ہیں۔
- (۶) — اور زینب دختر علیؓ حضرت عمرؓ کی خواہر نسبتی ہیں۔
- (۷) — زید پسر عمر فاروقؓ اور رقیہ دختر عمر فاروقؓ دونوں حضرت علیؓ کے نواسے ہیں۔
- (۸) — امام حسن و امام حسین و امام محمد بن حنفیہ (صاحبزادگان علی المرتضیٰؓ) کے لیے زید و رقیہ بھائی بھائی ہیں۔
- (۹) — اور حسین شریفین زید بن عمرؓ اور رقیہ بنت عمرؓ کے ماموں ہیں۔
- (۱۰) — سردار دو عالم آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنت البنت (یعنی نواسی) حضرت عمر بن الخطاب کے نکاح میں ہے۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

## ناظرینے کرام!

خدا را انصاف و عدل فرمادیں کہ یہ تمام دوستی کی داستان ہے؛ یا دشمنی کی کہانی؟ ہم نے حقیقت واقعہ پیش کر دی ہے۔ عقل و انصاف کے سپیش نظر فیصلہ کرنا آپ کے ہاتھ میں ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ -

## امثالث

یہاں اب یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ اسلامی روایات و تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے مابین اس رشتہ داری کے بعد حضرت علیؓ کے صاحبزادگان حضرت عمرؓ کے گھر میں اپنی خواہرام کلثوم کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ ایک دوسرے کے گھر آنا جانا تھا اور باہمی کوئی انقباض اور نفرت نہ بھٹی چنانچہ کنز العمال میں تاریخ ابن عساکر کے حوالہ سے اس نوعیت کا واقعہ درج ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:-

«... عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ دَخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ  
وَ اَنَا عِنْدَ أُخْتِي أُمِّ كَلثُومِ بِنْتِ عَلِيٍّ فَضَمَّتْنِي قَالَ الطِّفْنِيَّةِ  
يَا أُمَّ كَلثُومِ»

کنز العمال بحوالہ (ابن عساکر) ج ۷، ص ۸۸، طبع اول دکن)

یعنی محمد بن حنفیہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عمر فاروق اپنے گھر تشریف لائے اور میں اپنی بہن ام کلثوم بنت علیؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے شفقت سے، مجھے گلے لگا لیا۔ ام کلثوم سے فرمانے لگے اے ام کلثوم اس عزیز کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آنا۔

## امرِ رابع

ایک اور واقعہ محدثین نے اس مسئلہ کے تحت نقل کیا ہے کہ انسان اپنی بہن یا بیٹی کے سر کے بالوں کو دیکھ سکتا ہے؟ یا نہیں؟  
 ”مصنف“ ابن ابی شیبہ، جلد رابع کتاب النکاح، باب ما قالوا فی الرجل ینظر الی شعرِ اُختہ او ابنتہ میں مذکور ہے :-

” . . . . . عَنْ أَبِي الْخَثَرِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ أَنَّ الْحَسَنَ  
 وَالْحُسَيْنَ كَانَا يَدْخُلَانِ عَلَى أُخْتَيْمَا أُمَّ كَلْثُومٍ وَهِيَ تَمَشِطُ “  
 والمصنف لابن ابی شیبہ جلد رابع کتاب النکاح

ج ۲، ص ۳۳۶ - جدید طبع دکن

”یعنی سیدنا امام حسنؑ و سیدنا امام حسینؑ اپنی بہن اُم کلثوم کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس حالت میں کہ وہ اپنے سر کو لنگھتی کر رہی ہوتی تھیں۔“

## امرِ خامس

یہ واقعہ خود حضرت علی بن ابی طالبؑ کا ہے۔ شیعہ حضرات اور سنی احباب دونوں نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ اور قبل ازیں ہم اس واقعہ کو ثبوت نکاح اُم کلثوم از کتب شیعہ کے تحت ابن ابی الحدید کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں ہم پھر بطور خانگی حسن تعلقات کے نقل کرتے ہیں۔ علامہ سرخسی نے شرح بیبر کبیر میں لکھا ہے اور کنز العمال میں دیویری کے حوالہ سے بعبارت ذیل درج ہے :-

— عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ قَدِمَ بَرِيدٌ مَلِكِ الدُّوَمِ



عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاسْتَقْرَضَتْ امْرَأَةً عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ دِينَارًا  
فَاسْتَرَتْ بِهِ عَطْرًا فَجَعَلَتْهُ فِي تَوَارِيذٍ وَبَعَثَتْ بِهِ مَعَ الْبَرِيدِ إِلَى امْرَأَةٍ  
مَلِكِ الرُّومِ فَلَمَّا آتَاهَا فَرَعَتْهُنَّ وَمَلَّتْهُنَّ جَوَاهِرًا وَقَالَتْ إِذْهَبِ  
إِلَى امْرَأَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمَّا آتَاهَا فَرَعَتْهُنَّ عَلَى الْبَسَاطِ فَدَخَلَ  
عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَا هَذَا؟ فَخَبَرَتْهُ فَآخَذَ عُمَرُ الْجَوَاهِرَ  
فَبَاعَهُ وَدَفَعَ إِلَى امْرَأَتِهِ دِينَارًا وَجَعَلَ مَا بَقِيَ مِنْ ذَلِكَ فِي بَيْتِ  
مَالِ الْمُسْلِمِينَ "

(۱) شرح السیر الکبیر للسخری، جلد ثالث، ص ۴۴، طبع حیدرآباد دکن،

(۲) کنز العمال (بحوالہ الدینوری فی المجالستہ) جلد ۶، ص ۲۵۶

روایت ۴۰، ۵۶ - طبع اول قدیم دکن

اور ابن ابی الحدید شیعہ معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں اس واقعہ کو ذرا مفصل

اور واضح کر کے لکھا ہے۔ حدیدی کی عبارت بھی ملاحظہ فرمادیں۔ بعد میں دونوں کا

یکجا حاصل ترجمہ عرض کر دیا جاتے گا۔

..... وَجَّهَ عُمَرُ بَرِيدًا إِلَى مَلِكِ الرُّومِ فَاسْتَرَتْ أُمَّ كَلثُومَ  
امْرَأَةَ عُمَرَ طَيِّبًا بَدَنًا نَيِّرًا وَجَعَلَتْهُ فِي تَوَارِيذٍ وَوَدَّتْهُمَا إِلَى  
امْرَأَةِ مَلِكِ الرُّومِ فَرَجَعَ الْبَرِيدُ إِلَيْهَا بِمِلَّةٍ التَّوَارِيذِ جَوَاهِرًا فَدَخَلَ  
عَلَيْهَا عُمَرُ وَقَدْ صَبَّتِ الْجَوَاهِرَ فِي حِجْرِهَا فَقَالَ مِنْ أَيْنَ لَكَ هَذَا؟  
فَخَبَرَتْهُ فَقَبِضَ عَلَيْهِ وَقَالَ هَذَا لِلْمُسْلِمِينَ قَالَتْ كَيْفَ وَهُوَ  
عِوَضُ هَدِيَّتِي قَالَ بَنِي وَبَيْنَكَ أَبُوكَ فَقَالَ عَاثُ كَرُمْتَهُ بِقِيَمَةِ  
دِينَارِكَ وَالْبَاقِي لِلْمُسْلِمِينَ حُمَلَةٌ لِأَنَّ بَرِيدَ الْمُسْلِمِينَ حَمَلَهُ "

شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج ۱۹، ص ۴۵۰، طبع قدیم ایران۔

و طبع بیروت ص ۵۵۶، جلد چہارم، تخت تن قولہ  
 نعم الطیب المسک خفیف محملہ عطر ریختہ الخ )  
 یعنی عمر ایک دفعہ روم کے بادشاہ کی طرف ایچی روانہ کرنے لگے تو  
 ان کی بیوی اُم کلثوم نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دو شیشیوں میں ڈال دی اور  
 بادشاہ روم کی بیوی کی طرف اس پیغام رساں کی معرفت تحفہ ارسال کر دی جب  
 ایچی واپس آیا تو اس خوشبو کے بدلے میں دونوں شیشیاں جواہر سے پر شدہ لاکر  
 حضرت عمر کے گھر پہنچا دیں :-

عمر بن الخطاب گھر تشریف لے گئے تو ان کی زوجہ اُم کلثوم جواہر کو گود میں  
 ڈال کر بیٹھی تھیں عمر بن الخطاب نے کہا کہ یہ جواہر کہاں سے حاصل کیے ہیں؟ تو  
 اُم کلثوم نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ عمر بن الخطاب نے جواہر کو قبضہ میں لے لیا اور  
 فرمایا کہ یہ تو تمام مسلمانوں کے ہیں۔ اُم کلثوم نے کہا کہ وہ کس طرح؟ یہ تو میرے  
 بدیہ کے عوض میں آئے ہیں۔ عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان  
 جو تیرے والد (علی بن ابی طالب) فیصلہ کر دیں وہ معتبر ہوگا پھر حضرت علی نے  
 فیصلہ دیا کہ اُم کلثوم جس قدر تیرے درہم دینار خرچ ہوئے تھے جواہر  
 سے تو اتنی مقدار لے سکتی ہے۔ باقی جواہر تمام مسلمانوں (یعنی بیت المال)  
 کے لیے ہیں۔ اس لیے کہ عاتقہ المسلمین کا ایچی ان کو اٹھا کر لایا ہے :-

### حاصل بحث

ان تینوں امور پر نظر غائر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ :-  
 (۱) - خلیفہ ثمانی اور خلیفہ رابع کے درمیان رشتہ اہرا کی وجہ سے خوشگوار تعلقات  
 قائم تھے۔

(۲) - حضرت علی المرتضیٰ اور ان کے صاحبزادگان حضرت عمر کے گھر انپی عزیزہ اُم کلثوم کے

ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔

(۳)۔ ان خاندانوں میں بالفرض اگر ماہہ الاختلاف چپینز پیش آجاتی تو اس کے طے کرنے اور فیصلہ کرنے کے لیے حضرت علی پیش پیش ہو کر آتے تھے۔ یہ تمام چیزیں ان حضرات کے درمیان خوش سلوکی، خوش اسلوبی اور خوش روی پر دلالت کرتی ہیں۔  
یہاں مسئلہ نکاح اُمّ کلثوم کا بیان اختتام پذیر ہو گیا ہے۔

---

## فصل سوم

— اس فصل میں حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ اور حسین شریفینؓ کے مابین روابط کا ایک مختصر سا نقشہ ناظرین بالکین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ بہر با شعور و ذی فہم آدمی ان حضرات کے باہمی حسن تعلقات کا اندازہ ان واقعات سے باسانی کر سکتا ہے۔ جس طرح سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا عمر فاروق کے درمیان رشتہ موثرت اور دوستی بالودام قائم تھا اسی طرح ان کی اولاد کے درمیان یہ تعلقات بہترین طریقہ سے ثابت ہیں۔

(۱)

— حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ سے حسینؓ کے فضائل مروی ہیں چنانچہ بخاری شریف جلد اول، کتاب الفضائل، مناقب الحسنؓ والحسینؓ میں ابن عمرؓ کا ایک واقعہ درج ہے :-

”..... سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْمَحْرَمِ ... يَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ  
أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَ عَنِ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ بِنْتِ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا  
رَجِيحَاتِي مِنَ الذُّبَابِ :-“

بخاری شریف، ج ۱ ص ۵۳، کتاب الفضائل مناقب الحسنؓ والحسینؓ

” ایک بار ایک عراقی شخص نے ابن عمرؓ سے مسئلہ دریافت کیا کہ احرام کی حالت میں کوئی شخص مکھی یا مچھر مار ڈالے تو کیا حکم ہے؟ اور اس کی کیا سزا ہے؟ ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ عراقی لوگ مکھی و مچھر کے قتل پر مسئلے دریافت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ اور حضور علیہ السلام نے ان کے حق

ہیں فرمایا تھا کہ یہ دونوں دختر زادے ہماری اس عالم کی خوشبو میں سے

بہترین خوشبو ہیں۔

(۲)

دوسرا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے اس میں حضرت فاروق اعظم کے ہاں سیدنا حسین کی آمد و رفت پائی جاتی ہے اور حضرت عمر کی طرف سے ان کی "قدر دانی" اور عزت افزائی کی جاتی تھی۔ چنانچہ حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ بلدہ دمشق المعروف تاریخ ابن عساکر میں باسناد ذکر کیا ہے۔

..... عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَمَرَ عُمَرُ حُسَيْنًا  
أَنْ يَأْتِيَهُ فِي لَبْعِ الْحَاجَةِ فَذَهَبَ فَلَقِيَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ فَقَالَ  
لَهُ حُسَيْنٌ مِنْ أَيْنَ جِئْتَ فَقَالَ إِسْتَأْذَنْتُ عَلَى عُمَرَ فَلَمْ يُؤْذَنْ  
لِي فَرَجَعَهُ الْحُسَيْنُ فَلَقِيَهُ عُمَرُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ يَا حُسَيْنُ أَنْ تَأْتِيَنِي  
فَقَالَ قَدْ أَتَيْتُكَ وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ أَنَّهُ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ عَلَيْكَ  
فَرَجَعْتُ فَقَالَ وَأَنْتَ عِنْدِي مِثْلَهُ؟ كَرَّرَهَا وَهَلْ أَنْبَتِ الشَّعْرَ  
عَلَى الرَّأْسِ عَيْنُكُمْ

(۱) - تخمیس ابن عساکر لابن بدران، ج ۴ ص ۳۲۱، تذکرہ حسین

(۲) - سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی، ص ۱۶۴، طبع مصر

(۳) - شرح منہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیخی معتزلی، جلد ثالث ص ۱۶۱-۱۶۲۔

تحت متن لشہ بلاد فلان فقد قوم الاود الخ بروایت یحییٰ بن سعید - طبع بیروتی۔

۴ - تاریخ بغداد ص ۱۴۱ ج اول تحت الحسین بن علیؑ۔

۵ - کتاب تاریخ الثقات ص ۱۱۹-۱۲۰ - باب حسین - طبع بیروت۔

۶ - الصواعق المحرقة ص ۷۷ تحت المقصد الخامس۔

۷ - تاریخ المدینة المنورة لابن شعبة ص ۹۹ ج ۳ - طبع القاہرہ مصر۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ :-

۱۰ ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے حسین بن علی کو فرمایا کہ کسی وقت ہمارے ہاں تشریف لایا کریں۔ ایک بار حضرت حسینؓ حضرت عمرؓ کی ملاقات کے لیے پہنچے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے ملے۔ انہوں نے کہا (حضرت عمرؓ کی کام میں مصروف ہیں) مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں ملی۔ یہ صورت حال دیکھ کر حسین بن علی واپس آگئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ سے ملنا ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے حسین ملاقات کے لیے نہیں آئے؟ کیا بات ہوئی؟ تو سیدنا حسینؓ نے کہا کہ میں (فلاں وقت) آپ سے ملنے کے لیے گیا تھا لیکن عبداللہ بن عمرؓ کو بھی اس وقت اجازت نہیں ملی تھی اس وجہ سے میں واپس چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا آپ ابن عمرؓ کے درجہ میں ہیں؟ اس کا اور مقام ہے، آپ کا اور مرتبہ ہے۔

یعنی ہرگز ایسا نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہمیں عزت نصیب ہے یہ سب آپ لوگوں کی وجہ سے حاصل ہے؛

(۳۳)

اسی طرح اکابر مورخین نے ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضرت عمرؓ کی طرف سے حسینؓ تشریفین کی تکریم و توقیر کا مکمل طور پر لحاظ کیا گیا ہے۔ ذہبی نے سیر اعلام النبلاءؒ تذکرہ حسین میں درج کیا ہے کہ:

”..... حماد بن زید عن معمر عن الزهري أَنَّ عُمَرَ

كَسَا أَبْنَاءَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ مَا يَصِلُهُ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ  
فَبَعَثَ إِلَى الْيَمَنِ فَأَتَى بِكِسْوَةٍ لَهَا فَقَالَ الْاَنَّ طَائِتٌ نَفْسِي“

(۱) سیر اعلام النبلاءؒ ذہبی جلد ۱۹۱، تذکرہ حسینؓ

حاصل یہ ہے کہ زہریؒ سے منقول ہے کہ:

» (فتوحات ہونے پر باہر سے کپڑا آیا) تو حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی اولاد کو پوشاکیں عنایت کیں۔ ان میں حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کے مناسب کوئی لباس نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے علاقہ یمن کی طرف آدمی روانہ کر کے حکم بھیجا کہ ان دونوں صاحبزادوں کے موافق لباس تیار کر کے ارسال کیا جائے (جب یہ لباس آیا اور حسینؓ نے زیب تن کیا) تو اس وقت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ اب میری طبیعت خوش ہوئی ہے۔

(نوٹ) مندرجہ ذیل مصنفین نے بھی واقعہ ہذا کو اپنے اپنے الفاظ کے ساتھ نقل

کیا ہے:-

(۲) تلخیص ابن عساکر لابن بدران، ج ۴ ص ۳۲۲، تذکرہ حسینؓ۔

(۳) سیرۃ عمرؓ الخطاب بس ۹، لابن الجوزی، طبع مصر۔

(۴) کنز العمال، ج ۷، ص ۱۰۶۔ طبع اول قدیم بحوالہ ابن سعد۔

(۵) البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۲۰۷۔

(۶) ریاض النضرہ محب الدین الطبری، ص ۲۸-۲۹، ج ۲۔ طبع مصری۔

(۴)

— اب یہ تعلق پیش کیا جاتا ہے کہ حسینؓ ثمرینین کے مالی حقوق کی رعایت حضرت عمرؓ

کی طرف سے مکمل طور پر کی جاتی تھی۔ قبل ازیں اسی حصہ فاروقی کے باب دوم کے آخر میں حضرت علی المرتضیٰ کے مالی حقوق کی ادائیگی کا ذکر آچکا ہے وہاں حسینؓ کے عطایا کا ذکر اور ہدایا کا بیان ضمناً ہوا تھا۔

اب یہاں براہ راست ان کے "مالی حقوق" کا بیان پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ فاروق حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے حقوق کو ادا کرنا اپنا فرض منصبی

اور فرضیہ دینی یقین کرتے تھے۔ خفہاروں کے حق اور ایک بغیر ان کا انصاف و عدل ناتمام رہتا تھا۔ جہاں بھی محمدتین نے اور با انصاف غیر متعصب مؤرخین نے یہ مسئلہ لکھا ہے وہاں انہوں نے حسین کے ملکی وظائف متعین کیے جانے کا ضرور ذکر کیا ہے۔ چنانچہ چند ایک حوالہ جات ہم یہاں نقل کرتے ہیں اس کے بعد انصاف کے ساتھ نتیجہ برآمد کرنا قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

(۱)

(۱) — "..... عن جعفر بن محمد عن ابیہ اَنَّ عُمَرَ الْحَقَّ الْحَسَنَ وَ

الْحُسَيْنَ بِأَبِيهِمَا وَفَرَضَ لَهُمَا فِي خُمْسَةِ الْآفِ خُمْسَةَ الْآفِ"

کتاب الاموال للابی عبد القاسم بن سلام، ص ۲۲۴،

باب فرض الاعطیة من الفیء۔ (بلع مصری)

(۲)

(۲)۔ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار کی اس بحث میں مضمون مذکور اس طرح لکھا ہے:-

"..... وَفَرَضَ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا خُمْسَةَ

الْآفِ خُمْسَةَ الْآفِ الْحَقَّهُمَا بِأَبِيهِمَا لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْحِزْبُ

شرح معانی الآثار طحاوی، ج ۲ ص ۱۸۱۔ آخر کتاب

وجوه الفیء وقسم الغنائم۔ طبع دہلی۔

(۳)

(۳)۔ اور حافظ ابن عساکر مشہور مؤرخ نے اپنی تاریخ میں مندرجہ ذیل الفاظ میں یہ مسئلہ

نقل کیا ہے:-

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ لَمَّا دَوَّنَ الدِّيَّوَانَ وَفَرَضَ الْعَطَاءَ

الْحَقَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ بِفَرِيضَةٍ أَبِيهِمَا مَعَ أَهْلِ بَدْرٍ لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ



مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَمَةَ  
الْأَيْنِ دِرْهَمًا“

(۳) - تہذیب ابن عساکر ص ۳۲۱-۳۲۲، جلد ۴ - تذکرہ حسین،

لابن بدران، ج ۴ ص ۲۱۲، تذکرہ امام حسن -

(۴) السنن الکبریٰ مع الجوسر النقی، جلد سادس، ج ۶ ص ۳۵۰

کتاب القسَم من النقی والغنیمة للعلامة البیهقی،

حاصل مضمون یہ ہے کہ:

”جب عمر فاروق نے اہل اسلام کی خاطر مال فے وغیرہ سے بطور  
وظیفہ امداد جاری کرنے کے لیے (فہرستیں بنوائیں تو اس وقت حضرت حسن و  
حضرت حسین کے لیے ان کے والد شریف کے حصہ کے موافق وظیفہ مقرر کیا  
یعنی (بدی صحابہ کرام کی طرح) پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا اس لیے کہ یہ دونوں  
حضرات سردار دو جہاں حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار  
تھے۔“

(۵)

شیعہ احباب نے امام حسن مجتبیٰ کی ایک کرامت ذکر کی ہے جس کو ہم ذیل میں ان کی عبارت  
میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب  
خلافت فاروقی کے دوران اسلامی فوج میں شمولیت کیا کرتے تھے اور جنگی معاملات میں  
شریک ہوتے تھے۔ اس واقعہ کو آپ مندرجہ ذیل حوالہ میں ملاحظہ فرمادیں۔ شیعہ عالم شیخ  
عباس قمی نے اپنی تصنیف ”تمتہ المنتہی فی وقائع ایام الخلفاء“ میں معتقد باللہ کی خلافت کے  
حالات میں لکھا ہے کہ

”مسجد کے ست دربلدہ (اصفہان) معروف ”لسان الارض“ در طرف

شرقی مزار تخت فولاد نزدیک بہ قبر فاضل ہندی اہل آنجا میگویند کہ موضع زین  
 با حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تکلم کردہ در زمانیکہ آنحضرت در ایام  
 خلافت عمر بن الخطاب بالشکر اسلام بھرت فتوحات بایں مکان تشریف  
 آورده و ازین جہت اورا لسان الارض میگویند۔

”یعنی شہر اصفہان میں ایک مسجد ہے اس کو لسان الارض کہتے ہیں۔  
 مزار تخت فولاد کی شرقی جانب فاضل ہندی کی قبر کے نزدیک ہے۔  
 وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب کی خلافت کے دوران اسلامی  
 لشکر کے ساتھ امام حسن فتوحات کی خاطر اس مقام میں تشریف لائے تو  
 اس وقت یہ زمین امام حسن سے ہم کلام ہوئی اور گفتگو کی۔ اس وجہ سے  
 لوگ اس مقام کو ”لسان الارض“ کہتے ہیں۔“

(تمہ المنتہی شیخ عباس القمی، ص ۲۴۲-۳۹۰ تحت

خلافت معتضد باللہ)

(۶)

نیز شیعہ اکابرین نے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے اس کی صحت و ثبوت کا دارو  
 مدار ان کی کتب معتبرہ پر ہے ہم بطور الزام نقل کر رہے ہیں۔  
 اس چیز سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سینا حشین کی ایک بیوی حضرت عمر کے  
 دور خلافت کی عطا شدہ ہے۔ عجم کی فتوحات ہوئی ہیں تو اس وقت یہ خادمہ حضرت  
 علیؑ کے مشورہ کے تحت حضرت حشین کو عنایت کی گئی۔ انہی کے بطن سے امام زین العابدین  
 (علی بن الحسین) متولد ہوئے۔

”اصول کافی“ باب الحجۃ، مولد علی بن الحسین میں امام محمد باقر کی روایت میں ہے۔

”... عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَدِمَتْ بِنْتُ يَزِيدَ جَبْرَدِ

عَلَى عُمَرَ أَشْرَفَ لَهَا عَدَاوَى الْمَدِينَةِ وَأَشْرَقَ الْمَسْجِدُ بِضَوْئِهَا  
لَمَّا دَخَلَتْهُ فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا عُمَرُ غَطَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ أَيْزُوجُ  
بَادَا هُرْمُزُ فَقَالَ عُمَرُ أَتَشْتَمِينِي هَذِهِ وَهَمَّ بِهَا فَقَالَ لَهُ أَمِيرُ  
الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ ذَاكَ لَكَ خَيْرًا رَجُلًا  
مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَحْسِبُهَا بِفَيْئِهِ فَخَيْرَهَا فَجَاءَتْ حَتَّى  
وَضَعَتْ يَدَهَا عَلَى رَأْسِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ أَمِيرُ  
الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اسْتُكِبْتَ فَقَالَتْ "جَهَا شَاءَ" فَقَالَ  
لَهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ بَلْ شَهْرُ بَانَوِيهِ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ يَا أَبَا  
عَبْدِ اللَّهِ لَيْلِدَتْ لَكَ مِنْهَا خَيْرٌ أَهْلِ الْأَرْضِ فَوَلَدَتْ عَلَى  
بَنِ الْحُسَيْنِ ۝

(۱) اصول کافی، باب الحجۃ - مولد علی بن الحسین، ص ۲۹۶

طبع نول کشور، بکھنو۔

امام محمد باقرؑ کی اس روایت کا ترجمہ فارسی زبان میں ملا غلیل قزوینی نے اپنی تصنیف  
اصنافی شرح اصول کافی میں بعبارت ذیل کیا ہے۔ یعنی یہی مضمون فارسی میں اس طرح ہے؛  
"یعنی روایت است از امام محمد باقر علیہ السلام کہ گفت چوں آورده  
شد دختر نرید جرد نرید عمر یہ باہما رفتند و خستہ را ن مدینہ برائے  
تماشائے حسن و جمال او چوں آوازہ آں را شنیدہ بودند و روشن شد  
مسجد مدینہ تباہش روئے او چوں داخل مسجد شد پس چوں نظر کرد بسوئے  
او عمر پوشتانید روئے خود را و گفت بدر روزگار باد اہر فر کہ بہ بدی  
تدبیر او باعث این شد . . . . . پس عمر گفت آیا دشنام می دہد  
مرا این دختر؟ و قصد آزار کرد با او۔ پس گفت اورا امیر المؤمنین علیہ السلام

نہیست آن دشنام برائے تو بلکہ برائے دیگرے ست مخیر کن اور ا  
 کہ برگزید مردے را از مسلمانان و حساب کن اور ابجستہ عنیت آن  
 مرد باعتبار خمس پس مخیر کرد اور ا عمر پس آمد تا نہاد دست خود را بر  
 سر امام حسین پس گفت امیر المؤمنین چہیت نام تو پس گفت جہان شاہ  
 پس گفت اور امیر المؤمنین علیہ السلام بلکہ نام تو شہر بانویہ ست . . . .  
 . . . . بعد ازاں گفت امام حسین را ای ابو عبد اللہ سر آئینہ خواہد زائید البتہ برائے  
 تو از او پس کہ بہتر از اہل زمین است در زمان خود پس زائید امام زین العابدین  
 ۱۱

(۲) کتاب الصافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ، جزو سوم

حصہ دوم ص ۲۰۴-۲۰۵ - طبع نول کشور لکھنؤ

اور شیعہ کے انسب کے مشہور فاضل ابن عنبہ (جمال الدین) نے اپنی کتاب عمدۃ الطالب  
 فی انسب آل ابی طالب میں یہ مسئلہ مختصراً درج کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:-

« . . . . . فالشہور انھا ساء زنا بنت کسری یزد جردین

شہریار . . . . . وقیل ان اسمہا شہربانو

قیل نہبت فی فتح المدائن فنقلها عمر بن الخطاب من الحسین

علیہ السلام»

(۳) عمدۃ الطالب، ص ۱۹۲۔ الفصل الثانی فی عقب الحسین

الشہید۔ طبع جدید۔

(۴)۔ یاد رہے کہ امام زین العابدین کی ماں کا فتوحات عجم میں آنا اور خلافت فاروقی میں سیدنا  
 حسین کو عطا ہونا وغیرہ یہ تمام واقعہ شیعہ کے مشہور مؤرخ محمد تقی سپہر نے اپنی مشہور  
 تاریخ ناسخ التواریخ جلد دہم حصہ اول در حالات زین العابدین میں ص ۳ و ص ۴ وغیر پر

منفصل نقل کیا ہے اہل علم رجوع کر سکتے ہیں۔ ہم نے ماخذ کی نشان دہی کر دی ہے۔

## حوالہ جات مندرجہ کا خلاصہ

عوام دوستوں کے لیے اُردو میں پیش خدمت کیا جاتا ہے شیعہ مجتہدین نے لکھا ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ نیرد جرد بادشاہ کی لڑکی جب عمر بن الخطاب کی خدمت میں مدینہ پہنچی ہے تو اس کا حسن و جمال دیکھنے کے لیے مدینہ کی عورتیں مکانوں کے اوپر چڑھ گئیں۔ اور مدینہ کی مسجد اس کی روشنی کی وجہ سے منور ہو گئی۔ جب عمر بن الخطاب نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنا منہ چھپا لیا اور کہنے لگی کہ بھرنز کا بُرا ہوجس کی بد تدبیری کے باعث ہمیں یہ کچھ دیکھنا پڑا۔

عمر بن الخطاب کہنے لگے کیا یہ لڑکی مجھے سب دشتم کرتی ہے؟ کچھ تشبیہ کرنی چاہی تو اس وقت علی بن ابی طالب نے کہا کہ یہ آپ کو بُرا بھلا نہیں کہہ رہی بلکہ دوسرے شخص کے حق میں اس نے کچھ کہا ہے پھر علی المرتضیٰ نے عمر بن الخطاب کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ اس لڑکی کو مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کو پسند کرنے کا اختیار دے دیں اس کے بعد اس شخص کے حصّہ غنیمت میں اس کو شمار کر دینا عمر بن الخطاب نے اسی طرح کرتے ہوئے لڑکی کو حسبِ منشا پسندیدگی کا اختیار دے دیا۔ لڑکی نے اگر حسین بن علی کے سر پر ہاتھ رکھ دیا (اس طرح یہ حسین کے حصّہ میں دے دی گئی)۔ پھر علی المرتضیٰ نے اس لڑکی کا نام دریافت کیا۔ اس نے کہا مجھے شاہ جہان کہتے ہیں۔ حضرت علی نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرا نام شہر بانو یہ تجویز ہے۔

— پھر علی المرتضیٰ نے خوش خبری کے طور پر حضرت حسین کو فرمایا کہ تیرے لیے

اس سے فرزند ہوگا جو اپنے دور میں تمام اہل زمین سے بہتر ہوگا اس کے بعد زین العابدین اس سے منقولہ ہوئے۔

ابن عتبہ کے بیان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ یہ لڑکی فتوحات مدائن میں آئی تھی اور عمر بن الخطاب نے حسین بن علی کو عنایت فرمائی۔

### ایک وضاحت

اہل علم پر واضح ہو کہ ”بدروزگار بادا ہر مزررا“ جملہ کا مطلب اسی صافی شرح اصول کافی میں عبارت ذیل تحریر ہے

(بہر مزر پدہر خسرو پدہر زیست) مراد این جاوشنا تم خسرو پدہر زیست کہ

مومن شدہ و نامہ رسول اللہ را پارہ پارہ کردہ تا کار با نیجار سید۔

(صافی شرح اصول کافی، ص ۲۰۴-۲۰۵، کتاب الحجۃ

جزء سوم، حصہ دوم۔ مولد علی بن الحسین طبع نوکلشور بکھنوں

## فصل ہذا کا خلاصہ

(۱)

حضرت سیدنا عمر بن الخطاب اور اس کی اولاد کے نزدیک حسین شریعین کی بڑی قدر و منزلت تھی۔

(۲)

اور ان حضرات کی ایک دوسرے کی جانب آمد و رفت رہتی تھی اور باہمی توقیر و عزت کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔

(۳)

سیدنا فاروق اعظم کی طرف سے بعض اوقات حسین کریمین کو پوشاک و لباس بھی عنایت کیا جاتا تھا۔

(۴)

اور فاروقی خلافت کی جانب سے حسینؓ کے لیے باقاعدہ سالانہ وظائف اور عطایا  
و ہدایا دیتے جاتے تھے اور وہ ان کو قبول کرتے تھے۔

(۵)

فاروقی خلافت کے دوران سیدنا حسنؓ اسلامی فوج میں شمولیت رکھتے تھے اور  
شریک کار رہتے تھے۔

(۶)

اور شیعہ مجتہدین و علماء کی تحقیق کے موافق سیدنا حسینؓ کو ایک بیوی اسلامی فتوحات  
میں سے فاروق اعظمؓ نے عطا کی تھی اور انہوں نے بخوشی قبول کی تھی۔ اس محترمہ خاتون سے  
زید العابدین متولد ہوئے۔

اس واقعہ کے ذریعہ ثابت ہوا کہ:

خلافتِ فاروقی برحق تھی، غاصبانہ نہ تھی اور اس کے فوجی تصرفات سب درست  
تھے۔ اور اس کے عنانم کو اخذ کرنا شرعاً صحیح تھا۔ حضرت علیؓ اور ان کے صاحبزادے فاروق اعظمؓ  
سے اپنے تمام حقوق مالی وصول فرماتے تھے۔ اور ان حضرات کا آپس میں کوئی سیاسی و مذہبی  
اختلاف ہرگز نہ تھا۔ یہ تاریخی واقعات ان گذارشات پر شاہدِ عادل ہیں۔

## فصل چہارم

فصل ابتدا باب سوم کا آخری فصل ہے اس میں حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کے ماہین وہ واقعات جمع کیے جائیں گے جو حضرت فاروقؓ کی زندگی کے آخری حالات کے متعلق ہیں۔

ان کے چند عنوانات قائم کر کے ایک ترتیب کے ساتھ پیش خدمت کیے جاتے ہیں۔ ہر عنوان کے بعد اس کے فوائد و ثمرات ذکر کرنے کے بجائے تمام عنوانات تحریر کرنے کے بعد یکجا ان کے نتائج درج کیے جائیں گے جن کے بعد ہر منصف مزاج ان دونوں بزرگوں کے حسن تعلقات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے گا اور ایک انصاف پسند انسان یقیناً ان دونوں کی تازسیت دوستی کی توثیق کرے گا۔

(۱)

### فاروقی انتقال کی پیشگوئی

### خواب کی صورت میں

علامہ ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی نے اپنی مسند حمیدی میں اور امام احمد نے مسند امام احمد میں ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں ایک فاروقی خواب کا ذکر ہے جس کی تعبیر حضرت علی المرتضیٰ کی اہلیہ اسماء بنت عمیس نے بیان کی کہ یہ موت کی طرف اشارہ ہے اور ایک عجیب شخص ان پر فالمانہ حملہ کرے گا۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے:-

”... إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَحَمِدَ

اللَّهِ وَاتَّخَى عَلَيْهِ نَحْرَهُ ذَكَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ



أَبَا بَكْرٍ رَفَعِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رُؤْيَا لَا أَرَاهَا إِلَّا لِحُضُودِ أَحِبِّي  
رَأَيْتُ كَأَنَّ دِيكَانَ لِقَرْنِي نَقَرَتَيْنِ قَالَ وَذَكَرَ لِي أَنَّهُ دِيكَانُ أَحْمَرَ  
فَقَصَصْتُهَا عَلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ . . . . . فَقَالَتْ

يَقْتُلُكَ رَجُلٌ مِنَ الْعَجَمِ . . . . . (روایت طویلہ سے) ..

... قَالَ فَخَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَأُصِيبَ يَوْمَ الْأَسْبَاءِ .

(۱) مسند امام احمد تحت مسند عمر بن الخطاب جلد اول، ص ۱۵ مطبوعہ مصر۔

(۲) مسند حمیدی تحت احادیث عمر بن الخطاب ج ۱ ص ۱

طبع مجلس علمی کراچی و ڈابھیل۔

» حاصل یہ ہے کہ (ایک دفعہ) حضرت عمر فاروق نے جمعہ کے دن  
منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کی پھرنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا  
ذکر خیر فرمایا پھر ابوبکر الصدیق کا ذکر کیا۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ میں نے  
ایک خواب دیکھا ہے۔ اس سے میں یہ سمجھا ہوں کہ میری موت قریب  
آگئی ہے۔

وہ اس طرح ہے کہ ایک سُرخ مُرغابہ سے اُس نے میرے شکم میں دو  
تین بار اپنی چونچ سے ٹھونکے لگائے ہیں۔ اس خواب کو میں نے اسماء بنت  
عُمیس (حضرت علی کی اہلیہ) کے پاس بیان کیا۔ اسماء بنت عُمیس نے کہا کہ  
عجم کا ایک آدمی تجھے قتل کر دے گا . . . . . « روایت کنندہ  
کہتا ہے کہ عمر فاروق نے جمعہ کو یہ خطبہ دیا اور چہاڑنہ یعنی بدھ کو ان پر  
یہ مصیبت پہنچی ؟

(۲)

## حضرت سیدنا عمر فاروق کے اسلام و ہجرت و خلافت و دیانتداری کے متعلق حضرت علیؑ و ابن عباسؓ کی شہادت

جب خلیفہ ثانی فاروق اعظمؓ پر مغیرہ بن شعبہ کے عجمی و مجوسی غلام (ابو لوہیر و زناہمی) نے ذوالحجہ ۳۲ھ کی آخری تاریخوں میں قاتلانہ حملہ کیا۔ حضرت عمرؓ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ اس کے بعد عمر فاروقؓ کو مسجد سے اٹھا کر ان کے مکان پر لایا گیا۔ آپ تین روز زندہ رہے ہیں پھر یکم محرم ۳۳ھ کو انتقال ہوا۔

اس دوران میں صحابہ کرامؓ کی مختلف اوقات میں اپنے خلیفہ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ایک بار حضرت علیؑ اور عبداللہ بن عباسؓ فاروق اعظمؓ کے پاس تشریف رکھتے تھے یا اور حضرت عمرؓ فکرِ آخرت کے غلبہ کی وجہ سے اپنے حق میں پریشانی کا اظہار کرنے لگے تو ان کی تسلی و تشفی کے لیے عبداللہ بن عباسؓ نے اپنا بیان ذکر کیا اور حضرت علیؓ نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی۔ اس موقعہ کی عبارت اس طرح ہے۔

(۱) - قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ عَنِ الْمَيْمَنِيِّ قَالَ دَخَلَ  
ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَلَى عُمَرَ حِينَ أُصِيبَ فَقَالَ الْبَشِيرُ  
فَوَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ إِسْلَامُكَ عِزًّا وَلَقَدْ كَانَ هِجْرَتُكَ فَتْحًا وَوَلَايَتُكَ عُدْلًا  
وَلَقَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوْتِيَ وَهُوَ عِنْدَكَ  
رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ أَبَا بَكْرٍ فَتُوْتِيَ وَهُوَ عِنْدَكَ رَاضٍ وَلَقَدْ وُلِّيتَ فَمَا  
اخْتَلَفَ فِي وَوَلَايَتِكَ إِثْنَانِ قَالَ عُمَرُ أَتَشْهَدُ بِذَلِكَ؟ قَالَ فَكَفَعُ  
ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عَلِيُّ نَعَمْ نَشْهَدُ بِذَلِكَ ۚ

(۱) — کتاب الآثار لامام ابی یوسف ص ۲۰۷۔ رقم نمبر ۹۲۵  
حیدرآباد دکن۔

(۲) — سیرت عمر بن الخطاب لابن جوزی، ص ۱۹۳۔ طبع مصر  
(۳) — شرح پنج البلاغہ لابن ابی الحدید معتزلی و شیبی ص ۲۱۵-۲۱۶۔ جلد ۱۰ صفحہ  
بجھت فی الآثار التي وردت فی موت عمر و الکلام قاله عند ذالک۔ طبع بیروت  
۴۔ ادب المفرد للبخاری ص ۱۶۷۔ باب يتخطأء الی صاحب المجلس)  
حاصل مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس حضرت عمرؓ کے پاس گئے جبکہ  
ان پر قاتلانہ حملہ ہو چکا تھا اور کہنے لگے کہ آپ کو خوشخبری ہو اللہ کی قسم آپ کا  
اسلام لانا (مسلمانوں کے لیے) باعثِ عزت ہوا۔ آپ کا ہجرت کرنا و جہر  
کثایت ہوا۔ آپ کی خلافت سراسر عدل تھی۔ آپ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ  
وسلم کے اصحاب و ہم نشین تھے نبی کریم نے آپ سے رضامندی کی حالت میں  
انتقال فرمایا پھر آپ ابو بکر الصدیق کے ہم نشین تھے وہ بھی رضامند ہو کر آپ  
سے رخصت ہوئے۔ آپ کی خلافت پر دو شخصوں نے بھی اختلاف نہیں کیا  
یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابن عباس! تو اس چیز کی گواہی دیتا ہے  
تو ابن عباس سستائے۔ پاس حضرت علیؓ موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا یا ابن  
بم اس حقیقت کے گواہ ہیں۔ (آپ توقف و تردد نہ کریں)۔

— ناظرین کرام کو معلوم رہے کہ:

عبداللہ بن عباس و علی المرتضیٰ کا حضرت عمرؓ کے پاس آخری اوقات میں جا کر حقیقت کی  
خوشخبری سنانے کے اس واقعہ کو (بہ تفاوت الفاظ) علامہ الزجاجی نے میمون بن مہران  
کے ذریعہ عبداللہ بن عمرؓ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(کتاب الامالی، ص ۱۰۵ لابی القاسم عبدالرحمن بن اسحاق  
الزجاجی المتوفی ۳۴۰ھ۔ طبع اول مصری)

یہاں پر واضح ہو کہ جس طرح نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عمرؓ پر رضامندی کی گواہی حضرت علیؓ نے دی ہے اسی طرح حضرت علیؓ پر رضامند ہونے کی گواہی حضرت فاروقؓ سے منقول و مندرج ہے۔ بخاری شریف میں ہے :-

... قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَوَقَّيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عِنْدَهُ رَاضٍ

”یعنی عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا درآن حالیکہ وہ حضرت علیؓ سے راضی و خوش تھے“

(بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۲۵، باب مناقب علیؓ - طبع نور محمدی دہلی)

(۲۲)

## قتلانہ حملہ کے بعد حضرت علیؓ کی طرف سے کمال اظہارِ ہمدردی

... عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا طَعَنَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعَثَ إِلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ كَانُوا يَجْلِسُونَ بَيْنَ الْقُبُورِ وَالْمَنَابِرِ فَقَالَ يَقُولُ لَكُمْ عُمَرُ أُنْشِدُكُمْ اللَّهَ أَمَا كَانَ ذَاكَ عَنْ رِضَا مِنْكُمْ فَتَدَّكَ الْقَوْمُ فَقَامَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ لَا! وَدِدْنَا إِنَّا زِدْنَا فِي عَمْرٍاءَ مِنْ أَعْمَارِنَا

(۱) - حلیۃ الاولیاء لابن نعیم اصفہانی، ج ۳، ص ۱۹۹

تذکرہ جعفر صادقؓ - طبع مصر -

(۲) - المصنف لعبد الرزاق ص ۵۱، ۵۲، ج ۶، طبع بیروت

(۳) - ص ۳۵۴ - ج ۱۰ -

”یعنی جعفر صادقؓ اپنے والد امام باقرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ منبر نبوی اور قبر شریف

کے درمیان بدری صحابہ کرام تشریف رکھا کرتے تھے۔ عمر بن الخطاب پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے ان حضرات کی طرف آدمی بھیج کر کہلا بھیجا کہ تمہیں قسم دے کر عمر بن الخطاب دریا نت کرتے ہیں کہ تم ایسے واقعہ پر رضامند ہو؟ یا تمہاری رضامندی سے ہوا ہے؟ تو وہاں پر موجود تمام صحابہ وغیر صحابہ پر گریہ طاری ہو گیا اور حضرت علیؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہرگز نہیں! ہم تو دوست رکھتے ہیں کہ ہماری زندگیوں میں سے عمر بن الخطاب کو زندگی دے دی جاتے اور ان کی حیات دراز ہو۔

## فَارُوقُ عَظِيمٌ كَوْحُضْرَتِ عَلِيٍّ كَا جَنَّتِ كِي بُسَارَتِ نِيَا اِمَامِ حَسَنِ كَا تَايِدِ كَرِنَا

”عَنْ أَبِي مَطْوَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حِينَ طَعِنَ وَجَاءَهُ أَبُو لَوْلُؤٍ وَهُوَ يَبْكِي فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ أَبْكَا فِي خَبَرِ السَّمَاءِ أَبَدُ هَبِ بِي إِلَى الْجَنَّةِ أَمْ إِلَى النَّارِ؟ فَقُلْتُ لَهُ ابْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا لَا أَحْصِيهِ سَيِّدَا الْكُهُولِ أَهْلُ الْجَنَّةِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنْعَمًا فَقَالَ شَاهِدْ أَنْتَ لِي يَا عَلِيُّ بِالْجَنَّةِ؟ قُلْتُ نَعَمْ يَا حَسَنُ فَاشْهَدْ عَلِيَّ أَبَيْكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عُمَرَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ“

دکنرا شمال (بحوالہ ابن عساکر) ج ۶ ص ۳۶۴ باب

فضائل عمر فصل فی وفاتہ طبع قدیم۔ دکن،

» ابو مظر کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنا وہ فرماتے تھے جب مجھ سے

غلام ابو لؤلؤ نے حضرت عمرؓ پر حملہ کر دیا تھا تو میں عمر بن الخطاب کے پاس پہنچا۔

عمر بن الخطاب رورہے تھے۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے حق میں جو آسمانی فیصلہ ہے وہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ جنت میں جاؤں گا یا دوزخ میں؟ اس وجہ سے روتا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کو جنت کی خوشخبری ہو، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار دفعہ سنا کہ آپ فرماتے تھے پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ابو بکر و عمر ہونگے اور یہ بڑے عمدہ سردار ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے علیؓ، آپ اس بشارت کے گواہ ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں میں گواہ ہوں اور اپنے بیٹے حسنؓ کو بھی کہا کہ تو بھی اس امر کی شہادت دے کہ بفرمان نبوی عمرؓ اہل جنت میں سے ہیں۔“

(۵)

## مجلس شوریٰ کا انتخاب اور اس میں حضرت علیؓ کی شرکت

جب حضرت فاروق اعظمؓ کے آخری لمحات آگئے اور زندگی سے یائوس ہو گئے تو آپ نے متعدد وصایا فرمائے اور اقارب و اجانب کو نصیحتیں فرمائیں۔ اس موقع کی ایک مشہور وصیت ہے جو سنی و شیعہ سب علماء نے اپنے اپنے موقع پر درج کی ہے۔ وہ اسلام کی خلافت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے تجویز فرمائی تھی۔

— یعنی اہل اسلام کے اکابر حضرات میں سے چھ نفر کا انتخاب فرما کر حکم دیا کہ ان چھ بزرگوں (حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، الزبیر بن علیؓ، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص) میں سے جس بستی پر اتفاق راستے ہو جائے اس کو مسلمانوں کا خلیفہ اور امیر المؤمنین تسلیم کر لیا جائے اور یہ فیصلہ تین روز کے اندر مکمل کیا جائے۔

— اور ان چھ حضرات کے انتخاب کی مسلمات و حکمت خود ہی ساتھ بیان فرمادی

کہ ان بزرگوں سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم سے رضامند ہو کر نصرت مجھے  
تھے۔ اس وجہ سے ان کو باقی لوگوں پر فوقیت دی جاتی ہے۔  
— اس ششگانہ انتخاب میں حضرت علی المرتضیٰ کو شامل و شریک رکھا گیا جیسا کہ  
تمام حوالہ جات میں تصریح موجود ہے۔

اب ایک ذخیرہ حوالہ جات سے چند ایک محدثین و مؤرخین کی عبارات ہم پیش کرتے  
ہیں تاکہ قارئین کرام کو اس مسئلہ کے متعلق تسلی ہو جائے۔ آخری حوالہ شیعہ بزرگوں کے  
اطمینان کے لیے امالی شیخ طوسی سے نقل ہوگا۔ حوالہ مقامات میں اگرچہ عبارت کا فرق  
پایا جاتے لیکن مضمون و مفہوم واحد ہے۔

مسند حمیدی میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مسانید کے تحت یہ مسئلہ درج  
ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ:

«وَإِنِّي تَدُ جَعَلْتُ هَذَا الْأَمْرَ بَعْدِي إِلَى هَؤُلَاءِ السِّتَةِ الَّذِينَ  
قَبَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ دَاخِرٌ وَهُمْ عَثْمَانُ وَعَلِيٌّ  
وَالزُّبَيْرُ وَطَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فَمَنْ  
اسْتَخْلَفَ فَهُوَ الْخَلِيفَةُ -

(۱) مسند حمیدی، ج ۱، ص ۱، تحت احوال وراثت عمر بن خطاب  
مجاہد علمی کراچی۔

(۲) بخاری شریف، جلد اول، باب مناقب عثمان و  
قصۃ البیعة و مقتل عمر، ص ۵۲۴، طبع نور محمدی دہلی۔

(۳) مسند امام احمد، ج ۱، ص ۲۰، تحت مسانید عمر بن الخطاب

(۴) طبقات ابن سعد جلد ثالث، باب عمر، ص ۲۴۶  
قسم اول۔ طبع یورپ۔

(۵) - مُسَدِّ ابی یعلیٰ (قلمی) لاسجد بن علی بن المثنیٰ الموصلی -

ص ۲۷ تحت مسانید عمر بن الخطاب - نقل شدہ

از پیرگوٹھ (سندھ)

(۶) السنن الکبریٰ بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۰ کتاب اہل

البنی - باب من جعل الامر شورى - الخ -

(۷) انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۱۸ باب

امر الشوری و بیعتہ عثمان - طبع جدید تختی کلاں -

(۸) المبدایہ و النہایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۳۷-۱۳۸

طبع اول مصری -

- حاصل کلام یہ ہے :-

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ

”خلافت کا معاملہ میں نے اپنے بعد ان چھ نفر کے سپرد کر دیا ہے

اور ان کے حق میں وصیت کر دی ہے جن سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

انتقال کے وقت راضی و خوش تھے۔ ان میں سے جس پر اتفاق راستے ہو جائے

اس کو خلیفہ تسلیم کر لیا جائے وہ عثمان بن علی و طلحہ و زبیر و عبد الرحمن بن عوف

و سعد بن ابی وقاص ہیں۔“

(۶)

## مسئلہ ابتدا میں شیعہ بزرگوں کی تائید

اس کے بعد اس مسئلہ پر شیعہ احباب کا مقبر بیان مستند کتابوں سے لکھا جاتا ہے

انصاف پسند ناظرین سے توقع ہے کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق پوری طرح مطمئن ہو



جائیں گے۔ شیخ الطائفہ شیخ طوسی نے اپنی سند کے ساتھ اپنی تصنیف "امالی" میں مروج کیا ہے اور شیخ الصدوق ابن بابویہ القمی نے اس کو اپنی تصنیف "علل الشرائع" باب ۳۴ میں نقل کیا ہے۔ معائنہ فرمادیں۔

«... عَنْ أَبِي الطَّيْلِ عَامِرِ بْنِ وَائِلَةَ الْكِنَانِيِّ قَالَ أُحْتَضِرُ  
عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَعَلَهَا سُورِي بَيْنَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَعُثْمَانَ بْنِ  
عَفَّانَ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فِيمَنْ يُشَاوِرُ وَلَا يُعَلِّي»

- (۱) "الامالی" للشيخ أبي جعفر الطوسي، ۱۶۷-۱۶۹، جلد ۲۔ طبع نجف اشرف عراق (۲) "علل الشرائع" للشيخ الصدوق، ص ۱۷۱ باب ۱۳۴۔ طبع نجف اشرف عراق۔ (۳) "تاریخ یعقوبی" ص ۱۶۰ ج ۲ تحت حالات وفات عمرؓ۔ طبع بیروت۔ (۴) "مروج الذهب" للمسعودی الشیعی ص ۳۱۲ ج ۲ تحت ذکر خلافت عمرؓ

«یعنی ابو الطفیل نے کہا کہ جب عمرؓ بن الخطاب کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے خلافت کے مسئلہ کی خاطر چھ آدمیوں کی ایک مجلس شوری قائم کر دی اس میں علیؓ بن ابی طالب، عثمانؓ بن عفانؓ، طلحہؓ و زبیرؓ سعد بن ابی وقاصؓ، عبد الرحمن بن عوف شامل و شریک تھے۔

اور اپنے لڑکے عبد اللہ بن عمرؓ کے متعلق فرمان دیا کہ اس کو مشورہ میں لے لیا جائے لیکن اس کو وراثی و حاکم نہ بنانا»

(۷)

حضرت علیؓ کو خصوصی وصیت کرنا اور نماز کا انتظام کرنا

طبقات ابن سعد باب عمرؓ میں جہاں وصایا عمرؓ مذکور ہیں وہاں لکھا ہے:-

وَدَعَا عَلِيًّا فَأَوْصَا بِهِ ثُمَّ أَمَرَ صَهْبِيًّا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ . الخ

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۴۶)

”یعنی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کو بلا کر خصوصی وصیت کی اور صہیب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ (خلافت کا مسئلہ طے ہونے تک) لوگوں کو ناز پڑھایا کریں۔“

اور بعض روایات میں منقول ہے کہ حضرت عمر نے آخری وصیا جہاں فرمائی ہیں۔ وہاں ان چھ حضرات کو قسم دلا کر تقویٰ کی اور عدل و انصاف کرنے کی تاکید کی۔ (بلذری)

(۸)

حضرت فاروق اعظم کا جب انتقال ہو گیا اور اللہ کے ہاں جا پہنچے تو تمام اہل اسلام پر ہم و غم رنج و الم کے بادل چھا گئے۔ صحابہ کرام مضطرب و بے چین ہو گئے۔ تمام اکابرین اس مسیبت عظمیٰ کی وجہ سے بے انتہا مغموم و محزون تھے۔ حضرت علی نے اس موقع پر حضرت عمر کے حق میں گونا گوں صورتوں میں اظہارِ غم کیا اور کلماتِ محبت فرمائے اور انکی عظمت کو بیان فرمایا۔ ان کی دیانت و امانت کی قدر دانی کی اور عزت افزائی فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے موقعِ ہذا کے بیانات کثیرہ میں سے صرف دو تین فرمودات ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ ناظرین حضرات اس سے ان دونوں بزرگوں کے حسن تعلقات اور باہمی عقیدت مندی کا اندازہ لگا سکیں گے۔

حضرت علی کی جانب سے فاروق اعظم

کے حق میں قدر دانی کے کلمات

... عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنِّي لَوَافِقٌ فِي قَوْمٍ فَدَعَا اللَّهُ لِعَمْرٍ

بن الخطاب وَقَدْ وَضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدَّ وَضَعَهُ مَرَفَقَهُ  
عَلَى مَتْنِي يَقُولُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ مَعَهُ  
صَاحِبِيكَ لِأَنِّي كَثِيرٌ مَا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنْطَلَقْتُ  
وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَيْتُ  
فَإِذَا عَلِيٌّ بِنُ أَبِي طَالِبٍ ۝

(۱)۔ بخاری شریف جلد اول ص ۵۱۹، باب مناقب ابی بکر  
وعمر، طبع نور محمدی دہلی۔

(۲)۔ مسلم شریف، ج ۲ ص ۲۴۴۔ باب فضائل عمر، طبع دہلی۔

(۳)۔ سنن ابن ماجہ، ص ۱۰۔ باب الفضائل، طبع علمی دہلی۔

(۴)۔ مسند امام احمد، ج ۱ ص ۱۱۲۔ مسندات حضرت علی  
طبع مصر معہ منتخب کنز۔

(۵)۔ کنز العمال، ج ۶ ص ۳۴۵، جلد سادس روایت

۵۷۱۷۔ طبع قدیم دکن۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ (امثال فاروقی کے بعد) میں لوگوں میں موجود تھا۔  
لوگ حضرت عمرؓ کے گرد اظہارِ تأسف کے لیے جمع تھے اور ان کے حق میں اللہ  
تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کر رہے تھے۔ عمرؓ بن الخطاب کو چار پانی پر رکھا گیا  
تھا اس وقت میری نیشیت کی طرف سے آکر میرے کندھے پر اپنا بازو رکھ کر  
حضرت علیؓ المرتضیٰ فرمانے لگے کہ اے عمر اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے میں  
امید اور توقع رکھتا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ آپ کے دونوں ساتھیوں (بنی  
افسار صلعم و ابو بکر الصدیق) کے ساتھ اور معیت میں کر دیگا اور ان سے ملا

دیگا اس وجہ سے کہ میں حضور علیہ السلام سے سُنتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ نے اس طرح کام کیا اور میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ داخل ہوئے۔ میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ خارج ہوئے، میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ چل پڑے۔

## حضرت علیؓ کا حضرت فاروق اعظمؓ کے اعمال نامے پر اظہارِ رشک کرنا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا نماز جنازہ کے لیے حضرت عمرؓ کی میت مبارک کو لاکر رکھا گیا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے تمام اہل اسلام کے سامنے صفوں کے روبرو حضرت فاروقؓ کے ایمان و اسلام کی گواہی دی اور رشک کا اظہار فرمایا۔  
— فاروق اعظمؓ کی دیانت و صداقت کے حق میں ایسی قیمتی شہادت اور کسی صحابی سے منقول نہیں ہے جیسی علی المرتضیٰؓ نے پیش کی۔

— گویا فاروق اعظمؓ کی تمام زندگی کی پاکدامنی اور بے عیبی کو ایک مختصر جملہ میں بیان فرماتے ہوئے اپنی کمال عقیدت کا اظہار کیا۔

— حضرت علیؓ کے اس بیان کو ”سچی“ والی روایت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔  
بہت سے محدثین و فقہاء و مؤرخین سنی و شیعہ نے اس روایت کو اپنے اپنے اسناد

لے تنبیہ۔ اہل علم کی توجیہ کے لیے عرض ہے کہ روایت مذکورہ بالا جو متعدد محدثین سے ہم نے نقل کی ہے اس کو حاکم نیشاپوری نے المستدرک میں ابن عباس سے نقل کیا ہے وَقَالَ فِي آخِرِهَا هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْمُشْتَرِكِينَ وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْهُ (المستدرک للحاکم ص ۶۵) بلکہ ثالث، کتاب معرفة الصحابة (قولہ ولم يخرجاه يقول العبد الضعيف الموثق للكتاب كيف قال الحاكم بهذا القول وانما في نسخة كذا هذه الرواية مع تفاوت الالفاظ في باب مناقب عمر في صحيحه ج ۱ ص ۵۱۹-۵۲۰) ابن اسلم نیشاپوری بہانی صحیحہ فی باب مناقب عمر وفضائلہ فی المجلد الثانی (ج ۲ ص ۲۴۴)۔ ہذہ غفلتہ منہ عافاہ اللہ وایانا۔ سبحان من لا یسہو ولا یغفل ولا یغلط۔

کے ساتھ درج کیا ہے۔ ایک ترتیب کے ساتھ ہم بھی یہاں چند روایات ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

کتاب الآثار امام ابو یوسف میں مذکور ہے:

(۱) — قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِعُمَرَ وَهُوَ مُسَجًى مَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ تَعَالَى بِمِثْلِ صَخِيفَتِهِ مِنْ هَذَا الْمَسْجِيٍّ

کتاب الآثار امام ابی یوسف ص ۲۱۵ رقم ۹۵۲۔  
طبع مصر (مجتہ احیاء معارف النعمانیہ۔ وکن)

— اور کتاب الآثار امام محمد بن حسن میں باسند مذکور ہے:

(۲) — قَالَ الْإِمَامُ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حِينَ طُعِنَ فَقَالَ رَحِمَكَ اللَّهُ فَوَاللَّهِ مَا فِي الْأَرْضِ أَحَدٌ كُنْتُ أَلْقَى اللَّهَ بِصَخِيفَتِهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْكَ

(۲) کتاب الآثار امام محمد ص ۱۴۶ باب فضائل الصحابة  
طبع الوار محمدی۔ کھنؤ۔ قیوم طبع۔

حاصل مضمون یہ ہے کہ امام محمد و امام ابو یوسف نے اپنے اتناذ امام ابو حنیفہ سے روایت کی اور امام ابو حنیفہ نے امام محمد باقر سے نقل کیا ہے وہ خرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت عمر کی نعت پر حاضر ہو کر فرمایا کہ اس کفن پوش سے بہترین میرے نزدیک کوئی شخص نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوں جیسا کہ اس کا اعمال نامہ ہے میرا بھی اعمال نامہ ویسا ہی ہو۔

## امام محمد باقر کی شہادت

(۳) قاضی ابو مؤید محمد بن محمود الخوارزمی نے اپنی تصنیف ”جامع مسانید الامام الاعظم“ میں متعدد اسانید کے ساتھ اس قول مرثویہ کو مؤید و مضبوط کیا ہے۔ اس میں سے ایک روایت یہاں پیش کی جاتی ہے جو امام محمد باقر کے ذریعہ منقول ہے:

... .. حدثنا ابو حنیفہ عن ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین

بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین قال انیتہ فسلیت

علیہ وقعدت الیہ . . . . . فقلت له یرحمک اللہ

هل شهد علی صوت عمر فقال سبحان اللہ اویس القائل ما احدث

من الناس احب الی من ان اتقی اللہ بصحیفته من هذا المسبحی ثم

زوجہ بنتہ لولا انہ راہ اہلاً ما کان یزوجها ایاہ وکانت

اشرف نساء العالَمین جدها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وابوها علی ذوالشرف المذنی والمنقبۃ فی الاسلام وامها

فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخوها الحسن

والحسین سید شباب اهل الجنة وجدتها خدیجة . . . الخ

(۳) - جامع مسانید الامام الاعظم للفاضل الخوارزمی -

المتوفی ۶۲۵ھ، ص ۲۰۴، جلد اول، باب فضائل عمر

طبع دائرة المعارف دکن -

حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر کی خدمت میں

پہنچا، سلام کیا اور بیٹھ گیا اور گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے دریافت کیا کہ اللہ آپ

پر نزول رحمت فرماتے کیا حضرت عمرؓ کی وفات کے موقع پر حضرت علیؓ موجود

تھے؟

تو محمد باقر فرماتے تھے کہ سبحان اللہ تعجب کی بات ہے یہ قول اُس وقت  
کس نے کہا تھا؟ کہ

”لوگوں میں سے کوئی شخص میرے نزدیک اس کفن پوش سے زیادہ  
پسندیدہ نہیں ہے کہ اس جیسے اعمال نامہ کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے  
ملاقات کروں۔“

پھر محمد باقر نے فرمایا کہ علی المرتضیٰ نے اپنی دختر ام کلثومؑ کا حضرت  
عمرؓ سے نکاح کر دیا۔ اگر ان کو اس چیز کا اہل نہ سمجھتے تو یہ نزدیک نہ کرتے۔  
اور یہ صاحبزادی (اپنے دور کی) تمام عورتوں سے اشراف و برتر تھی۔  
اس کے نانا حضرت رسول خدا تھے اور اس کے باپ صاحب مناقب و  
فضائل علی المرتضیٰ تھے، اس کی ماں فاطمہ الزہراءؑ تھی، اس کے بھائی حسینؑ  
تھے جو جوان جنتیوں کے سردار ہونگے اور اس کی ماں کی ماں حضرت خدیجہ  
الکبریٰ تھی... الخ

مسند امام احمد میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت علیؑ کا یہ قول ذکر کیا گیا ہے:

(۴) ”... ابو معشر نجیب المدینی مولیٰ بنی ہاشم عن نافع  
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَضِعَ عُمُورُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَيْنَ الْيَدَيْنِ  
وَالْقَبْرِ فِجَاءَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى قَامَ بَيْنَ يَدَيِ الصَّفْوَتِ فَقَالَ  
هُوَ هَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ! مَا مِنْ خَلْقٍ  
اللَّهُ تَعَالَى أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَاهُ بِصَحِيْفَتِهِ بَعْدَ صَحِيْفَتِهِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذَا الْمُسْتَعْبِيِّ“

(مسند امام احمد ج ۱ ص ۱۰۹، تحت مسند ابی یزیدنا علیؑ معہ منتخب کنز العمال)

(۵) - ... یونس بن ابی یعقوب عن عون بن ابی جحیفۃ عن اَبیہ قال  
 کُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ وَهُوَ مُسَبِّحٌ تَوْبَهُ قَدْ قَضَى نَحْبَهُ فَجَاءَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ  
 عَنْهُ فَكَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ رَحِمَهُ اللهُ عَلَيْكَ اَبَا حَضَنٍ  
 فَوَاللَّهِ مَا بَقِيَ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا حَبِ  
 اِلَى اَنْ اَلْفَى اللهُ تَعَالَى بِصِعْفَيْتِكَ مِنْكَ ۚ

(۵) مُسْنَدُ اَمَدٍ ص ۱۰۹، ج ۱، تحت مناداتِ مُرْتَضَوِي،

حاصل یہ ہے کہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ منبرِ نبوی اور قبرِ شریف کے  
 درمیان جب عمر فاروقؓ کا جنازہ رکھا گیا تو حضرت علیؓ تشریف لائے اور  
 صفوں کے ساتھ کھڑے ہو کر تین بار فرمایا کہ اللہ کی رحمت آپ پر نازل  
 ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سے میرے نزدیک کوئی بھی  
 اس کفن پوش سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس جیسے اعمالِ  
 کے ساتھ جا کر ملاقات کروں۔“

(۶) - اور طبقات ابن سعد (باب حالاتِ عمرؓ میں) اس مرتضوی قول کو بارہ عدد روایات  
 میں نقل کیا ہے۔ پانچ عدد اسناد امام جعفر صادقؓ و محمد باقرؓ دونوں سے مروی ہیں  
 تین عدد اسناد صرف محمد باقرؓ سے منقول ہیں۔ ایک عدد سند زید بن علی سے نقل  
 کی ہے۔ ایک محمد بن حنفیہ کے ذریعہ سے مذکور ہے۔ باقی اسانید ان ہاشمی بزرگوں  
 کے ماسوا لوگوں سے مروی ہیں۔ معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ تمام میں یہی مرتضوی  
 کلام بیان کیا گیا ہے۔ یہاں صرف ایک روایت اسناد محمد باقرؓ سے نقل کر کے پیش  
 کی جا رہی ہے۔ باقی وہاں رجوع کرنے سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ہم نے اہل علم  
 کے لیے نشان دہی کر دی ہے۔

— اَحْبَرْنَا النَّسْبُ بِنِ عِيَاضِ اللَّيْثِيِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيهِ اِنَّ عَلِيًّا



لَمَّا غُسِلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَكُفِنَ وَحُمِلَ عَلَى سَرِيرِهِ وَقَفَّ عَلَيْهِ  
فَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللَّهِ مَا عَلَى الْأَمْرِ رَجُلٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ  
بِصِحْفَتِهِ مِنْ هَذَا الْمُسَبَّحِي بِالتَّوْبِ ۚ

(۶) طبقات ابن سعد، باب حالات عمر علیہ السلام، ص ۲۶۹-۲۷۰  
طبع یورپ لیڈن -

۷۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۷-۳۸ ج ۱۲ -

کتاب الفضائل طبع کراچی

مطلب یہ ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو غسل  
دے کر کفنایا گیا اور چارپائی پر رکھ کر سامنے لایا گیا تو حضرت علی المرتضیٰؓ تشریف  
لائے، حضرت عمر بن الخطابؓ کے جنازہ پر کھڑے ہو گئے اور ان کی تعریف  
و توثیق فرمانے لگے (اس دوران فرمایا کہ) اللہ کی قسم کوئی شخص روتے زمین  
پر مجھے اس کفن پوش سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب  
میں اس کے اعمال نامہ جیسا اعمال نامہ لے کر ملاقات کروں ۚ

### ایک انتباہ

اہل علم مطلع رہیں کہ یہ روایت بخاری شریف جلد اول، ص ۵۲۰، باب مناقب عمرؓ  
میں مذکور ہے لیکن الفاظ میں قلیل سا تفاوت ہے اور معیت والی روایت کے ساتھ  
مرتب و مخلوط کر کے درج کی گئی ہے اور اسی طرح مسلم شریف جلد ثانی، باب فضائل عمرؓ میں  
یہ روایت ہے لیکن دوسری روایت ان يجعلك الله مع صاحبك کے ساتھ ملادی  
گئی ہے۔

(۷)۔ یہی مسئلہ مستدرک حاکم جلد ثالث کتاب معرقة الصحابة میں حاکم نے اپنی سند  
کے ساتھ ذکر کیا ہے :-

..... سمیان بن عیینة عن جعفر بن محمد عن أبيه

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ إِنَّ عَلِيًّا دَخَلَ عَلَى عُمَرَ وَهُوَ مُسَبَّحٌ  
فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ نَاسٍ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى  
اللَّهَ بِمَا فِي صَحِيفَتِهِ مِنْ هَذَا الْمَسْبُوحِ ۚ

(۷) التذکرہ للحاکم منشا پوری، ص ۹۳-۹۴، جلد ثالث مجمع تلخیص فرہبی،  
تلخیص فرہبی میں اس روایت پر کچھ نقد نہیں کیا۔ ترجمہ مذکور ہو چکا ہے۔

## روایت مسیحی شیعہ بزرگوں میں

ناظرین بانگین کو یہ چیز معلوم کر کے مسرت ہو گئی کہ روایت مذکورہ جو ہم نے متعدد  
طرق سے نقل کر کے پیش کی ہے شیعہ علماء و مجتہدین کے ہاں بھی یہ درست ہے۔ حضرت علیؑ  
نے حضرت عمرؓ کے جنازہ پر بطور رشک اور غیظہ کے یہ کلمات فرمائے اور علیؑ نے اس لاشہاد  
بیان کیے تاکہ تمام حاضرین پر حضرت عمرؓ کے حق میں حضرت علیؑ کے جذبات عقیدت واضح  
ہو جائیں۔

(۱)۔ الشيخ الصدوق ابن بابويه القمي نے اپنی کتاب "معانی الاخبار" باب ۲۴۵ میں اس  
کلام مرتضوی کو باسناد نقل کیا ہے۔

..... نَظَرَ إِلَى الثَّانِي وَهُوَ مُسَبَّحٌ بِنُوبِهِ مَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ  
أَنْ أَلْقَى اللَّهَ بِصَحِيفَتِهِ مِنْ هَذَا الْمَسْبُوحِ... الخ ۚ

کتاب معانی الاخبار للشيخ الصدوق، ص ۱۱۷، طبع

قدیم ایران۔ باب ۲۴۵

(۲)۔ روی جعفر بن محمد عن ابيه عن جابر بن عبد الله لما غسلا  
عمر وكفن دخل علي عليه السلام فقال صلى الله عليه ما على الأرض  
أحد أحب إلي أن ألقى الله بصحيفته من هذا المسبوح بين  
أظهركم ۚ

(۲) - کتاب الشافی، ص ۱۷۱ و ۱۷۲ - بمع  
 تفحص الشافی، ص ۲۲۸ - طبع قدیم ایران)  
 حاصل یہ ہے کہ امام جعفر صادق امام محمد باقر سے اور وہ جابر بن عبد اللہ سے  
 نقل کرتے ہیں جب عمر بن الخطاب کو غسل دے کر کفن پوشی کی گئی تو اس  
 وقت علی علیہ السلام تشریف لاتے اور فرمانے لگے کہ ان پر اللہ کی رحمت  
 اور صلوات ہو، روتے زمین پر کوئی شخص میرے نزدیک تم میں سے (اس  
 کفن پوشی سے) زیادہ پسندیدہ و محبوب نہیں ہے کہ اس جیسے اعمال نامہ کے  
 ساتھ میں اللہ سے جا کر ملاقات کروں۔“

## تنبیہ

فارغین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ شیعہ مجتہدین و علماء شیخ صدوق، سید مرتضیٰ  
 علم الہدیٰ، شیخ ابو جعفر طوسی وغیر ہم نے مسیحی والی روایت کے بے اصل و جعلی ہونے کا  
 قول نہیں کیا البتہ اپنی دیرینہ خصلت کے موافق اس فرمان مرتضوی کی تاویل میں ذوجہ میں ذکر  
 کی ہیں اور اس قول کو خبر واحد قرار دے کر اس کے غیر مفید و غیر یقینی ہونے کا فتویٰ صادر  
 کیا ہے۔ حالانکہ خبر واحد کا مفید ظن نا تو مسلمات میں سے ہے اور اس قول مرتضوی کو نقل  
 کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں لوگ ہیں کہ معنی درجہ شہرت کو پہنچتے ہیں۔ ہر بات کی تاویل  
 کر دینا اور نہ تسلیم کرنا عداوت و مخالفت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ انصاف یہ ہے کہ تعصب  
 کو دور کر کے مسئلہ پر غور کریں۔ نیز نقیۃ کا حربہ تو ہر مقام میں استعمال کیا جاتا ہے۔  
 یہاں بھی آخر الحیل یہی ذکر کیا ہے۔

(۹)

## دفن فاروقی میں حضرت علیؑ کا شامل و شریک ہونا

فصل چہارم میں چند عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ ان میں یہ آخری عنوان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے بعد دفن کے وقت حضرت علیؑ بمع دیگر اصحاب کے قبر میں اتارنے کے لیے قبر میں خود اترے ہیں اور اپنے دیرینہ دوست کے حق میں دوستی کا حق آخری دم تک ادا کیا۔ یعنی حضرت فاروق کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے میں شامل و شریک کار ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

مرا عہدے ست باجاناں کہ تا جاں در تنم دارم  
ہوا خواہاں کوشش را چو جان خوشتم دارم  
(سبحان اللہ)

مسئلہ اہل کی تسلی درکار ہو تو مندرجہ ذیل مؤرخین و علماء کی عبارات ملاحظہ فرمادیں۔  
(۱) - ابن جریر طبری نے ۲۳۰ھ کے تحت باب قصۃ الشوریٰ میں بایں الفاظ اس مضمون کو درج کیا ہے:-

وَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا يَعْنِي فِي قَبْرِ عَمْرِو الْخَمْسَةَ يَعْنِي أَهْلَ الشُّورَى الْخَمْسَةَ

(۱) تاریخ طبری، ج ۵ ص ۳۸ جلد خامس طبع مصر۔

(۲) - اور ابن اثیر جزیری نے "الکامل" باب ذکر الخیر عن مقتل عمرؓ میں یہ ذکر کیا ہے کہ

نَزَلَ فِي قَبْرِهَا (عُمَرُ) عُمَانُ وَعَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ

عَدِيٍّ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ

(۳) الکامل لابن اثیر، ج ۳ ص ۲۸، باب مذکور

(۳) حافظ ابن کثیر نے البدایہ جلد سابع میں ان الفاظ میں یہ مسئلہ درج کیا ہے:

نَزَلَ فِي قَبْرِهِ مَعَ ابْنِهِ عَبْدِ اللَّهِ أَهْلُ الشُّوَرَى سِوَى طَلْحَةَ  
فَإِنَّهُ كَانَ غَائِبًا... الخ

(۳) البدایہ لابن کثیر جلد سابع، ص ۱۲۵ - طبع مصر۔

مندرجات بالا کا حاصل یہ ہے کہ

”صہیب رومی نے حسب وصیت فاروقی جنازہ پڑھایا اس کے بعد (روضہ نبوی میں) حضرت عمر کو قبر میں اتارنے کے لیے اہل الشوریٰ حضرات عثمانؓ، علیؓ، زبیرؓ، عبدالرحمنؓ، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمرؓ شریک عمل ہوئے سوا حضرت طلحہؓ کے وہ اس وقت غائب تھے۔ (مدینہ میں موجود نہ تھے)۔“

## فوائد فصل چہارم

فصل چہارم کے اختتام پر چند فوائد ذکر کیے جاتے ہیں جیسا کہ فصل ہذا کی ابتداء میں وعدہ کیا تھا۔

(۱)

پیش کردہ روایات میں سے بعض روایتوں کی بڑی سنہری سندیں ہیں جن کو ”سلسلۃ الذہب“ کے نام سے تعبیر کرنا روا ہے جیسے کتاب الآثار امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی روایتیں ہیں۔ یہ سندات ائمہ نے ائمہ سے روایت کی ہیں۔

نیز معلوم ہوا کہ ان حضرات میں باہمی افادہ و استفادہ ہوتا تھا۔ یہ چیز ان کے آپس میں ارتباط و روابط پر دلالت کرتی ہے۔

(۲)

حضرت فاروق نے اپنے خواب کی تعبیر حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس سے دریافت کی جس میں ان کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔ یہ ان بزرگوں کی باہمی محبت کی دلیل ہے۔

(۳)

نیز حضرت علی المرتضیٰ نے اس چیز کی شہادت دی کہ عمر بن الخطاب سے نبی آمد صلی اللہ علیہ وسلم رضامند ہو کر رخصت ہوئے، یہ ان کے کمال ایمان کی عظیم گواہی ہے۔

(۴)

اور خلافتِ فاروقی کے متفق علیہ ہونے کی حضرت علیؓ نے تصدیق و توثیق کی یعنی فرمایا کہ یہ خلافت نہ غاصبانہ تھی نہ منتقلبانہ تھی۔ نہ اختلافی تھی۔ حضرت عمرؓ کے منتخب ہونے میں اختلاف کو کچھ دخل نہ تھا۔

(۵)

حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اپنی زندگی کو فاروقی زندگی پر قربان کر دینے کا اظہار فرمایا اور سوائے انبیاء کے ساتھ ہی انہیں اہل جنت کے سردار ہونے کی خوشخبری زبانِ نبوت سے سنائی۔

(۶)

جو مجلس شوریٰ انتخابِ خلیفہ کے لیے بجزیر کی اس میں حضرت عمرؓ نے حضرت علی المرتضیٰ کو شامل و شریک کیا جو ان پر کمال اعتماد کی علامت ہے اور اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کے حق میں حکم دیا کہ اس سے مشورہ تو لے لیں لیکن اسے حکومت کا کوئی عہدہ نہ دیا جائے۔ یہ فاروقِ اعظم کی کمال بے غرضی اور بے نفسی کی بے نظیر مثال ہے۔

(۷)

حضرت عمر فاروقؓ نے آخری اوقاتِ زندگی میں حضرت علیؓ کو خصوصی وصیتیں فرمائی تھیں جو ان بزرگوں کے باہم اخلاص و خیر خواہی کی نشانی ہے۔

(۸)

حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبرؓ کے ساتھ دائمی معیت کا حُسنِ ظن رکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا۔

(۹)

حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے اعمال نامہ کے حق میں حضرت عمرؓ جیسا اعمال نامہ ہونے کی تمنا کی جو فاروقی دیانت کے کمال کا بے مثال ثبوت ہے اور ان کے حُسنِ اعمال و پاکیزہ کردار کی عمدہ دلیل ہے۔

(۱۰)

نیز ان مردیات سے عیاں ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عمرؓ کے غسل و کفن کے وقت موجود تھے اور نماز جنازہ و دفن میں شریک تھے حتیٰ کہ حضرت فاروقؓ کو قبر میں اتارنے کے آخری مرحلہ میں بھی حضرت علیؓ شامل تھے اور اپنے دیرینہ رفیق کا حقِ رفاقت ادا کر رہے تھے۔

— ان تمام احوال و کوائف سے نمایاں طور پر ثبوت ہوتا ہے کہ آخری دم تک ان بزرگوں کے باہمی تعلقات انتہائی مخلصانہ تھے اور یہ مراسم تازلیت قائم رہے۔

— حقیقت یہ ہے کہ یہ اکابر حضرات ایک دوسرے سے مجدا نہیں تھے بلکہ ایک دوسرے کے قریب تھے اور ایک دوسرے سے منقبض نہیں تھے بلکہ مرتبط تھے۔ ایک دوسرے سے منحرف نہیں تھے بلکہ باہم منسک تھے۔ ایک دوسرے سے دامن کش

نہیں تھے بلکہ وابستہ تھے۔ ایک دوسرے سے رُوگردان نہیں تھے بلکہ آپس میں گرویدہ تھے۔ ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے والے نہیں تھے بلکہ ادا کرنے والے تھے۔

وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُولُ وَكِیْلٌ

---



## باب چہارم

اس باب میں یہاں دو فصل قائم کیے جاتے ہیں۔ فصل اول میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عم محترم حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب کے ساتھ فاروق اعظم کے تعلقات اور باہم عقیدت مندی کے واقعات ذکر کیے جائیں گے۔ دوسرے فصل میں آپ کے اور حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس اور حضرت عمرؓ کے باہمی روابط اور مراسم درج ہونگے۔

مندرجات ہذا بتلا رہے ہیں کہ حضرت فاروق بنی ہاشم کے نہایت قدر دان تھے اور ان کی عزت و احترام کو ہر مرحلہ پر ملحوظ و محفوظ رکھتے تھے۔

## فصل اول

فصل ہذا میں پانچ عدد عنوانات قائم کیے جاتے ہیں:

### عنوان اول: طلبِ باران میں توسل

مقصد یہ ہے کہ فاروقی دورِ خلافت میں جب کبھی بارش نہ ہوتی تھی اور لوگ تنگ ہو جاتے تھے تو اس مسیبت کے ازالہ کے لیے حضرت عمر فاروقؓ یہ تدبیر کرتے کہ سیدنا عباس بن عبد المطلب عم نبویؐ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ جناب باری تعالیٰ میں توسل کرتے ہوئے

اللہ تعالیٰ سے بارانِ رحمت طلب کرتے تھے۔ چنانچہ واقعہ ہذا اپنی کمی بیشی کے ساتھ کتبِ ذیل میں موجود ہے :-

یہاں سرفہرست بخاری شریف جلد اول ابواب الاستسقاء سے واقعہ نقل کیا جاتا ہے :-

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِأَبِي عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتُسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقِينُ»

(۱) — بخاری شریف، جلد اول ص ۱۳۷۔ پارہ چہارم۔

ابواب الاستسقاء۔ طبع نور محمدی دہلی۔

(۲) — تاریخ خلیفہ ابن خیاط (المتوفی ۲۴۰ھ) تحت

سنتہ ثمان عشرۃ ص ۱۰۹۔ طبع جدید۔

(۳) — المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی، ج ۲ ص ۳۳۲

کتاب معرفۃ الصحابہ۔ طبع حیدرآباد دکن۔

(۴) کنز العمال للمتقی البندی، جلد سابع ص ۶۵۔ بحوالہ نخ۔

ابن سعد۔ ابن خزیمہ۔ ابی عوانہ وحب وطب وبیہقی۔

طبع قدیم حیدرآباد دکن۔

حاصل یہ ہے کہ :-

۱۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب لوگوں میں قحط پڑتا تو عمر فاروق عباسی بن عبدالمطلب کے ساتھ توسل کرتے ہوئے اللہ سے بارش طلب کرتے تھے اور جناب باری کی خدمت میں عرض کرتے کہ اے اللہ ہم تیری طرف تیرے نبی کے ذریعے توسل پکڑتے تھے تو تو ہمیں بارش عنایت فرمادیتا تھا۔ اب ہم

اپنے نبیؐ کے چچا کے ذریعہ تیری جناب میں توسل کرتے ہیں تو ہمیں بارانِ رحمت عنایت فرما۔ اُنسؑ کہتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے (بارش برستی تھی) اور لوگوں

کو پانی مل جاتا تھا۔

مستدرک حاکم و کنز العمال کی روایت میں مزید یہ اضافہ پایا جاتا ہے کہ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ دیا، اس میں فرمایا کہ اے لوگو! سردارِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا عباس کے حق میں پوری طرح تعظیم و تکریم ملحوظ رکھتے تھے اور ان کی قسم کو پورا کرتے تھے۔ جس طرح ایک بیٹا اپنے والد کے حقوق کی رعایت کرتا ہے پس اے لوگو! اپنے نبیؐ کے چچا مکرم کے حق میں اپنے نبیؐ کی افتداء کرو اور پیش آمدہ مصائب میں اللہ کی طرف ان کو وسیلہ بناؤ۔

— عنوانِ دوم —

## حضرت عباسؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان میناب کا ایک واقعہ

— واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسجد نبوی کی طرف جانے کے راستہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مکان پر ایک میناب یعنی پرزنا لگا ہوا تھا۔ ایک دفعہ اس کے نیچے گزرنے سے حضرت عمرؓ کے کپڑے خراب ہو گئے۔ انہوں نے میناب کو یہاں سے اٹھا دینے کا حکم دیا اور حضرت عباسؓ نے معارضہ کیا۔ اس کی تفصیلات مندرجہ ذیل حدیث و سیر کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہم یہاں حضرت مسند احمد کی عبارت نقل کرتے ہیں:—

— عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَخِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ

كَانَ لِلْعَبَّاسِ مِيزَابٌ عَلَى طَرِيقِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَبَسَ عُمَرُ نِيَابَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَدْ كَانَ ذَمَّ لِلْعَبَّاسِ فَرُخَانَ فَلَمَّا وَافَى

الْمِيْزَابِ صَبَّ مَاءٌ بِدَمِ الْفَرَّخَيْنِ فَاصَابَ عُمَرَ وَفِيهِ دَمُ الْفَرَّخَيْنِ  
فَاَمَرَ عُمَرُ نَفْلُوهُ ثُمَّ رَجَعَ عُمَرُ فَلَدَحَ ثِيَابَهُ وَكَبَسَ ثِيَابًا غَيْرَ  
ثِيَابِهِ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَاتَاهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ وَاللَّهِ اِنَّهُ  
لَمَوْضِعِ الَّذِي وَصَّعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ  
الْعَبَّاسُ وَاَنَا اَعَزُّمُ عَلَيْكَ لَمَا صَعَدْتَ عَلَيَّ ظَهْرِي حَتَّى تَضَعَهُ فِي  
الْمَوْضِعِ الَّذِي وَصَّعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَعَلَ  
ذَلِكَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ۝

(۱)۔ مسند احمد، جلد اول، ص ۲۱۰۔ معہ منتخب کنز۔ تحت

مسندات عباسی۔

(۲)۔ المصنف لعبد الرزاق، ج ۸ ص ۲۹۲، طبع بیروت

(۳)۔ کتاب المراسل لابن داؤد سليمان بن الأشعث السجستاني ص ۴۲

باب ما جاء في الضرار۔ مطبوعہ مصر۔

(۴)۔ مجمع الزوائد للهيثمی جلد ۴ ص ۲۰۶۔ باب فی الصلح۔ رواہ

احمد و رجالہ ثقات۔

(۵)۔ سير اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲ ص ۷۰۔ تذکرہ عباس بن عبدالمطلب

— مندرجہ روایت کا خلاصہ یہ ہے

«حضرت عباس بن عبدالمطلب کے بیٹے عبید اللہ بن عباس (جو عبد اللہ

بن عباس کے بھائی ہیں) بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ ثانی عمر فاروق جس راستہ سے

گزر کر مسجد نبوی میں تشریف لاتے تھے، اس راستہ پر ہمارے والد عباس

بن عبدالمطلب کے مکان کا میزاب یعنی پرنا لگا ہوا تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے

روز حضرت عمرؓ کپڑے پہن کر مسجد کی طرف تشریف لا رہے تھے اور حضرت

عباسؓ کے لیے ان کے مکان کی چھت پر دو چوزے ذبح کیے گئے تھے۔  
 مینزاب سے ان کا خون اور پانی ٹپک کر حضرت عمرؓ کے کپڑوں پر گرا۔ حضرت  
 عمرؓ نے حکم دیا کہ مینزاب کو یہاں سے اکھڑ دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے واپس  
 تشریف لا کر لباس تبدیل کیا پھر مسجد میں پہنچے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔  
 اس کے بعد حضرت عباسؓ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا  
 کہ اللہ کی قسم یہ مینزاب تو خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام میں  
 نصب کرایا تھا۔ آپ نے اس کو اکھڑ دیا ہے تو حضرت عمر فاروقؓ نے کہا  
 کہ اے عباسؓ میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میری پشت پر سوار  
 ہو کر اس مینزاب کو وہیں لگا دیں جہاں نبی کریمؐ نے نصب فرمایا۔ پس عباسؓ  
 بن عبدالمطلب نے اسی طرح کیا۔“

— عنوانِ سوم —

## حضرت عباسؓ کا مقام عمر فاروقؓ کی نظر میں

تاریخ ابن جریر طبری میں سہ ماہی کے تحت فتح بیت المقدس کے موقع پر حضرت عباسؓ  
 اور حضرت عمرؓ کے سفر شام کا ایک واقعہ منقول ہے۔ اس میں باہمی اکرام و اعزاز کی متعدد  
 چیزیں برآمد ہوتی ہیں۔ کئی علماء نے اس کو نقل کیا ہے چند ایک حوالے یہاں ثبت کیے جاتے  
 ہیں :-

... عَنْ عَبْدِ بْنِ سَهْلِ قَالَ لَمَّا اسْتَمَدَ اَهْلُ الشَّامِ  
 عُمَرَ عَلَى اَهْلِ فَلَسْطِينِ اسْتَخْلَفَ عَدِيًّا وَخَرَجَ مِمَّذَّ اللّٰهُمَّ فَقَالَ عَلِيٌّ  
 اِنَّ مَخْرَجَ بِنَفْسِكَ اِنَّكَ تَرْيِدُ عَدُوًّا كَلْبًا فَقَالَ اِنِّي اُبَادِمُ بِجِهَادِ  
 الْعَدُوِّ مَوْتَ الْعَبَّاسِ اِنَّكُمْ لَوَقَفْتُمْ الْعَبَّاسَ لَا تَنْفُضَ بِكُمْ الشَّرُّ

كَمَا تَنْتَقِضُ أَوَّلَ الْحَبْلِ -

- (۱) - تاریخ ابن جریر الطبری جلد ۴ ص ۵۹ تحت السنۃ  
الخامسة عشر، باب ذکر فتح بیت المقدس طبع مصر قیوم
- (۲) - سیر اعلام النبلاء للذہبی، جلد ثانی ص ۵۸ - تذکرہ  
عباس بن عبد المطلب -
- (۳) - کنز العمال (بحوالہ سیف کرم) ج ۷ ص ۶۹ -  
روایت ۵۶۸ - طبع قدیم -

خلاصہ یہ ہے کہ :-

جب اہل شام نے فلسطینیوں کے خلاف حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق  
سے (مرکزی) امداد طلب کی تو حضرت عمر ان کی مدد کے لیے مدینہ منورہ سے  
نکلے اور حضرت علی بن ابی طالب کو مدینہ پر اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔  
اس وقت حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت فاروق کو (خیر خواہانہ) طور پر ذکر  
کیا کہ آپ بذات خود کہاں تشریف لے جانا چاہتے ہیں؟ آپ جس دشمن کا  
ارادہ کر رہے ہیں وہ ایک کتے کی مثال ہے (یعنی جیسے کتے کے حملہ سے  
احتیاطاً بچاؤ رکھا جاتا ہے اس طرح آپ کو بچاؤ رکھنا چاہیے) حضرت عمر  
نے (جو اب ایک عجیب نکتہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا میں حضرت عباس بن  
عبد المطلب کی زندگی میں جہاد کی طرف مبادرت اور جلدی کرنا چاہتا ہوں،  
اگر (خدا نخواستہ) حضرت عباس تم سے مفقود ہو گئے تو تم پر شہ ٹوٹ پڑے گی  
جیسے رسی ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔

(فاضل ذہبی نے مزید ذکر کیا کہ)

حضرت عباس ان کے پیش پیش ایک گھوڑے پر سوار تھے، سیدنا عباس

بڑے جمیل و خوبصورت مرد تھے۔ رومی فوج کے جنرل اور عباسیوں کے پیشوا اس سے آئے اور ان کو خلیفہ اسلام سمجھ کر سلام کہتے، حضرت عباسؓ اشارہ کرتے کہ میں خلیفہ نہیں ہوں وہ عمر بن الخطاب خلیفہ المسلمین ہیں۔ اور کسز العمال میں یہ بھی مذکور ہے کہ :-

”اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت کے مہلک بائیس برس میں حضرت عباسؓ کا انتقال ہوا۔ اللہ کی قسم (اس وقت سے) لوگوں پر شر ٹوٹ پڑا اور پھیل گیا۔“

— عنوان چہارم —

## حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کی نگاہ میں حضرت عباسؓ کا احترام

بزرگوں کا احترام و اکرام اسلام کے واجبات میں سے ہے حضرت عباس بن عبدالمطلب ان حضرات خلفاء سے عمر رسیدہ ہونے کے علاوہ عم نبوی ہونے کی وجہ سے بھی قابلِ صد تکریم و تعظیم تھے۔ اس بنا پر ہر دو خلفاء (حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ) اپنے اپنے دورِ خلافت میں ان کی بہت توقیر پیش نظر رکھتے تھے۔

اس مسئلہ کے لیے حوالہ بہت ذیل کا مطالعہ فرمادیں:

— إِنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَهُ يَمْرُوعٌ وَوَدَّ لِيَعْتَمَانَ  
وَهُمَا رَاكِبَانِ الْآنَ نَزَلَا حَتَّى يَمُورَا الْعَبَّاسَ إِجْلَالًا لَهُ وَيَقُولَانِ  
عَمَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ —

۱۔ الاستيعاب لابن عبد البر جلد ثالث، ص ۱۰۸

ص ۹۸: تذکرہ عباس بن عبدالمطلب۔

(۲)۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی جزو ثانی، ج ۲، ص ۶۸، تذکرہ عباس۔

(۳)۔ تہذیب التہذیب ص ۱۳۳، ج ۵، تحت عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

اور کنز العمال میں بحوالہ ابن عساکر اس طرح درج ہے کہ  
 "... عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي وَلَا بَيْنَهُمَا لَا يَلْقَى الْعَبَّاسَ  
 مِنْهُمَا وَاحِدًا وَهُوَ رَاكِبٌ إِلَّا نَزَلَ عَنْ دَابَّتِهِ وَقَادَهَا وَمَشَى مَعَ  
 الْعَبَّاسِ حَتَّى بَلَغَهُ مَنْزِلَهُ أَوْ مَجْلِسَهُ فَيُفَارِقُهُ"  
 (۳) - کنز العمال، ج ۷ ص ۶۹ - روایت ۵۶۷ طبع اول قیام

حاصل یہ ہے کہ:

”حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان دونوں بزرگوں کا معمول تھا کہ  
 سواری پر سوار ہو کر جا رہے ہوں اگر سامنے سے حضرت عباس تشریف  
 لائیں یا ان پر گزر رہے ہوتے تو ان کی بزرگی کا احترام کرتے ہوئے خود سواری  
 سے اتر جاتے اور کہتے کہ ہمارے نبی محترم کے چچا تشریف لارہے ہیں“  
 (کنز العمال میں ہے) کہ اگر حضرت ابو بکر و عمر سواری پر جا رہے ہوں اور سامنے  
 حضرت عباس کی ملاقات ہو جائے تو اپنی سواری سے اتر جاتے اور حضرت عباس کے ساتھ  
 چل دیتے حتیٰ کہ ان کی منزل تک ان کو پہنچاتے یا اس مجلس تک جہاں انہوں نے پہنچنا  
 ہوتا ان سے جدا نہ ہوتے۔

— عنوانِ پنجم —

## فاروقی خلافت میں حضرت عباس کے مالی حقوق کی رعایت

خلافتِ فاروقی کے اواخر میں فتوحاتِ کثیرہ کی وجہ سے بہت اموال پہنچے تو حضرت  
 عمر کی مجلس میں تقسیمِ اموال کے سلسلہ میں مشورہ کا اجتماع ہوا۔ فیصلہ ہوا کہ جن لوگوں کی  
 اسلام کے لیے زیادہ اور قدیم خدمات ہیں ان کو مقدم رکھا جائے۔  
 نیز حضرت عمر نے حکم دیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کو



ذخاقت دینے میں مقدم رکھا جائے اور وظیفہ خواروں کے لیے ایک فہرست مرتب کر کے بیت المال میں محفوظ کر دی جائے جو موقعہ بموقعہ کام دیتی رہے۔ قبائل کے انساب کے ماہر لوگ اس فہرست کو مرتب کرنے میں صحیح نسب بیان کر کے نام درج کرائیں۔

اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ذیل میں روایات نقل کی جاتی ہیں:-

(۱) ... فَدَعَا عَقِيلَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَ مَخْرَمَةَ بْنَ نَوْفَلٍ وَ جَبِيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ

وَ كَانُوا مِنْ نُسَابِ قُرَيْشٍ فَقَالَ اَكْتُبُوا النَّاسَ عَلٰى مَنَازِلِهِمْ ...

... وَ لٰكِنْ اِبْدَاؤُا بِقَرَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَقْرَبُ

فَاَلَا قَرَبٌ حَتّٰى تَضَعُوْا عَمْرًا حَيْثُ وَضَعَهُ اللهُ ۚ

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۱۳ - قسم اول

باب عمر - طبع قدیم یورپ لیڈن -

(۲) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، جلد خامس تحت

سلسلہ بحث تدوین العطاء -

(۳) کتاب الاموال، ص ۲۲۴، باب فضل الاعطیة

من الفی - طبع مصر -

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۶ ص ۳۶۴ - ابواب

تقسیم اموال الفی و العناتم -

مطلب یہ ہے کہ

(حضرت عمر فاروق نے ولید بن ہشام بن مغیرہ کی مذکورہ تجویز کو پسند کیا) اور

قبائل قریش کے انساب کے ماہر بن عقیل بن ابی طالب - مخرمہ بن نوفل -

جیسر بن مطعم کو بلا کر حکم دیا کہ قبائل کے تفصیل وار نام حسب مراتب حسب

میں درج کرائیں کسی صاحب نے درمیان سے کہہ دیا کہ خلیفہ اسلام حضرت

عمر کے قبیلہ کا نام پہلے درج کیا جائے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نہیں! بلکہ سب سے پہلے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ و قریبی حضرات (نبی ہاشم) کے نام درج بدرجہ کے جائیں اور عمرؓ بن الخطاب کو اندراج میں وہاں جگہ دیں جہاں اس کو اللہ نے جگہ دے رکھی ہے۔“

## تَنْبِيْه

تحقیق کے متلاشی احباب کے لیے اطلاع کی جاتی ہے کہ مذکورہ مضمون و مفہوم کو شیخہ علماء نے بھی درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح پنج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعہ، ج ۳ ص ۱۶۶۔ طبع بیروت۔ ج ۳ ص ۱۶۶۔ تحت من دلتہ بلاد فلان فقد قوم الآدوداوی العمد الخ۔ اور ان حوالہ جات شیعہ کی عبارت قبل ازیں باب دوم فصل رابع میں بلفظہ تحریر کی جا چکی ہے رجوع فرمائیں۔

(۲)۔ اس مسئلہ کو فرید تشریح کے ساتھ مقامات ذیل میں مطالعہ فرمائیں۔  
عبارت یہ ہے :-

..... وَفَرَضَ لِلْعَبَّاسِ ثُمَّ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا .....  
وَفَرَضَ لِنِسَاءِ الْمُهَاجِرَاتِ فَرَضَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ  
سِنَةَ الْآلِ دُرَّهُمْ وَلَا نِسَاءَ بِنْتِ عُمَيْسِ الْفَدَّ دُرَّهُمْ الخ۔“

(۱) کتاب الخراج للإمام ابی یوسف ص ۳۳-۳۴ فصل

کیف کان فرض عمرؓ لأصحاب الرسولؐ۔

(۲) کتاب الاموال لابن عبید القاسم بن سلام ج ۲ ص ۲۲۲۔

۲۲۶، باب فرض الاعطية۔

(۳) طبقات ابن سعد ص ۲۱۳-۲۱۴ ج ۳ تذکرہ عمرؓ

الخطاب۔ طبع تہذیب۔

(۴) فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۵۲-۴۵۵۔

باب ذکر العطاء فی خلافت عمرؓ۔

حاصل یہ ہے کہ :

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے حضرت عباس بن عبدالمطلب کا وظیفہ بھی پانچ ہزار درہم سالانہ حضرت عمرؓ نے مقرر فرمایا۔ . . . . (جب دوسری مہاجر عورتوں کی خاطر وظیفہ متعین فرمایا) تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی بھوپھی (عمہ محترمہ) حضرت صفیہؓ و دختر عبدالمطلب کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ مقرر فرمایا۔ اور حضرت علیؓ کی اہلیہ محترمہ اسماء و دختر عثمانؓ کے لیے ایک ہزار سالانہ متعین و مقرر فرمایا۔

## فصل انہا کے یکجا فوائد و ثمرات

(۱)۔ مشکل مواقع (مخط سالی وغیرہ) میں حضرت عمرؓ نے حضرت تیدنا عباسؓ کے ساتھ توسل اختیار کیا۔ اور دیگر لوگوں کو بھی ان کو اللہ کی طرف وسیلہ بنانے کی تلقین کی۔ یہ ان کے احترام و اکرام کے پیش نظر کیا گیا۔

(۲)۔ میزاب کے معاملہ میں حضرت عباسؓ کی صداقت پر اعتماد و اعتبار کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اپنے حکم سے فوراً رجوع کر لیا اور اپنا انتہائی عجز و انکسار پیش کر کے فرمان نبوت کی قدر دانی کی اور اس کو بحال و برقرار کر دیا۔

(۳)۔ حضرت عمر فاروقؓ نے سفر شام کی رفاقت کے لیے حضرت عباسؓ کو منتخب کیا اور حضرت عباسؓ حدیث اسلامی کے پیش پیش رہے۔ مسلمانوں کے مابین حضرت عباسؓ کے وجود مسعود کو حضرت فاروقؓ نے شرور و فتن سے محفوظ رہنے کا سبب

قرار دیا۔

(۴) - عم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) و عم علی المرتضیٰ کا احترام حضرت عمرؓ اس قدر کرتے کہ ان کے سامنے سواری سے اتر جاتے حتیٰ کہ وہ گزر کر تشریف لے جاتے۔

(۵) اموال فی وغیرہ میں بیت المال کی طرف سے حضرت عباسؓ کا سالانہ وظیفہ صرف عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی بنا پر جاری کیا ورنہ عباسؓ بن عبدالمطلب ہاجرین سابقین میں سے نہیں تھے۔ اس طرح نبی و علیؓ کی پھوپھی کا وظیفہ بھی اسی وجہ سے مقرر فرمایا اور حضرت علیؓ کی اہلیہ کا بھی خیال رکھا۔

یہ بنی ہاشم کا احترام و اکرام ہے۔ (سبحان اللہ علیٰ حسنِ رفاقتہم)

ناظرین با انصاف غور فرمادیں۔

یہ تمام تر واقعات ان بزرگوں کے باہمی تعلقات اور روابط کے لیے واضح نشانات ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت عباسؓ عم رسول و عم علیؓ کو معزز و مؤثر جانتے تھے۔ ایک دوسرے کا لحاظ و اعزاز کرتے تھے۔ بشرط انصاف دیکھا جاتے تو حضرت عمرؓ کی جانب سے بنی ہاشم کی یہ سجد تو قیر و تعظیم ہے۔ با ایں ہمہ اگر کوئی شخص ان حضرات کے درمیان بغض و عداوت منافرت و بغاوت کی رٹ لگاتے رکھے تو یہ محض حسد اور تعصب ہوگا جس کا کوئی علاج نہیں ہے ہم نے واقعات صحیحہ بلا کم و کاست ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں۔ منصف طبائع خود بخود حقیقتِ حال سے آگاہ ہو سکیں گے۔

## فصل دوم

اس میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کے باہمی مراسم و روابط کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عبداللہ بن عباس حضور نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس کے بیٹے ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ بنی ہاشم میں سے بہت بڑے صاحب علم و فضیلت ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں زیادتی علم کی دعائیں فرمائیں جو یقیناً مستجاب ہوئیں اور بنی ہاشم میں حضرت علیؑ کے بعد ان کا علمی مقام بہت بلند ہے۔ شیخ مجتہدین نے بھی ان کی علمی فضیلت کے متعلق واضح روایات نقل کی ہیں۔ شیخ ابو جعفر طوسی نے "امالی" میں اس مسئلہ کو باسناد نقل کیا ہے۔ ابن عباسؓ اپنے مخاطب کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

..... قَالَ تَطَنَّاكَ أُمَّكَ عَلِيٌّ عَلَمِيٌّ وَكَانَ عَلِمُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَرَسُولُ اللَّهِ عَلَّمَهُ اللَّهُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهِ فَعَلِمُوا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنَ اللَّهِ وَعَلِمَ عَلِيٌّ مِنَ النَّبِيِّ وَعَلِيٌّ مِنْ عَلِمِ عَلِيٍّ

”امالی شیخ ابی جعفر طوسی، ج ۱، ص ۱۱ - مطبوعہ

عراق نجف اشرف)

”یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اے مخاطب تیری ماں تجھے گم پائے اور واویلا کرے، حضرت علیؑ نے مجھے تعلیم دی اور ان کا علم نبی علیہ السلام

حاصل تھا اور نبی کو اللہ نے عرش کے اوپر سے تعلیم دی۔ پس نبی کا علم خدا کی طرف سے ہے اور علی کا علم نبی کی طرف سے ہے اور میرا علم علی کے علم سے ماخوذ ہے۔  
 — واضح رہے کہ مندرجہ ذیل شیعہ علماء مجتہدین نے عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی بڑی تعریف و توثیق نقل کی ہے اور حضرت علی المرتضیٰ کا خاص حامی ہونا درج کیا ہے۔  
 مجالس المؤمنین مجلس سوم مقدمہ ثالثہ تحت طائفہ اولیٰ درمناہیر سنی ہاشم۔ تنقیح المقال از عبداللہ مامقانی تحت تذکرہ ابن عباس۔ ومنتہی الآمال جلد اول، باب سوم، فصل ہفتم، ۷۱۱  
 پانزدہم میں شیخ عباس قمی نے ابن عباس کا ذکر خیر کیا ہے۔ وغیرہ۔  
 اس تشریح کے بعد اب ہم حضرت عمر اور عبداللہ بن عباس کے باہم تعلقات کا نمونہ چند ایک عنوانات کے تحت بیان کرتے ہیں۔ امید ہے ناظرین کرام اس کو پسند فرمائیں گے۔

### — عنوان اول —

## فاروقی مشوروں میں ابن عباس کا شمول

(۱)

(۱) طبقات ابن سعد تذکرہ ابن عباس میں مذکور ہے کہ:

... عن عطاء بن يسار ان عمر وعثمان كانا يدا عوان ابن عباس  
 فيشير مع اهل بدر وكان يفتي في عهد عمر وعثمان الى يوم مات  
 (طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۲۰-ق ۲-تذکرہ)

ابن عباس - طبع قدیم

”یعنی عطاء بن یسار کہتا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان (اپنی خدمت کے دوران) ابن عباس کو مشورہ کے لیے بلا کر بدرق صحابہ کے ساتھ شریک

رکھتے تھے اور ابن عباسؓ دونوں خلفاء کے دور میں فتویٰ دہی کا کام کرتے تھے۔ تا حیات یہ کام جاری رہا۔

(۲)۔ اسی طرح طبقات ابن سعد، ص ۱۲۰، ج ۲، ق ۲ طبع قدیم تذکرہ عبداللہ بن عباسؓ میں سعید بن جبیر سے روایت ہے جس میں حضرت عمرؓ کا ابن عباسؓ کو اہل بدر کے ساتھ مشورہ میں شامل کرنا مذکور ہے۔

(۳) نیز مسند احمد، ج ۱، ص ۱۴ میں سننات عمر فاروق کے تحت عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے اس نے ابن عباسؓ سے اسی نوع کا مضمون ذکر کیا ہے۔

(۲)

طبقات ابن سعد میں ہے :

..... عَنْ مَرْوَانَ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلْتُ  
عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَوْمًا فَسَأَلْتَنِي عَنْ مَسْئَلَةٍ كَتَبَ إِلَيْهِ بِهَا يَعْلَى  
بْنُ أُمَيَّةَ مِنَ الْيَمَنِ وَاجْتَبَيْتُهُ فِيهَا فَقَالَ عُمَرُ أَشْهَدُ أَنَّكَ  
تَنْطِقُ عَنْ بَيْتِ نُبُوَّةٍ

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۲، ق ۲ ص ۱۲۲۔ تذکرہ

ابن عباسؓ۔

(۲) کنز العمال، ج ۴ ص ۵۳۔ روایت ۴۱۸۔ طبع قدیم

یعنی عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں گیا۔ یمن سے یعلیٰ ابن اُمیہ نے ایک مسئلہ کی صورت دریافت کے لیے ارسال کی تھی۔ مجھ سے حضرت عمر فاروق نے وہ صورت دریافت کی۔ میں نے اس کا صحیح جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ خانہ نبوت سے کلام کرتے ہیں (یعنی آپ کا علم صحیح اور درست ہے)۔

(۳)

کنز العمال میں بحوالہ ابن سعد لکھا ہے :

... عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَشِيرُ

عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ فِي الْأُمُورِ إِذَا هَمَّهُ وَيَقُولُ غَضَّ غَوَاصٌ

کنز العمال علی متقی ہندی، ج ۷ ص ۵۳ -

روایت ۴۱۳ طبع قدیم۔ بحوالہ ابن سعد

یعنی یعقوب بن یزید کہتا ہے کہ جب کوئی اہم معاملہ حضرت عمر کو پیش

آتا تھا تو عبداللہ بن عباس کو مشورہ کے لیے بلاتے تھے اور فرماتے کہ

اے غوطہ لگانے والے (علم کے دریا میں) غوطہ لگائیے (یعنی گہری سچ

کر کے جواب دیجیے)۔

— عنوان دوم —

## حضرت فاروق کا ابن عباس کی عیادت کرنا

طبقات ابن سعد میں ہے۔

”..... عبيد الرحمن بن ابي زناد عن ابيه ان عمر بن

الخطاب دخل على ابن عباس يعوده وهو يجمع فقال عمر اخذ

بنا مرضك فالله المستعان“

طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عباس، ج ۲، ق ۲ - ص ۱۳۳ طبع قدیم،

یعنی ایک دفعہ ابن عباس بنجار کی تکلیف سے بیمار ہوئے ان کی

بیمار پرسی کے لیے حضرت عمر تشریف لے گئے۔ فرمانے لگے اے ابن

عباس، آپ کی بیماری نے ہمارے کام میں غنل اور نقصان ڈال دیا۔



— عنوان سوم —

## عبداللہ بن عباسؓ کی زبانی فاروق اعظمؓ کی مدح سرائی

شیعہ کے مشہور مؤرخ مرزا محمد تقی لسان الملک رالمستوفیؒ نے "ناسخ التواریخ" میں مشہور شعی مؤرخ المسعودی سے نقل کرتے ہوئے حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ سے حضرت عمرؓ بن الخطاب کی عمدہ تعریف و توثیق نقل کی ہے۔ اس میں فاروقی اوصاف کو شاندار طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اصل و نقل دونوں کتابوں سے احباب کی خدمت میں حوالہ بند بطور الزام پیش کیا جاتا ہے۔ قبول فرماویں۔

— رَحِمَ اللهُ أَبَا حَفْصٍ كَانَ وَاللَّهِ حَلِيفَ الْإِسْلَامِ وَمَا وَى  
الْأَيْتَامَ وَمُنْتَهَى الْإِحْسَانِ وَمَحَلَّ الْإِيْمَانِ وَكَرْمَفَ الضُّعْفَاءِ وَمَعْقِلَ  
الْمُخَفَّاءِ وَقَامَ بِحَقِّ اللهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا حَتَّى أَوْضَحَ الدِّينَ وَفَتَحَ  
الْبِلَادَ، وَآمَنَ الْعِبَادَ أَعْقَبَ اللهُ مَنْ يُنْقِصُهُ اللَّعْنَةُ إِلَى يَوْمِ  
الْقِيَامَةِ ۚ

(۱) — مروج الذهب المسعودی المتوفی ۳۴۶ھ۔ جز ثلث

ص ۶۰۔ تحت عنوان ذکر الصحابة ومدحهم... الخ۔

(۲) — ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک، جلد پنجم،

کتاب دوم، ص ۱۴۴۔ طبع ایران۔

حاصل یہ ہے کہ ابن عباسؓ بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ ابو حفص رُغمین الخطاب پر اللہ رحم فرمائے، اللہ کی قسم وہ اسلام کے ساتھ عہد و پیمان رکھنے والے تھے۔ یتیموں کے ماویٰ اور جاتے پناہ تھے، احسان کرنے میں انتہا کو پہنچنے والے تھے، ایمان کے مرکز تھے، ضعیفوں کو پناہ دینے والے تھے۔

راست کار و راست باز لوگوں کے لیے جاتے پناہ تھے، صبر کے ساتھ ارادہ خیر رکھتے ہوئے اللہ کے حقوق کو ادا کرنے کے لیے قائم رہے حتیٰ کہ انہوں نے دین کو واضح کر دیا اور شہروں کو فتح کر ڈالا اور خدا کے بندوں کو پناہ دی۔ جو شخص حضرت عمرؓ کی تنقیس و عیب جوئی کرے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہو۔“

— عنوان چہارم —

## فاروقی روایت پر ابن عباسؓ کا اعتماد

مُسند امام احمد مستنداتِ عمرؓ بن الخطاب میں مذکور ہے:

عن قاتدة عن ابي العالیه عن ابن عباس قال شهد عَشِدِي رِجَالٌ مَرَضِيُونَ مِنْهُمْ عُمُرًا وَرَضِيَهُمْ عِنْدِي عُمَرَانِ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرِبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ۝

(مُسند امام احمد، ج ۱، ص ۱۸۰ - مستنداتِ عمرؓ بن الخطاب طبع مصر)

و یعنی ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ عمدہ لوگوں نے میرے پاس (اس مسئلہ کی)

شہادت دی ہے اور ان میں سب سے پسندیدہ عمرؓ بن الخطاب ہیں۔ وہ فرماتے

ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عصر کے بعد غروب آفتاب تک

کوئی نماز نہیں ہے اور صبح کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہے۔

— ناظرین کے لیے عرض ہے ابن عباسؓ کے حضرت عمرؓ سے روایت حاصل کرنے کی

صرت پر ایک مثال عرض کی ہے ورنہ مُسند احمد و دیگر حدیث کی کتابوں میں اس نوع

کی بے شمار مثالیں منقول و مندرج ہیں البتہ اس میں جو بات بہت عمدہ پائی جاتی ہے

وَهُ وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي مُنْمُو“ کا قول ہے ”یعنی باقی لوگوں سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ عمر بن الخطاب ہیں۔“ یہ فاروق اعظم کی دیانت، و امانت و صداقت کی گواہی ابن عباس سے رہے ہیں۔

— عنوانِ نچسٹم —

## حضرت فاروق کی حقانیت بروایت بنی ہاشم

تاریخ کبیر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے باسند روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ: . . . ”عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَقُّ بَعْدِي مَعَ عُمَرَ حَيْثُ كَانَ“

”یعنی ابن عباس اپنے بھائی فضل بن عباس سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد حق عمر کے ساتھ ہے جہاں موجود ہو۔“ (تاریخ کبیر لبخاری ص ۱۳۰، ج ۴۴ - قسم اول تحت الفضل بن عباس)

— عنوانِ نچسٹم —

## ابن عباس کا حضرت ابو بکر و سیدنا عمر فاروق

## کے قول کو محبتِ شرعی قرار دینا

— روایات کی کتابوں میں بصراحت منقول ہے کہ حضرت علی کے چچا زاد برادر عبداللہ بن عباس کا مسائلِ دینیہ کے استنباط میں یہ طریقہ تھا کہ جب کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آتی تو پہلے کتاب اللہ سے اس کا حل تلاش کرتے اور اگر قرآن مجید سے اس کا حل نہ مل سکتا تو سنتِ نبوی میں اس کا جواب ڈھونڈتے۔ اگر وہاں بھی جواب نہ دستیاب

ہوتا تو دیکھتے کہ ایسے معاملہ میں حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمر فاروقؓ نے کیا فیصلہ فرمایا ہے تاکہ اس کے موافق عمل درآمد کیا جائے۔

کبار علماء نے ان کے اس طریق کار کو متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔

چنانچہ پہلے بیہقی کا سنن کبریٰ سے اور بغوی کا شرح السنہ سے حوالہ پیش خدمت ہے :-

..... عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ إِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ قَالَ بِهِ وَإِذَا كُنِيَ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِهِ وَإِذَا كُنِيَ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَمْ يَقُلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بِهِ وَإِلَّا اجْتَهَدَ رَأْيَهُ (۱)

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد عاشر، ص ۱۱۵ - طبع دکن۔

(۲) شرح السنہ لامام البغوی جلد اول، ص ۲۰۸ -

خلاصہ یہ ہے کہ ابن عباسؓ سے جب کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا

جاتا وہ کتاب اللہ میں ہوتا تو کتاب اللہ سے بیان فرماتے اگر کتاب اللہ میں نہ

ہوتا اور سنت نبوی میں بیان کیا گیا ہوتا تو سنت سے بیان فرماتے۔ اگر نہ کتاب اللہ

نے اور نہ رسول اللہ نے اس کے متعلق کچھ بیان کیا ہے لیکن ابو بکرؓ و عمرؓ نے اس

کو بیان کیا ہے تو ان کا قول لے کر اسے بیان فرماتے تھے۔ اس کے بعد

اس میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی تو اپنی رائے ذکر کرتے تھے :-

اور حافظ ابن تیمیہ الحمرانی نے اپنی کتاب الفتاویٰ الکبریٰ "جلد اول میں اس مسئلہ کو اپنے

الفاظ میں مفصل طریقہ سے عبارت ذیل درج کیا ہے۔ ناظرین کے افادہ کے لیے ہم یہاں

نقل کرتے ہیں :-

..... وَقَدْ نَبَّتَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ لِيُعْتَى مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ

يَحْدُ فِيمَا سَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ لَمْ يَحْدِ أَفْتَى يَقُولُ  
 أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَلَمْ يَكُنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ بِعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ حَبْرُ  
 الْأُمَّةِ وَأَعْلَمُ الصَّحَابَةِ وَأَفْقَهُمْ فِي زَمَانِهِ وَهُوَ لَيْفَتِي يَقُولُ أَبِي بَكْرٍ  
 وَعُمَرُ مُقَدِّمًا لِقَوْلَيْمَا عَلَى قَوْلِ غَيْرِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَقَدْ  
 ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ اللَّهُمَّ فَقِّمَهُ فِي الدِّينِ  
 وَعَلِّمَهُ التَّوْبِيلَ (الفتاوى الكبرى، جلد اول، ص ۴۶۶)

”یعنی روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ ابن عباس (بوقت ضرورت)

کتاب اللہ سے فتویٰ دیتے تھے۔ اگر وہ مثلہ کتاب اللہ میں نہ مل سکتا تو سنت  
 کے ساتھ فتویٰ دیتے تھے اور کتاب و سنت دونوں سے دستیاب نہ ہونا  
 تو حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے اقوال کو لے کر فتویٰ دیتے تھے۔ اور حضرت  
 عثمانؓ و علی المرتضیٰؓ کے اقوال کو یہ درجہ نہیں دیتے تھے۔ اور ابن عباسؓ  
 اُمت کے بہت بڑے عالم تھے صحابہؓ کی جماعت میں بہت دانا تھے  
 اور زمانہ کے فقیہ تھے۔ فتویٰ دینے کے معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ و عمر فاروقؓ  
 کے قول کو دوسرے صحابہ کے اقوال پر مقدم رکھتے تھے۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے ابن  
 عباس کے حق میں دعا فرمائی یا اللہ اس کو تفقہ فی الدین عطا فرما اور اس کو  
 دین کا معنی سمجھا دے۔

## فصل ہذا کے فوائد

(۱)۔ فاروقی خلافت کے دوران نبی ہاشم میں سے جیسے حضرت علی المرتضیٰ صحابہ کرام  
 کی مجلس شوریٰ کے مستقل ممبر تھے اور دائمی رکن رکین تھے اسی طرح حضرت عائشہ کی

طرف سے حضرت عباسؓ کے صاحبزادے ابن عباسؓ کو بھی اہم مشورہ جات میں شامل و شریک رکھا جاتا تھا اور ان کے مشوروں کو بڑا وزنی تصور کیا جاتا تھا۔

(۲) - عبداللہ ابن عباسؓ کی بیماری میں خلیفہ اسلام کا عیادت کو تشریف لے جانا جس طرح باہم دوستی اور مؤدت کا اظہار ہے اسی طرح حضرت عمرؓ کی جانب سے بنی ہاشم کی قدر دانی و عزت افزائی کا بہترین نمونہ ہے۔

(۳) - عبداللہ ابن عباسؓ کا حضرت خلیفہ ثانی کے اوصاف و کمالات کو بہتر سے بہتر عنوانات میں بیان کرنا دونوں حضرات کے لیے باہم عقیدت مندی و حق پسندی کا عجیب نمونہ ہے۔ اس چیز کا فریق ثانی کو بھی انکار نہیں ہے۔

(۴) یہ حضرات آپس میں ایک دوسرے سے دینی و مذہبی روایات و مسائل حاصل کرتے تھے اور ہاشمی حضرات کے نزدیک خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نہایت معتد و معتبر و موثق راوی شمار ہوتے تھے۔

(۵) - بنی ہاشم کے بزرگوں اور حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائیوں نے یہ فرمان نبوت اُمتِ مسلمہ کو پہنچا کر اعلان کر دیا کہ حق بہر حال عمر فاروق کے ساتھ ہے۔ لہذا خلیفہ ثانی کی خلافت اور اس کے تمام کارنامے و دینی خدمات سب کے سب برحق اور صحیح ہیں۔

(۶) - نیز واضح ہوا کہ ہاشمی حضرات سیدنا عمر فاروق کے قول کو محبتِ شرعی کا درجہ دیتے تھے اور ان کے فرمان کو دینی مسائل میں دلیل شرعی تسلیم کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو باہم دوستی نصیب فرمائے اور اپنے بزرگانِ دین کی غلامی و اطاعت بخشے جو آپس میں سراسر مؤدت و محبت کے نمونہ تھے۔ اور رحمان و بلہیم کے صحیح مصداق تھے۔

# باب پنجم

کتاب ”رحمۃ علیہم“ کے فاروقی حصہ کا باب پنجم آخری باب ہے۔  
اس میں حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد شریفینہ کے مختصر بیانات حضرت عمر بن الخطاب کی توثیق  
و تعریف و تصدیق سے متعلقہ جمع کیے جاتے ہیں۔ ایک منصف طبع انسان بیانات ہذا پر نظر غائر  
کرنے کے بعد ان دونوں بزرگوں کی باہم عقیدت مندی و دوستی اور عمدہ تعلقات کو تسلیم کریگا  
اور حسن روابط کی داد دیگا۔

اس باب کے پانچ فصل مرتب کیے جاتے ہیں اور بطریق ذیل اس کی ترتیب تجویز کی  
گئی ہے۔

فصل اول۔ امام حسن اور محمد بن الحنفیہ اور عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ وغیر ہم کے حضرت  
عمر فاروق کے حق میں بیانات۔

فصل دوم۔ امام زین العابدین اور ان کے بیٹے زید کے اقوال۔

فصل سوم۔ امام محمد باقرؑ کے فرمودات۔

فصل چہارم۔ امام جعفر صادق کے ارشادات۔

فصل پنجم۔ عمر فاروق کا نام حضرت علی کی اولاد میں۔

# فصل اول

(۱)

امام حسنؑ کا فرمان کہ عشر بن الخطاب  
اور علی المرتضیٰ میں مخالفت نہ تھی

محب الطبری نے "ریاض النضرہ" میں ابن السمان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:  
وَأَمَّا أَخْرَجَ فِي كِتَابِهِ عَيْنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ لَا أَعْلَمُ عَلَيْهَا خَالَفتَ  
عُمَرَ وَلَا غَيْرَ شَيْئًا مِمَّا صَنَعَ حِينَ قَدِمَ الْكُوفَةَ۔

(۱)۔ ریاض النضرہ فی مناقب العشرة لمحبت الطبری، ج ۲،

ص ۸۵۔ فصل فی ما رواه علیؑ فی فضل عمرؓ النعم طبع معری

(۲) از آلہ الخفاء فی خلافتہ الخلفاء لمولانا شاہ ولی اللہ، ج ۱ ص ۱۸۱

طبع قدیم۔ (فارسی)۔ بحث آخر مسانید صحابہ و تابعین

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسنؑ فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت علی المرتضیٰؑ کو نہ

میں تشریف لائے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ آپؑ نے کبھی عمرؓ بن الخطاب کی

کسی کام میں مخالفت کی ہو یا ان کے کسی کام میں تبدیلی کر دی ہو؟

(۲)  
حضرت عمرو ابوبکر الصدیقؓ کے حق میں حضرت علیؑ سے بن حنفیہ کا سوال پھر ان جواب  
ناظرین بانگین کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد بن حنفیہ حسینؑ شریفین کے بعد حضرت علیؑ کی



اولاد میں بڑے صاحبِ فضل و کمال بزرگ ہیں۔ شیعی عالم و مجتہد سید جمال الدین ابن عنین نے  
عمدۃ الطالب میں ان کے حق میں تحریر کیا ہے کہ :-

”كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنْفِيَّةِ أَحَدَ رِجَالِ الدَّهْرِ فِي الْعِلْمِ وَالزُّهْدِ  
وَالْعِبَادَةِ وَالسُّجَاةِ وَهُوَ أَفْضَلُ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ بَعْدَ الْحَسَنِ  
وَالْحُسَيْنِ :-“

”یعنی محمد بن الحنفیہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں علم و زہد، عبادت، سجاوت  
میں افضل تھے۔ سیدنا حسن و حسین کے بعد حضرت علی کی اولاد میں انہی کا  
برتر مقام ہے۔“

(۱) عمدۃ الطالب فی النسب آل ابی طالب، طبع نجف اشرف،  
ص ۳۵۲، الفصل الثالث۔

اسی طرح بے شمار شیعہ علماء و مجتہدین نے ابن حنفیہ کی تعریف و توثیق کی ہے ملاحظہ  
ہو مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ شوستری، ابتدا مجلس چہارم۔ منتہی المقال و تنقیح المقال  
ما مقانی وغیرہ۔

محمد بن حنفیہ کا قول ذیل میں درج کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں :-

”قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ الْحَنْفِيَّةِ قُلْتُ لِأَبِي أَيْ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ عُمَرُ...  
قُلْتُ ثُمَّ أَنْتَ قَالَ مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ“

(۱) بخاری شریف، باب مناقب ابی بکر، ج ۱، ص ۵۱۸، طبع دہلی۔

(۲) ابوداؤد شریف، جلد ثانی، ص ۲۸۸۔ کتاب السنہ

باب التفضیل، طبع مجتبائی دہلی

(۳) حلیۃ الاولیاء لابن نعیم اصفہانی، جلد ۵، ص ۸۸، تذکرہ بیچ بن ابی راشد۔

(۴)۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۶۶ و ۳۷۰ طبع قدیم دکن

ان حوالہ جات کا ما حاصل یہ ہے کہ

”محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد شریعت علی المرتضیٰ سے عرض کیا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین اُمت کون شخص ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ابو بکر ہیں! میں نے عرض کیا کہ ان کے بعد کون بہترین ہے؟ فرمایا پھر عمرؓ بن الخطاب سب سے بہتر ہیں۔ پھر اس خیال سے کہ عثمانؓ کو ذکر کریں میں نے کہا کہ پھر آپ سب سے بہتر ہیں؟ جواباً فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں..... الخ“

(۳)

## فاروق اعظمؓ کے عمل سے اولادِ علیؑ

### کامسائل فقہی میں استدلال کرنا

ابن قتیبہ دینوری المتوفی ۲۷۶ھ نے اپنی کتاب ”المعارف“ باب خلافتِ علیؑ بن ابی طالب میں واقعہ ہذا نقل کیا ہے:-

— وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ يَكْنَىٰ أَبَا مُحَمَّدٍ وَكَانَ خَيْرًا وَرَأَىٰ يَوْمًا يَمْسَحُ عَلَىٰ خُفَّيْهِ فَقِيلَ لَهُ تَمَسَّحُ؟ فَقَالَ نَعَمْ قَدْ مَسَّحَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَمَنْ جَعَلَ عُمَرَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ فَقَدْ اسْتَوْتَقَ“

المعارف لابن قتیبہ دینوری، ص ۹۳۔ باب

خلافتِ علی المرتضیٰؑ۔ مطبوعہ مصر، طبع قدیم،

مطلب یہ ہے کہ ابو محمد عبداللہ محض بن حسن ثلثی بن امام حسن بہترین بزرگ تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے موزوں پر مسح کیا کسی شخص نے دیکھ کر کہا کہ آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں مسح کرتا ہوں اور (استدلالاً) کہا کہ عمر بن الخطاب مسح کرتے تھے اور جس شخص نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان عمر بن الخطاب کو دلیل بنایا اس نے مضبوط سند اختیار کی۔“

(۴)

حضرت علی بن ابی طالب کے حقیقی برادر عقیل بن ابی طالب سے حضرت عمر کی تعریف میں مرفوع روایت منقول ہے ملاحظہ فرمائیں:

عن عقیل بن ابی طالب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعمر  
بن الخطاب ان غضبک عذوب و رضاک حکم۔“

(انبار اصنہان لابن نعیم اصنہانی ص ۹۷، ج ۱ طبع لیدن یورپ)

”عقیل بن ابی طالب کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب کو فرمایا  
تیرا غضب دینی حمیت ہے اور تیرا رضا مند ہونا پسندیدہ حکم ہے۔“

## فصل دوم

حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدینؑ) اور ان کے صاحبزادے امام زید کے چند ایک بیانات حضرت عمر فاروقؓ کی فضیلت و منقبت میں درج کیے جاتے ہیں۔ اس چیز سے حضرت عمرؓ کا مقام ان حضرات کے نزدیک واضح ہوگا۔

(۱)

حضرت عمرؓ و حضرت ابوبکرؓ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے اتنا قدر نزدیک تھے جس قدر اب قریب ہیں

مسند امام احمدؒ سنن ذی الیومین جلد چہارم میں مروی ہے کہ:

« حَدَّثَنِي أَبُو مَعْمَرٍ عَنْ ابْنِ أَبِي حَارِزٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَلِيٍّ  
بِ بْنِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ مَا كَانَ مَنَزِلَةَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مَنَزِلَتُهُمَا السَّاعَةَ »

(۱)۔ مسند امام احمدؒ ج ۴، سنن ذی الیومین جلد چہارم مصر

معد منتخب کنز۔

(۲)۔ سیرت عمرؓ ابن الخطاب لابن الجوزی ص ۳۲-۳۳ و

ص ۲۱۶۔ طبع مصر۔

(۳)۔ تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ج ۴ ص ۳۰۶۔

تذکرہ علی بن الحسینؑ۔

(۴) — تاریخ الخلفاء سیوطی سنہ ۸۰۰ مطبع مجتبیٰ دہلی فیصل  
فی الاحادیث الواردة فی فضلہ (الصدیق)  
مترجمًا بعمر سوئی ما تقدم۔

حاصل یہ ہے کہ:

• ایک شخص نے زین العابدین (علی بن الحسین) کے پاس حاضر ہو کر کہا  
کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا قرب حاصل تھا؟ تو زین  
العابدین نے فرمایا کہ جو نزدیک اور قرب ان کی قبروں کو حاصل ہے بجا  
حیات ان کو یہی تقرب نصیب تھا۔

## حضرت عمرؓ کی فضیلت کا اعتراف اور ان پر

### طعن کرنے والوں کا رد

اہل علم کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی جلد ثالث  
تذکرہ زین العابدین میں زین العابدین سے ایک مفصل روایت مروی ہے اس میں  
انہوں نے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے حق میں عراقی معتزین و طاعین  
کا قرآنی آیات سے استدلال کر کے خوب رد کیا ہے اور اس بات کی شہادت  
اور گواہی دی ہے کہ تم ایسے مسلمانوں میں سے ہو گئے نہیں ہو جن کے حق میں قرآن مجید  
تعلیم دیتا ہے کہ خدا سے ان کی مغفرت طلب کی جائے۔ رَدِّتْنَا اَغْفِرْنَا وَ  
اِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (الخ)

آخر کلام میں ان کے لیے بددعا کی اور اپنے ہاں سے نکل جانے کا حکم دیا،

قَالَ اَخْرَجُوا فَعَلَ اللهُ بِكُمْ۔

رحلیۃ الاولیاء، جلد ثالث، تذکرہ (علی بن الحسین

ج ۳-ص ۳۴-۱- طبع مصر)

اور حافظ ابن کثیر نے زبیر بن بکّار کے حوالہ سے عراقی معتز ضہین کے حق میں زین العابدین کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

«فَقُومُوا عَنِّي لَا بَارَكَ اللَّهُ فِيكُمْ وَلَا قَرَبٌ مَدْرِكُمْ- أَنْتُمْ

مُسْتَهْزِؤُونَ بِإِسْلَامٍ وَلَسْتُمْ مِنْ أَهْلِهِ»

» یعنی زین العابدین نے عراقی طاعنین کو حکم دیا کہ ہمارے ہاں سے اٹھ جاؤ، اللہ تم میں برکت نہ دیں اور تمہارے گھر رحمت کے قریب نہ ہوں۔ تم اسلام کے ساتھ مسخری کرتے ہو اور تم اہل اسلام سے نہیں ہو۔  
(البدایہ، جلد ۹ ص ۱۰۷ تحت تذکرہ علی بن الحسین)

(۲)

اس کے بعد زین العابدین کے حقیقی لڑکے اور محمد باقر کے حقیقی بھائی امام زید بن زین العابدین کا بیان لکھا جاتا ہے:

(۱) - عَنْ زَيْدِ ابْنِ عَبْدِكَانَ كَانَ يُشْبِهُ بِعَمْرٍ فِي السِّيَرَةِ»

(ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۸۵ - فصل فی ما رواہ

علیٰ فی فضل عمرؓ -

» یعنی یقیناً حضرت علیٰ کی سیرت و عملی زندگی حضرت عمرؓ کے ساتھ

مشابہ تھی اور ان دونوں حضرات کا ایک کردار اور ایک عمل تھا۔

اسی وجہ سے حضرت زیدؓ کو فرمایا کرتے تھے کہ الْبِرَاءَةُ مِنْ أَبِي بَدْرٍ وَعُمَرُ

بِرَاءَةٌ مِنْ عَلِيٍّ»

» ابو بکرؓ و عمرؓ سے تبرّات کرنا بعینہ علی بن ابی طالب سے

بیزاری اختیار کرنا ہے“

(۱) - سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۳۲-۳۳  
طبع مصری -

(۲) ریاض النضرہ، ص ۵۸، جلد اول -

(۲) - حضرت عمرؓ کے حق میں حضرت زیدؓ کی عقیدت مندی اور ان کی دیانت داری  
درست عملی کا اقرار و اعتراف کرنا اب شیعہ کی معتبر کتابوں سے ناظرین  
کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ مضمون ہذا مسلم الطرفین ہو جائے۔ اور  
قبل ازیں یہ مضامین ذرا تفصیل سے ہم حصہ صدیقی کے آخری باب پنجم میں درج  
کر چکے ہیں۔

سید جمال الدین ابن عنبہ شعبی نے کتاب ”عمدة الطالب“ میں تحت اخبار  
زید شہید کے لکھا ہے:

..... وَكَانَ اصْحَابُ زَيْدٍ لَمَّا خَرَجَ سَأَلُوهُ مَا تَقُولُ فِي ابْنِ  
بَكْرٍ وَعُمَرُو؟ فَقَالَ مَا أَقُولُ فِيهِمَا إِلَّا الْخَيْرَ وَمَا سَمِعْتُ مِنْ أَهْلِي  
فِيهِمَا إِلَّا الْخَيْرَ فَقَالُوا لَسْتَ بِصَاحِبِنَا .....  
..... وَتَفَرَّقُوا عَنْهُ فَقَالَ رَفَضُونَا الْقَوْمَ قَسَمُوا الرَّافِضَةَ“

حاصل یہ ہے کہ حضرت زید نے جب (خلیفہ وقت) کے خلاف خروج کیا  
اس وقت زید کے ساتھیوں نے ان سے سوال کیا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کے متعلق  
آپ کا کیا خیال ہے؟ زید فرماتے لگے کہ میں ان دونوں کے حق میں کلمہ خیر  
ہی کہتا ہوں اور اپنے خاندانی بزرگوں سے بھی ان کے بارہ میں میں نے کلمہ خیر  
ہی سنا ہے۔ یہ جواب سن کر وہ کہنے لگے کہ آپ ہمارے خلیفہ و امیر  
نہیں ہیں۔ زید سے یہ لوگ متفرق ہو گئے اور ساتھ چھوڑ دیا۔ زید کہنے لگے

کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے، پس ان کا نام رُفَضہ ورافضی رکھا گیا  
(جماعت کو چھوڑ دینے والے)۔

— ایرانی بادشاہ چاہ قاجار کے وزیر اعظم مرزا تقی لسان الملک نے اپنی  
مشہور تصنیف ناسخ التواریخ جلد دوم میں اس واقعہ کو مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے:  
..... کہ طائفہ از معارف کوفہ بازید بیعت کردہ بودند، در خدمت حضور

یافتہ گفتند رحمک اللہ در حق ابی بکر و عمر چه گوئی؟ فرمود در بارہ ایشان  
جز بخیر سخن نگویم و از اہل خود نیز در حق ایشان جز سخن خیر شنیدہ ام.....  
..... بالجملہ زید فرمود ایشان بر کسے ظلم و ستم نہ اندزد و بکتاب سنت  
رسول کار کردند۔

(ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۵۹۰۔ طبع ایران۔ قدیم طبع)  
”یعنی کوفہ کے مشہور لوگوں کی ایک جماعت (جس نے حضرت زید کے  
ساتھ بیعت کی ہوئی تھی) زید کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ اللہ آپ پر  
رحم فرمائے ابو بکر و عمر کے حق میں آپ کیا خیال رکھتے ہیں؟ زید بن امام  
زین العابدین نے فرمایا کہ میں ان دونوں کے حق میں کلمہ خیر اور بہتر بات  
کے سوا کوئی قول نہیں کرتا۔ اور میں نے اپنے خاندان (اہل بیت) سے  
بھی ان دونوں کے بارہ میں کلمہ خیر کے بغیر کچھ نہیں سنا۔“  
(مطلب یہ ہے کہ تمام خاندانی بزرگ شیخین کے متعلق اچھا لگنا رکھتے تھے)  
اور فرمایا کہ ابو بکر و عمر نے کسی ایک شخص پر ظلم و ستم روا نہیں رکھا تھا  
اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر کار بند تھے۔“



## فصل سوم

اس فصل میں سیدنا محمد باقرؑ کے فرمودات جو حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں مروی ہیں وہ یہاں نقل کیے جاتے ہیں قبل ازیں صدیقی حصہ کے باب پنجم میں بھی ذرا تفصیل سے درج کیے جا چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ نقل کیے ہیں تاکہ جس دوست کے سامنے حصہ صدیقی نہیں گزرا وہ بھی ائمہ اہل بیت کے فرامین سے ناواقف و نا آشنا نہ رہے، بلکہ ان سے مستفید ہو سکے۔

(۱)

جو شخص ابو بکرؓ و عمرؓ کی فضیلت نہیں پہچانتا وہ سنت نبویؐ سے جاہل ہے

..... حدیثنا یونس بن بکر عن محمد بن اسحاق عن ابی جعفر محمد

بن علی قال من لم یعرف فضل ابی بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقد

جهل السنۃ

(۱) حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی، ج ۳ ص ۵۸۔ تذکرہ محمد باقرؑ

(۲) ریاض النضرہ، ج ۱ ص ۵۷۔ بحوالہ ابن السمان۔ الباب الخامس

یعنی حضرت باقرؑ فرماتے ہیں کہ

”جو شخص ابو بکرؓ و عمرؓ کی فضیلت کی شناخت نہیں رکھتا اور ان

کے مرتبہ کو نہیں پہچانتا وہ سنت نبویؐ سے جاہل ہے“

(۲)

سیدنا محمد باقرؑ سیدنا ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں بزرگوں کے ساتھ محبت و دوستی رکھتے تھے اور ان کے حق میں استغفار کرتے تھے

... حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ...  
 أَكَانَ مِنْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ أَحَدٌ يُسَبُّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالَ لَا فَاجِبُهُمَا وَ  
 أَنْوَلَاهُمَا وَاسْتَغْفِرُ لَهُمَا“

طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۲۳۶۔ تذکرہ محمد باقر طبع

(لیدن یورپ)

حاصل یہ ہے کہ جابر کہتا ہے کہ میں نے محمد باقر کو کہا کہ ... تم اہل بیت میں کوئی شخص ایسا گزرا ہے جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو سب و تم کرتا ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں! میں تو ان دونوں حضرات کو دوست رکھتا ہوں اور ان سے موالات اور محبت رکھتا ہوں اور ان کے حق میں استغفار کرتا ہوں“

(۳)

جو لوگ شیخین (ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ) سے بیزاری و

تبری اختیار کریں ان سے امام باقرؑ بیزار ہیں

(۱) — حَدَّثَنِي شُعْبَةُ الْحَبَّاطُ مَوْلَى جَابِرِ الْمُجَفِّي قَالَ قَالَ لِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ لَمَّا وَدَعْتُهُ أَبْلَغِ أَهْلَ الْكُوفَةِ إِنِّي بَرِيٌّ مِنْ تَبَاؤُ

مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَأَرْضَاهُمَا“

(۱)۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۳ ص ۱۸۵۔ تذکرہ محمد باقرؑ

(۲)۔ ریاض النضرہ۔ ج ۱ ص ۵۸۔ الباب الخامس

یعنی شعبہ خیاط کہتا ہے کہ جب میں محمد باقرؑ کو رخصت کرنے گیا تو آپ نے مجھے بطور وصیت فرمایا کہ میری طرف سے اہل کوفہ کو پیغام دے دو کہ جو شخص ابو بکرؓ و عمرؓ سے بیزاری کرنا ہے میں اس سے بری ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوں اور ان کو راضی رکھیں۔“

(۲)۔ . . . عَنْ عُمَرَ بْنِ شِمْرٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ يَا جَابِرُ

بَلِّغْنِي أَنَّ قَوْمًا بِالْعِرَاقِ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ مُحِبُّونَا وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ كَوْنٌ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَيَزْعُمُونَ أَنِّي أَمَرْتُهُمْ بِذَلِكَ فَأَبْلِغْهُمْ إِلَى اللَّهِ مِنْهُمْ بَرِيٌّ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوُؤَلِيَّتٌ لَتَقَرَّبْتُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بِدِمَائِهِمْ لِأَنَّا لَنُنِي شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ إِنْ لَمْ أَلْنِ اسْتَعْفِرْ لَهُمَا وَأَتَرَ حَمْرَ عَلَيْهِمَا أَنَّ أَعْدَاءَ اللَّهِ لَغَافِلُونَ عَنْهُمَا“

(۱)۔ حلیۃ الاولیاء اصفہانی، ج ۳ ص ۱۸۵۔ تذکرہ

امام باقرؑ

(۲)۔ ریاض النضرہ، ج ۱ ص ۵۸۔ الباب الخامس۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اے جابر مجھے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عراق میں ایک قوم ہے وہ لوگ ہماری محبت اور دوستی کے دعویدار ہیں اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے متعلق کمی بیشی (اور طعن تشنیع) کرتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اس چیز کا امر کیا ہے (میری جانب سے) ان کو اطلاع کر دو کہ اللہ تعالیٰ گواہ و شاہد ہے کہ میں ان سے بری و بیزار

ہوں جس ذات کے قبضہ قدرت میں میری جان اس کی قسم ہے کہ اگر مجھے اس قوم پر حکومت حاصل ہو جائے تو ان کی خون ریزی و قتل کر کے اس کے ہاں تقرب و نزدیکی حاصل کروں۔ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت ہی نصیب نہ ہو اگر میں ابو بکرؓ و عمرؓ کے لیے استغفار نہ کروں اور ان کے حق میں ترمیم و دعا کے کلمات نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں (کے مقام) سے غافل ہیں۔“

(۳) — وَأَخْرَجَ الدَّارِقُطْنِي عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ سَأَلَ أَبَا جَعْفَرٍ الْبَاقِرَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَتَرَحَّمَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ عِنْدَنَا بِالْعِرَاقِ إِنَّكَ تَبْرَأُ مِنْهُمَا فَقَالَ مَعَاذَ اللَّهِ كَذَبُوا وَدَبَّ الْكُفْبَةُ ثُمَّ ذَكَرَ لِي أَبِي حَنِيفَةَ تَزْوِجَ عَلِيٍّ بِنْتَهُ أُمَّ كُلثُومٍ بِنْتِ فَاطِمَةَ مِنْ عُمَرَ وَ أَنَّه لَوْ كُنَّ بَيْنَ لَهَا أَهْلًا مَا زَوَّجَهُ إِيَّاهَا فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَوْ كَتَبْتَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ لَا يُطِيعُونِي بِالْكِتَابِ“

(الصواعق المحرقة، ص ۲۸۔ الفصل الخامس في ذكر الشبهات الشيعة تحت الشبهة الحادية عشرة، ص ۲۸۔ طبع مطبع مطبوعات دار الشريعة، المناقب لمام الأعظم للمؤلف بن أحمد المكي ج ۲ ص ۱۶۵۔ المناقب للكردي ص ۱۱۰ ج ۲ طبع دکن۔)

یعنی دارقطنی نے امام ابو حنیفہؒ سے تخریج کی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو ابو جعفر امام محمد باقرؑ سے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے حضرت صدیقؓ و حضرت فاروقؓ اعظمؓ پر ترمیم کے کلمات دعاویہ ارشاد فرمائے۔ یہ سنکر ابو حنیفہ نے محمد باقرؑ کو کہا کہ ہمارے ہاں عراق میں لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابو بکرؓ و عمرؓ سے تبری و بیزاری

کیا کرتے ہیں۔ محمد باقرؑ نے کہا کہ معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) رب کعبہ کی قسم انہوں نے یہ سب جھوٹ اور دروغ کہا۔ پھر سیدنا باقرؑ نے امام ابوحنیفہؒ کے سامنے ترویج اتم کلثوم کے ساتھ استدلال پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر عمر بن الخطاب اس چیز کے اہل نہ ہوتے تو ان کو حضرت علیؑ اپنی دختر اتم کلثوم کا نکاح نہ کر دیتے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ آپ یہ چیز اہل عراق کو لکھ کر ارسال کریں تو بہتر ہوگا آپ نے فرمایا وہ میری تحریر کو تسلیم نہیں کرتے۔“

(۴)۔ اسی مضمون کی ایک روایت ابن جریر طبری نے کثیر النوا کے ذریعہ امام باقرؑ سے نقل کی ہے۔ اس میں محمد باقرؑ نے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ سے تبری و بیزاری کرنے کو صلاحت و گمراہی قرار دیا ہے اور ان حضرات کے ساتھ توٹی و محبت رکھنے کی تلقین کی ہے۔

(۱) تفسیر ابن جریر طبری جلد ۴ ص ۲۶ معنی شاپوری  
تحت الآیہ واخواناً علی سر متقابلین۔

(۲)۔ تفسیر ابن کثیر تحت آیت مذکورہ، ج ۲ ص ۵۵۳  
طبع مصر۔

(۴)

## اراضی کو ثلث و ربع پر کاشت کیے دینے کا مسئلہ

سیدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ نے زمین کو حصہ سوم و حصہ چہارم پر فراغت کے لیے دینے کے جو ان کی خاطر استدلال قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ:

” قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ يَقُولُ آلِ أَبِي بَكْرٍ وَالْأُمَمُ وَالْعُمَمُ وَالْعُمَمُ وَالْعُمَمُ ”

يَذْفَعُونَ أَرْضِيهِمْ بِالثَّلَاثِ وَالرُّبْعِ ۚ

(المصنف لعبد الرزاق، ج ۸، ص ۱۰۱۔ باب المزاحمة على الثلث والرابع)

دو یعنی آل ابی بکرؓ اور آل عمرؓ اور آل علیؓ اپنی اپنی اراضی آمدن کے

ثلث اور ربع پر مزاحمین کو دیا کرتے تھے۔

حضرت محمد باقر کے استدلال سے واضح ہو گیا کہ ان بزرگوں کا دین و مذہب ایک

تھا۔ الگ الگ مذہب نہ تھا۔ مسائل میں ایک دوسرے کے افعال کو دلیل بناتے اور

اعمال کو استدلال میں پیش رکھتے تھے جو ان کے باہمی اخلاص اور دوستی اور دینی

اعتماد کا بین ثبوت ہے۔

(۵)

امام محمد باقرؓ کے اقوال و فرامین کے آخر میں ان کا قول پیش کیا جاتا ہے جو شیخ علمائے

اور اہل ائمتہ علماء دونوں نے نقل کیا ہے۔ کثیر النوائء کے ذریعہ منقول ہے۔ کثیر النوائء

کا خلوص تشیع محتاج دلیل نہیں ہے۔ امام کے اس فرمان سے بہت سے فوائد حاصل ہو

رہے ہیں ان میں سے چند ایک بصورت عنوان یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے جب برابر بھی اہل بیت کے حقوق ضائع نہیں کیے۔

(۲) دونوں عالم میں دوستی و تولی کے مستحق ہیں۔

(۳) منغیرہ اور بنیان نے ائمہ کرام پر جھوٹ و کذب تجویز کر کے

مسلمانوں میں نشر کر دیئے۔

\_\_\_\_\_ قَالَ أَبُو بَكْرٍ (الجوهري) . . . . . قَالَ يَحْيَى بْنُ الْمَنْوُكِيِّ أَبُو

عَقِيلٍ كَثِيرُ النَّوَاءِ قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاكَ

أَرَأَيْتَ أَتَىٰ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ هَلْ ظَلَمَّاكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا أَوْ قَالَ ذَهَبًا بِهِ  
 مِنْ حَقِّكُمْ فَقَالَ لَا! وَالَّذِي أَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ  
 لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا مَا ظَلَمْنَا مِنْ حَقِّكَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ  
 قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ أَفَأَنْتَوَا لَهُمَا قَالَ نَعَمْ وَيَجُوكَ تَوَلَّيْتُمَا فِي  
 الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ غِيٍّ تُعْنِي ثُمَّ قَالَ فَعَلَ اللَّهُ بِالْمُعْتَرِ  
 وَبَنَاتٍ فَاتَّهَمَا كَذِبًا عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ“

(۱) - وفاء الوفاء باخبار وار المصطفى از علامہ نور الدین السمہودی

ج ۳ ص ۱۰۱ - فصل فی صدقاتہ صلی اللہ علیہ وسلم -

(۲) - شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید المتحرری الشیعی - طبع

بیروت شام، ج ۴ ص ۱۱۳ - بحث فدک الفصل الاول

حاصل یہ ہے کہ:

”کثیر النوائ کہتا ہے کہ میں نے امام باقر سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان  
 جاؤں کیا ابو بکر و عمر بن الخطاب نے تمہارے حقوق میں ظلم و ستم روا رکھا تھا؟  
 یا تمہارے حق کو برباد اور ضائع کر دیا تھا؟ امام نے جواب دیا کہ بالکل نہیں!  
 اس ذات کی قسم جس نے تمام عالم کے نذیر پر اپنا قرآن مجید نازل فرمایا۔ ان  
 دونوں (بزرگوں نے) ہمارے حقوق سے ایک دانہ کے برابر بھی ضائع نہیں  
 کیا اور ظلم نہیں کیا۔“

کثیر کہتا ہے پھر میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ہوں ان دونوں  
 کے ساتھ تولی اور دوستی رکھوں؟ سیدنا محمد باقر نے فرمایا کہ ان سے تجھے  
 دنیا و آخرت دونوں عالم میں دوستی رکھنی چاہیے! اور (بالفرض) کوئی وبال  
 پیش آئے تو وہ میری گردن پر ہوگا۔

پھر فرمایا کہ مغیرہ بن سعید اور بنان کے ساتھ اللہ تعالیٰ وہی معاملہ فرمائے  
 جس کے وہ اہل ہیں ان دونوں نے ہم اہل بیت پر جھوٹ، کذب و افتراء  
 و دروغ بنا بنا کر پھیلا دیے اور ہماری طرف منسوب کر دیتے۔  
 — محمد باقر کا یہ فرمان جس کو شیعہ و سنی علماء نقل کر رہے ہیں بڑا فرنی ہے اور ہزار توجیہ  
 کا مستحق ہے۔ ناظرین کرام اس کو بار بار ملاحظہ فرما کر صحیح رہنمائی حاصل کر سکتے  
 ہیں۔

---



## فصل چہارم

اس فصل میں حضرت جعفر صادقؑ کے وہ اقوال درج کیے جاتے ہیں جن میں حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی عظمت اور فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ قبل ازیں حصہ صدیقی باب پنجم میں یہ مضمون منسلک گزر چکا ہے یہاں مختصراً تحریر ہے۔

(۱)

جو شیخین (ابوبکر و عمرؓ) کے ساتھ تولی و دوستی نہ کرے اس کو شفاعت نبوی نصیب نہ ہو

..... عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ قَالَ قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
أَبُو بَكْرٍ جَدِّي أُنْفِيسُ الرَّجُلِ جَدًّا إِذْنَا لَتُنِّي شَفَاعَةُ مُحَمَّدٍ إِنْ لَمْ  
أَكُنْ أَوْلَاهُمَا وَأَبَوًّا مِنْ عَدُوِّهِمَا ۚ

۱۔ (سیرت عمر بن الخطاب لابن جوزی، ص ۳۲ طبع مصری)  
۲۔ کتاب السنۃ لامام احمد۔ ص ۱۹۷۔ طبع مکہ مکرمہ  
یعنی سالم کہتا ہے کہ سیدنا جعفر صادق نے فرمایا کہ ابوبکر میرے (بداور  
نانا ہیں) کوئی شخص اپنے آبا و اجداد کو گالی دیتا ہے؟ نبی اقدس محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم کی شفاعت ہی مجھے نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکر و عمرؓ سے تولی اور  
دوستی نہ رکھوں اور میں ان کے دشمن سے بیزار ہی اختیار نہ کروں ۚ

(۲)

حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ امام عادل تھے حق پر تھے نازیت حق پر قائم ہے  
قیامت میں ان پر اللہ کی رحمت ہو۔ . . . . فَقَالَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ مَا تَقُولُ

فِي حَقِّ ابْنِ بُكَيْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُمَا إِمَامَانِ عَادِلَانِ  
فَأَسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَا نَاعَلِيهِ فَعَلِيهِمَا رَحْمَةُ اللَّهِ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ ۚ

کتاب احقاق الحق، قاضی نور اللہ شوستری شیعہ، ج ۱ ص ۱۶ طبع  
مصر قدیم - وص ۰، جلد اول طبع جدید طہرانی موعظ تعلیقات نجفی،

حاصل یہ ہے کہ :

”ایک شخص نے جعفر صادقؑ سے ابو بکر و عمرؓ کے متعلق سوال کیا تو امام  
موصوف نے جواباً فرمایا کہ یہ دونوں بزرگ تمام اہل اسلام کے امام تھے  
عدل و انصاف کرنے والے تھے، حق بات پر قائم رہے، حق پر ہی ان کا خاتمہ  
ہوا۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے“

(۳)

حضرت جعفر صادقؑ حضرت ابو بکر و عمرؓ کے ساتھ تولی و دوستی رکھتے  
تھے، ان کی قبر پر جا کر سلام سنون کہتے تھے۔

— وَالْمَدْرُوسِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ إِنَّهُ كَانَ يَتَوَلَّى هُمَا وَيَأْتِي  
الْقَبْرَ فَيُسَلِّمُهُ عَلَيْهِمَا مَعَ تَسْلِيمِهِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۚ

دا، — کتاب الشافی، ص ۲۳۸ طبع قدیم تبع تلخیص الشافی  
از سید مرتضیٰ الشیعہ -

(۲) — شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید الشیعہ، ج ۴ ص ۱۴۰ -  
بحث فدک - الفصل الثالث -

مطلب یہ ہے کہ جعفر صادقؑ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے ساتھ دوستی اور  
 مروت رکھتے تھے جس وقت سید الاولین و آخرین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ  
 و التسلیمؐ کی قبر تشریف پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوئے  
 تو ابو بکر الصدیقؓ اور عمرؓ بن الخطابؓ کی قبور پر بھی سلام و تسلیم کہتے تھے۔  
 — اہل علم پر واضح رہے کہ صاحب الثانی سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اس چیز کا کوئی متقول  
 جواب نہیں پیش کر سکے۔ آخر الحیل وہی دیرینہ نسخہ استعمال فرمایا ہے کہ امام سے  
 یہ کلام بطور تفتیہ کے صادر ہوا ہے۔

---

## فصل پنجم

— یہ اس باب کا آخری فصل ہے اس میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں اپنے بیٹوں کا نام عمر تجویز کیا ہے۔ امام حسنؑ کی اولاد میں ان کے ایک لڑکے کا نام عمر موجود ہے۔ امام حسینؑ کے صاحبزادوں میں شیعہ علماء نے ایک کا نام عمر تحریر کیا ہے۔ اسی طرح زین العابدین نے اپنے ایک لڑکے کا نام عمر رکھا ہے۔

— حضرت عمرؓ کا مبارک نام حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد شریف میں نسلاً بعد نسل جاری رہنا کوئی اتفاقیہ امر نہیں اور نہ ہی کوئی وقتی واقعہ ہے یہ ایک حقیقت صحیحہ ہے جو ان ائمہ کرام کے درمیان ہمیشہ جاری رہی۔

اس چیز نے ثابت کر دیا کہ سیدنا حضرت علیؑ اور سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے درمیان موافقت تھی، محبت تھی، دوستی تھی، یگانگت تھی۔ ان حضرات کے درمیان کسی قسم کی مذہبی یا سیاسی کوئی دشمنی نہ تھی، نفرت نہ تھی، مخالفت نہ تھی، معاندت نہ تھی۔ اس مسئلہ کے لیے مندرجہ واقعات مضبوط دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اب شیعہ بزرگوں کی معتبر کتابوں سے حوالہ جات بلفظہ نقل کر کے پیش کیے جاتے ہیں۔

یہ مضمون حصہ صدیقی کے آخری باب پنجم کے فصل معتم میں ذرا مفصل بیان کیا جا چکا ہے اور سنی و شیعہ دونوں جانب کی کتب سے بیان ہوا۔ اب یہاں یہ مسئلہ مختصراً صرف شیعہ کتابوں سے نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱)

## حضرت عمر بن الخطاب کا مبارک نام حضرت علی المرتضیٰ کے صاحبزادوں میں

اقل:

— مشہور شیعہ مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب المتوفی ۲۵۹ھ یا ۲۵۹ھ نے اپنی تاریخ یعقوبی میں حضرت علیؑ کی ذکور اولاد یعنی صاحبزادے شمار کرتے ہوئے گیارہویں نمبر پر عمر بن علیؑ کا ذکر کیا ہے۔ عبارت ذیل ہے:

”..... وَكَانَ لَهُ مِنَ الْوَالِدِ الذَّكَوْرِ اَرْبَعَةٌ عَشْرًا ذَكَرًا  
الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَمَحْسَنَ مَاتَ صَغِيرًا اُمَّهُمْ فَاِطْمَنَتْ بِنْتُ رَسُولِ  
اللَّهِ (۴) ..... وَعَمْرُ اُمَّهُ اُمُّ حَبِيبِ بِنْتُ رَبِيعَةَ  
الْبَكْرِيَّةِ..... الخ“

تاریخ یعقوبی، ج ۲ ص ۲۱۳۔ تحت حالات

علی المرتضیٰ، طبع جدید بیروت

دوم:

شیعہ کے مسلم مجتہد علامہ الشیخ المفید (محمد بن محمد بن النعمان) متوفی ۳۱۳ھ نے اپنی معتبر تالیف ”الارشاد“ باب ذکر اولاد امیر المؤمنین علیہ السلام میں حضرت علی المرتضیٰ کی مذکورہ نمونہ اولاد ستائیس عدد نام بنام درج کی ہے۔ الحسن والحسین..... اور چھٹے و ساتویں نمبر پر عمر اور اس کی بہن رقیۃ کو جو اس کی توأم ہے یعنی جڑویں جنمی بہنی ہے، لکھا ہے وَعَمْرُ وَرَقِيَّةُ كَانَا تَوَامِلِيْنِ .. الخ“

دارشاد شیخ مفید، ص ۱۶۷-۱۶۸۔ طبع جدید طہرانی۔ باب  
ذکر اولاد علی علیہ السلام۔

سوم:

سیدہ کے مشہور و معروف منقبت گو و تراجم نویس فاضل علی بن عیسیٰ اربیلی نے اپنی  
کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الأئمہ زوجہ ۶۸۷ کی تصنیف ہے، میں حضرت علیؑ کی اولاد  
شریف کے ذکر میں چوڑا حصہ لکھا ہے اور انہیں اعداد لکھ کر کیا تحریر کی ہیں وہاں شمار  
میں تیرہویں نمبر پر عمر بن علیؑ کا نام لکھا ہے۔ عبارت ذیل ہے :-

”..... الذکور الحسن والحسین ومحمد الاکبر۔ عبید اللہ

و ابوبکر والعباس و عثمان و جعفر و عبد اللہ و محمد الاصغر و

یحییٰ و عون و عمر و محمد الاوسط علیہم السلام“

کشف الغمہ فی معرفۃ الأئمہ، جلد اول، ص ۵۹۰

مع ترجمہ المناقب فارسی طبع جدید تبریز طہران

چہارم:

سید جمال الدین احمد بن علی المعروف ابن غنیہ متنوفی ۸۲۸ھ نے اپنی تصنیف

عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب الفصل الخامس میں تحریر کیا ہے.....

” ذکر عقب عمرا الاطرف بن امیر المؤمنین علیہ السلام

اممہ الصہباء التغلبیۃ..... من سبئی الیماۃ..... الخ

عمدة الطالب، ص ۳۶۱۔ الفصل الخامس مطبوعہ

نخف اشرف عراق۔ طبع جدید، مطبع حیدریدہ

پنجم:

گیارہویں صدی کے مشہور مجتہد ملا باقر مجلسی (متنوفی ۱۱۱۱ھ) نے اپنی معتبر کتاب

جلد العیون“ فارسی باب عدد و شہداء اہل البیت (جو عاشورا کے روز شہید ہوئے تھے) میں لکھا ہے کہ :-

در نو نفر از فرزندان امیر المؤمنین - حضرت سید الشہداء، و عباس  
 و سپر او محمد و عمر و عثمان و جعفر و ابراہیم و عبد اللہ اصغر و محمد اصغر سپران  
 امیر المؤمنین علیہ السلام - الخ

(جلد العیون، ص ۴۶۴-۴۶۵ فارسی ملا باقر، تحت  
 ذکر شہداء کربلا از اولاد امیر المؤمنین، طبع  
 تہران، سن طباعت ۱۳۲۴ھ)

ششم :-  
 کتاب منتہی الآمال (از علامہ شیخ عباس قمی شیعہ مجتہد صدی چہارم) فصل  
 ششم میں امیر المؤمنین علیؑ کی اولاد کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ  
 ”... عمر و زینبہ کبریٰ ست کہ ہر دو زن توأم از مادر متولد شدند

و مادر ایشان اُمّ حبیب دختر ربیعہ است... الخ  
 راجع علم پر واضح رہے کہ اسی اُمّ حبیب کو الصہباء الثعلبیہ بھی کہتے ہیں۔  
 (منتہی الآمال ص ۱۹۲-۱۸۴، ج ۱ نجفی خود فصل مذکور)

ہفتم :-  
 شیخ عباس قمی شیعہ چودھویں صدی کے مجتہد مذکور نے اپنی کتاب ”تحقیق الاحباب“  
 میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس صاحبزادہ کا ذکر لکھا ہے:

”عمر بن علی بن ابی طالب (۴) کنیت اش ابوالقاسم ماورث صہباء  
 است و بارزقہ توأم بدینا آمدہ و آنجناب بفصاحت زبان و سماعت  
 طبع معروف بود... و او آخر کس است از سپران

امیر المؤمنینؑ کی وفات کردہ... الخ

(تحفۃ الاحباب ۲۵۱-۲۵۲ تحت عمر بن علی)

تمام مندرجہ حوالہ جات کا خلاصہ و حاصل یہ ہے کہ

- (۱) — حضرت علی المرتضیٰؑ کے ایک صاحبزادہ کا نام عمر ہے۔
- (۲) — اس کی کنیت ابو القاسم ہے اور اس کا لقب الاطرف ہے۔
- (۳) — یہ اپنی حقیقی بہن زقیہ بنت علی المرتضیٰؑ کے ساتھ توأم (یعنی جڑواں) پیدا ہوا تھا۔
- (۴) — ان دونوں (عمر و زقیہ) کی ماں کا نام الصہباء الثعلبۃ البکریہ ہے جو صدیقی خلافت میں قبیلہ بنی تغلب کے قیدیوں میں قید ہو کر آئی تھی۔ اس کی کنیت ام حبیب بنت ربیعہ ہے۔ یہ سیدنا صدیق اکبر کا حضرت علیؑ کو عطیہ تھا۔
- (۵) — صاحبزادہ عمر بن علیؑ بڑا فصیح اللسان اور طبعا سخی مرد تھا۔
- (۶) — حضرت علی المرتضیٰؑ شہر خدا کے صاحبزادوں میں سب سے آخر میں اس کی وفات ہوئی۔

(۲)

حضرت عمر فاروقؓ کا نام امام حسن مجتبیٰؑ کی اولاد میں —

اول :-

— شیعہ کے معتبر مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر نے اپنی تاریخ یعقوبی میں امام حسنؑ کی اولاد کے ذکر کے تحت لکھا ہے کہ امام حسنؑ کے آٹھ عدد لڑکے تھے اور تیسرے لڑکے کا نام عمر ہے۔  
عبارت یعقوبی یہ ہے۔

— وكان للحسن من الولد ثمانية ذكور وهو الحسن بن الحسن



(المثنیٰ) وامّہ خولة بنت منظور الفزارية - وزید بن الحسن وامّہ  
ام بشر بنت ابی مسعود الانصاری الخزرجی - وعمرو القاسم و  
ابوبکر وعبد الرحمن لامہات اولاد مثنیٰ وطلحہ وعبید اللہ؛  
رتاریخ یعقوبی جلد ثانی، ص ۲۲۸ - طبع جدید بیروت  
ذکر اولاد امام حسن بن علی بن ابی طالب،

## دوم

شیخ مفید نے اور اسی طرح شیعہ فاضل اربلی نے کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں امام  
حسن مجتبیٰ کی اولاد کے تذکرہ میں حضرت حسن (مثنیٰ) بن امام حسن کے حالات کے لیے الگ  
فصل قائم کیا ہے وہاں امام حسن کے فرزندوں میں عمر بن الحسن درج کیا ہے۔ اور ابوبکر  
بن الحسن کا نام بھی لکھا ہے۔

(۱) ارشاد شیخ مفید ص ۱۷۶، باب ذکر ولد الحسن بن علی علیہم السلام۔

(۲) کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۵۸ - طبع تبریزی ایرانی۔

بمع ترجمۃ المناقب فارسی۔

## سوم

اور سید جمال الدین ابن عنین شیعہ بزرگ نے اپنی کتاب عمدۃ الطالب میں امام حسن  
کی اولاد میں زید بن حسن مثنیٰ - عبد اللہ (اس کی کنیت ابوبکر ہے) - و عمر و خنیرہ ذکر  
کیے ہیں۔

عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، ص ۸۱

بیان اولاد امام حسن - طبع مطبع حیدرآباد نجف اشرف عراق

## چہارم

شیعوں کے مسلم مجتہد ملا باقر مجلسی نے "جلاء العیون" میں اہل بیت کے شہداء اور کربلا

کی تعداد ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

”... وچهار نفر از فرزندان امام حسن ابو بکر و عبد اللہ و قاسم و بشر و بعضی بجائے بشر عمر گفتہ اند۔“

وازه فرزندان امام حسین آنچہ مشہورست علی اکبر و عبد اللہ کہ در کنار حضرت شہید شدہ و بعضی ابراہیم و محمد و حمزہ و علی دیگر و جعفر و عمر و زید گفتہ اند۔“

و کتاب ”جلاء العیون“ فارسی مآ باقر مجلسی، ص ۲۶۲-۲۶۵  
باب در بیان عدد شہداء اہل البیت کہ در روز عاشورہ شہید شدند

## پنجم

شیخ عباس قمی مجتہد صدی چہارم نے اپنی مشہور کتاب منتہی الآمال باب چہارم،  
فصل ششم امام حسن کی اولاد کے ذکر میں درج کیا ہے کہ

”... عمر بن الحسن و دو برادر اعیانی او قاسم و عبد اللہ و مادر ایشان  
ام ولدست۔۔ الخ

(منتہی الآمال، ج ۱، ص ۲۲۰۔ باب مذکور و فصل

مذکور۔ طبع تہران۔ نختی خورد)

حوالہ جات انہذا کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱)۔ امام حسن مجتبیٰ بن علی المرتضیٰ کے صاحبزادے علی اختلاف الروایات آٹھ  
عدد ہیں۔

(۲)۔ ان میں ایک صاحبزادہ بالاتفاق عمر بن الحسن ہے۔

(۳)۔ اس کی ماں اُم ولدہ ہے۔

(۴)۔ بعض علماء کے نزدیک یہ بھی اپنے چچا امام حسین کے ساتھ کہ بلا میں شہید ہوا تھا۔

(۳)

حضرت سیدنا عمر بن الخطاب کا اسم گرامی امام

زین العابدین علی بن الحسین کی اولاد میں جاری ہے

اول۔ اصول کافی کتاب الحجۃ باب ما یفصل بہ بین دعوی الحق والمبطل فی امر الامامۃ میں محمد بن یعقوب کلینی لازمی نے ایک تغزیت کا واقعہ درج کیا ہے اس میں عمر بن علی بن الحسین کا ذکر موجود ہے۔ عبارت ذیل ملاحظہ فرما کر تسلی کریں:-

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْجَعْفَرِيِّ قَالَ اتَيْنَا خَدِيجَةَ بِنْتَ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ نَعْرِضُهَا بَابٍ بَدَتْهَا فَوَجَدْنَا عِنْدَهَا مُوسَى بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ فَإِذَا هِيَ فِي نَاحِيَةِ قَرْيَةٍ مِنَ التِّسَاءِ فَحَزَبْنَاهَا... الخ

(اصول کافی کتاب الحجۃ، ص ۲۲۵۔ طبع مکتبہ نول کشور)

باب ما یفصل بہ بین دعوی الحق والمبطل فی امر الامامۃ)

یعنی عبد اللہ جعفری کہتا ہے کہ ہم علی بن الحسین (زین العابدین) کے بیٹے عمر کی لڑکی خدیجہ نامی کے پاس اس کی لڑکی کے بیٹے یعنی دوہتے کی تغزیت کرنے کے لیے آتے خدیجہ کے پاس عبد اللہ بن حسن کے لڑکے موسیٰ موجود تھے۔ اور یہ خود ایک کونہ میں عورتوں میں بیٹھی تھیں اس وقت ہم نے تغزیت کی... الخ

دوم۔ آرشاد شیخ مفید میں باب ذکر ولد علی بن الحسین (امام زین العابدین) علیہما السلام میں پندرہ عدد اولاد ذکر کی ہے۔ محمد باقر۔ عبد اللہ۔ الحسن۔ والحسین وزید و عمرو والحسین الاصغر و عبد الرحمن و سلیمان و علی... الخ

یعنی یہاں چھٹے نمبر پر عمر کا نام مذکور ہے۔ اس کے بعد لڑکیاں درج کی ہیں۔“

دارشاد شیخ مفید، ص ۲۴۴۔ باب اولاد

زین العابدین، طبع جدید طہران سن ۱۳۶۶ھ

سوم۔ علی بن عیسیٰ فاضل اربلی شیعئی نے کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۸۴ بمع ترجمۃ المناقب

فارسی، باب ذکر ولد علی بن الحسین علیہم السلام میں زین العابدین کی اولاد شمار کی ہے

وہاں پہلے نمبر پر محمد باقر دوسرے نمبر پر زید، تیسرے نمبر پر عمر ہے (زید اور عمر

دونوں کی ماں اُم ولد ہے)۔“

چہارم۔ عمدۃ الطالب فی النسب آل ابی طالب میں زین العابدین کی اولاد میں ص ۱۹۴

آخر الفصل الثانی اور ص ۳۰۵۔ المقصد الرابع میں عمر بن زین العابدین کا ذکر خیر موجود

ہے۔ عمدۃ الطالب ص ۱۹۴۔ ۳۰۵۔ طبع حیدریہ

نجف اشرف عراق)

پنجم۔ چودھویں صدی کے مشہور و معروف شیعئی مجتہد شیخ عباس قمی نے اپنی معتبر و

مستند کتاب منتہی الآمال جلد دوم باب ششم فصل ہفتم میں امام زین العابدین

کی اولاد کے تحت درج کیا ہے کہ:

”... زید و عمر ازام ولد دیگر... الخ“

یعنی زین العابدین کے دو بیٹے زید و عمر اُم ولد سے تھے۔... الخ

کتاب منتہی الآمال، ج ۲ ص ۲۳ و ۲۵ و ۲۶۔

ذکر اولاد زین العابدین)

ششم۔ اور شیخ عباس قمی موصوف نے اپنی تصنیف تحفۃ الاحباب میں عمر نامی اسماء

کے تحت زین العابدین کے لڑکے عمر الاثراف کا ذکر خیر کیا ہے اور بڑی مدح

ثنا کے ساتھ تذکرہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ (عمر) از فضلائے تابعین و جلیل القدر

صاحبِ دواعی صدقاتِ پیغمبرؐ و امیر المؤمنینؑ بودہ... الخ  
(تحقیق الاحباب ص ۲۵۷ تحت اسماء عمر - طبع طہران)

## الخاتم بالخیر

کتاب "رحماء بینہم" کے فاروقی حصہ کو یہاں ختم کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب ہذا کا دوسرا حصہ ہے۔

ناظرین بانیکن کی خدمت میں مکرر گزارش کی جاتی ہے کہ رسالہ ہذا کے اختتام پر اس حصہ کے تمام مضامین پر اجمالی نظر کر لی جائے۔ کل پانچ باب تھے۔ پھر ہر ایک باب میں کسی جگہ دو فصل اور کہیں چہار فصل اور بعض جگہ پانچ فصل تجویز کیے گئے تھے۔ اس طرح کل سترہ فصول میں یہ مختلف و متنوع عنوانات مکمل کیے گئے ہیں۔

حضرت سیدنا عمرؓ الخطاب کے مابین اور حضرت علیؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کی اولاد شریف کے درمیان جو تعلقات و روابط سردست دستیاب ہوئے وہ ذکر کیے ہیں۔ تعلقات ہذا کا نہ استیعاب مقصود تھا نہ ہی ہو سکا ہے۔ یہ مسئلہ بڑا وسیع ہے اور تمام کتابیں بھی دستیاب نہیں اور جو کتب میسر ہیں ان کا بالاستیعاب دیکھنا بھی کارے وارد ہے صرف اپنے شوق کی حد تک یہ چند چیزیں جمع کی ہیں (تقبلہا اللہ تعالیٰ مننا)۔ گویا خداوند قدوس کے فرمان "رحماء بینہم" کا ایک عملی و علمی نمونہ پیش خدمت کر دیا ہے۔ بزرگانِ دین و اکابرینِ امت کے متعلق یہ ادنیٰ خدمت اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ان کے اقدامِ طیبہ میں ہمارا حشر و نشر کر دے اور ان کی معیتِ اخروی نصیب فرماوے تو یہ اس کا احسانِ عظیم اور لطفِ عمیم ہوگا۔

اس کے بعد اس کا تیسرا حصہ عثمانی ہوگا۔ مالکِ کریم اپنی نصرتِ خاصہ سے بہرہ ور

فرمائے تو اتمام ہو سکتا ہے۔

وهو المستعان وعليه التكلان صلى الله تعالى على خير

خلقه وصفوته مخلوقه وعلى آله واصحابه وسلم۔

---

ناچیز: محمد نافع عفا اللہ عنہ بجامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ

# مراجعات کے کتاب جماعتیہ حصہ دوم (فارقی)

سن وفات صاحب کتاب

نام کتاب

- |              |   |
|--------------|---|
| ۱۷۹ھ         | ۱- مؤلفا امام مالکؒ   |
| ۱۸۲ھ         | ۲- کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ  |
| ۱۸۲ھ         | ۳- کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ  |
| ۱۸۹ھ         | ۴- کتاب الآثار لامام محمدؒ  |
| ۱۸۹ھ         | ۵- کتاب الحجۃ لامام محمدؒ   |
| ۲۰۳ھ         | ۶- کتاب الخراج لیحییٰ ابن آدم القرشی  |
| ۲۱۱ھ         | ۷- المصنف لعبد الرزاق بن ہمام (۱ جلد)   |
| ۲۱۹ھ         | ۸- مسند حمیدی للمحقق ابی بکر عبداللہ الزبیری                                  |
| ۲۲۲ھ         | ۹- کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام                                      |
| ۲۲۲ھ         | ۱۰- غریب الحدیث لابی عبید القاسم بن سلام، ۴ جلد                               |
| ۲۲۷ھ         | ۱۱- السنن لسعید بن منصور  |
| ۲۳۰ھ<br>۲۳۵ھ | ۱۲- طبقات لمحمد ابن سعد (۸ جلد) طبع لیدن                                      |
| ۲۳۵ھ         | ۱۳- المصنف لابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ                               |
| ۲۳۶ھ         | ۱۴- کتاب نسب قریش لابی عبداللہ المصعب<br>بن عبداللہ بن مصعب الزبیری (الزبیری) |
| ۲۴۰ھ         | ۱۵- تاریخ خلیفہ بن خیاط (البعثہ) - ۳ جلد                                      |
| ۲۴۱ھ         | ۱۶- المسند لامام احمد بن حنبلؒ، ۶ جلد مع منتخب کثیر العمال                    |

- ۱۷ - کتاب المختار لابی جعفر محمد بن حبیب بن امیة بغدادی - ۲۲۵ هـ
- ۱۸ - تاریخ کبیر لایم محمد بن اسماعیل بخاری (۸ جلد) ۲۵۶ هـ
- ۱۹ - تاریخ صغیر " " " " (طبع ہند) ۲۵۶ هـ
- ۲۰ - الصصح لایم محمد بن اسماعیل بخاری، طبع نور محمدی - ۲۵۶ هـ
- ۲۱ - الصصح لایم مسلم بن حجاج القشیری (طبع نور محمدی) ۲۶۰ هـ
- ۲۲ - السنن لابن ماجہ (ابو عبد اللہ محمد بن یزید ماجہ)  $\frac{۲۴۳}{۲۴۵}$  ۲۴۵ هـ
- ۲۳ - کتاب المراسیل لابی داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، ۲۴۵ هـ
- ۲۴ - جامع ترمذی لابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی  $\frac{۲۴۵}{۲۴۹}$  ۲۴۵ هـ
- ۲۵ - سنن ابی داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۴۵ هـ
- ۲۶ - المعارف لابن قتیبہ (ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الکاتب الدینوری) ۲۴۶ هـ
- ۲۷ - انساب الاشراف احمد بن یحییٰ بلاذری (مطبوعہ ۱۹۵۹ء)  $\frac{۲۴۴}{۲۴۹}$  ۲۴۴ هـ
- ۲۸ - فتوح البلدان " " " " (سن طلباً ۱۹۵۹ء) " " ۲۴۹ هـ
- ۲۹ - کتاب قیام الیل و قیام رمضان للشیخ محمد بن نصر المروزی ۲۹۴ هـ
- ۳۰ - مستدابی یعلیٰ احمد بن علی الموصلی (قلمی پیر گوٹھ سندھ) ۳۰۷ هـ
- ۳۱ - تاریخ ابن جریر طبری محمد بن جریر ابی جعفر الطبری ۳۱۰ هـ
- ۳۲ - کتاب الکئی والاسماء لابی بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی ۳۱۰ هـ
- ۳۳ - شرح معانی الآثار لابی جعفر احمد بن محمد بن سلامت الطحاوی ۳۲۱ هـ
- ۳۴ - کتاب الامالی ابی قاسم عبد الرحمن بن اسحاق الذجاجی ۳۲۰ هـ
- ۳۵ - سنن لدارقطنی ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی ۳۸۵ هـ
- ۳۶ - مستدرک للحاکم ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشابوری ۴۰۵ هـ



- ٣٤ - حلیة الاولیاء لابن نعیم احمد بن عبد اللہ اصفهانی (١٠ جلد) ھ ٤٣٠
- ٣٨ - فضائل ابی بکر الصديق لابن طالب محمد بن علی بن الفتح الحرزی الشاشی  
 ھ ٤٣٤ { معه رسائل اخری شرح ثلاثیات البخاری وغیره )
- ٣٩ - کتاب جمہرۃ انساب العرب لابن محمد علی بن احمد بن سعید  
 ھ ٤٥٤ { المعروف ابن حزم الظاہری الاندلسی
- ٤٠ - السنن البکری لابن بکر احمد بن حسین البیہقی (١٠ جلد) ھ ٤٥٨
- ٤١ - الاستیعاب لابن عبد البر ابی عمرو یوسف بن عبد البر النمزی  
 ھ ٤٦٣ { معہ الاصابہ لابن حجر (٢ جلد)
- ٤٢ - کتاب الکفایہ فی علم الروایہ خلیب بغدادی ھ ٤٦٣
- ٤٣ - کتاب التمهید لابن عبد البر ھ ٤٦٣
- ٤٤ - جامع بیان العلم لابن عبد البر ھ ٤٦٣
- ٤٥ - اصول فخر الاسلام بمعہ شرح کشف الاسرار علی بن محمد البرزوی ھ ٤٨٢
- ٤٦ - اصول سرخی شمس الاثمہ لابن بکر محمد بن احمد بن ابی سہیل السرخسی  
 ھ ٤٨٣ / ٤٩٠
- ٤٧ - المتاقب لاناام اعظم للموفق بن احمد المکی ھ ٥٦٨
- ٤٨ - شرح اشئہ لاناام البغوی ابی محمد حسین بن مسعود الفراد البغوی ھ ٥١٦
- ٤٩ - تلخیص ابن عساکر لابن بدران ھ ٥٤١
- ٥٠ - تاریخ عمر بن الخطاب لابن جوزی ابوالفرج بن جوزی ھ ٥٩٤
- ٥١ - اسد الغابہ لابن اثیر الجزری (محمد بن محمد بن عبد الکریم الشہیر غزالدین ھ ٦٣٠
- ٥٢ - التاريخ الكامل لابن اثیر الجزری ھ ٦٣٠
- ٥٣ - مقدمہ ابن صلاح ابو عمرو عثمان بن صلاح شہرزوری ھ ٦٢٣
- ٥٤ - جامع مسانید امام اعظم للقاضی خوارزمی (ابو المویذ محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی - ھ ٦٦٥

- ٥٥ - رياض النضرة لمحب الطبري (الابن جعفر احمد محب الطبري) هـ ٩٩٢
- ٥٦ - تفسير مدارك الابن البركات عبدالقادر بن احمد بن محمود لنفسه هـ ٤٠١
- ٥٧ - الفتاوى الكبرى للمحقق ابن تيمية الحراني هـ ٤٢٨
- ٥٨ - تفسير غرائب القرآن ونظام الدين حسن بن محمد بن حسين القمي النيشابوري هـ ٤٣٠
- ٥٩ - مشکوٰۃ المصابيح ولى الدين خطيب تبريزي - سن تاليف هـ ٤٣٤
- ٦٠ - تفسير بحر المحيط لاشير الدين ابى عبدالقادر محمد بن يوسف ابى حيان اندلسي هـ  $\frac{٤٣٥}{٤٣٥}$
- ٦١ - تذكرة الحفاظ لشمس الدين ابى عبدالقادر عثمان القزويني هـ ٤٣٨
- ٦٢ - سير اعلام النبلاء للذهبي (٣ جلد) هـ ٤٣٨
- ٦٣ - الباعث المحثيث لابن كثير عماد الدين ابى الفدا دمشقي هـ  $\frac{٤٤٢}{٤٤٥}$
- ٦٤ - تفسير لابن كثير عماد الدين دمشقي هـ  $\frac{٤٤٢}{٤٤٥}$
- ٦٥ - البدايه والنهايه لابن كثير عماد الدين دمشقي (٣ جلد) هـ  $\frac{٤٤٢}{٤٤٥}$
- ٦٦ - مجمع الزوائد لنور الدين البهيمى (١٠ جلد) هـ ٨٠٤
- ٦٧ - المناقب لامام اعظم للشيخ محمد بن محمد بن شهاب الكردى هـ ٨٢٤
- ٦٨ - لسان الميزان للمحقق ابن حجر ابى الفضل احمد بن على العسقلاني (٤ جلد) هـ ٨٥٢
- ٦٩ - تهذيب التهذيب لابن حجر العسقلاني (١٢ جلد) هـ ٨٥٢
- ٧٠ - كتاب الاسعاف فى احكام الاوقات للشيخ بربان الدين بن موسى الطبري هـ ٩٠٥
- ٧١ - وفاء الوفاء باخبار واره لمصطفى (علامه نور الدين السهمودي) هـ ٩١١
- ٧٢ - تاريخ الخلفاء للسيوطي (جلال الدين سيوطي) هـ ٩١١
- ٧٣ - تنزيه الشريفة المرفوعة لعل بن محمد بن عراق الكفائي هـ ٩٦٣
- ٧٤ - الصواعق المحرقة لابن حجر المكي (شهاب الدين احمد بن حجر البهيمى) هـ  $\frac{٩٤٣}{٩٤٥}$
- ٧٥ - كنز العمال (طبع اول) على متقى البهندي (٨ جلد) هـ ٩٤٥

- ۷۶ - کشف الظنون از حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ  
 کاتب چلبی -  
 ۱۰۶۶ }  
 ۱۰۶۸ } هـ
- ۷۷ - ازالہ الخفاء عن خلافتہ الخلفاء دشاه ولی اللہ محدث دہلوی، ۱۱۷۶ هـ
- ۷۸ - نبراس شرح شرح عقائد مولانا عبدالعزیز پیرہاروی، ۱۲۳۹ هـ
- ۷۹ - تحفہ اثنا عشریہ (مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) ۱۲۲۹ هـ
- ۸۰ - رُوح المعانی (سید محمود آلوسی) ۱۲۷۰ هـ

\*\*\*\*\*

# کتاب شیعہ استفادہ نمونہ برائے رُحَمَاءِ مِلَّتِنَا حَسْبِهِمْ حَصَدُهُمْ (فاروقی)

سن وفات	نام کتاب و مصنف
۲۵۶ھ ۲۵۸ھ	۱- تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی)
۲۸۲ھ	۲- اخبار الطوال للذہبی، ابی حنیفہ احمد بن داؤد
(قرن الثالث)	۳- قرب الاسناد (عبداللہ بن جعفر الحمیری ابوالعباس القمی)
۳۲۹ھ	۴- اصول کافی (محمد بن یعقوب کلینی رازی)
۳۲۹ھ	۵- فروع کافی ( " " " " )
۳۲۶ھ	۶- مروج الذهب لابن الحسن علی بن الحسن بن علی السعودی
۳۸۱ھ	۷- علل الشرائع - (شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی)
۳۸۱ھ	۸- معانی الاخبار ( " " " " " )
(قرن رابع)	۹- رجال کشتی (ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشتی)
۴۰۴ھ	۱۰- پنج البلاغہ متن (شیخ سید شریف الرضی ابوالحسن محمد بن ابی احمد الحسین)
۴۰۶ھ	۱۱- تنزیہ الانبیاء (سید مرتضیٰ علم الہدیٰ)
۴۰۶ھ	۱۲- کتاب الشافی ( " " " " " ) معہ تلخیص الشافی للطوسی
۴۱۳ھ	۱۳- ارشاد شیخ مفید - (محمد بن نعمان المفید)
۴۶۰ھ	۱۴- الامالی (شیخ ابو جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ)
۴۶۰ھ	۱۵- تہذیب الاحکام - شیخ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی
۴۶۰ھ	۱۶- الاستبصار - " " " " " )
۵۴۸ھ	۱۷- احتجاج طبرسی، (شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی)

- ۱۸ - مناقب خوارزمی (خطب خوارزم الموفق بن احمد بن محمد البکری المکی) ۵۶۸ هـ
- ۱۹ - مناقب ابن شهر آشوب (محمد بن علی بن شهر آشوب مازندرانی) ۵۸۸ هـ
- ۲۰ - شرح پنج البلاغه حدیدی (ابو حامد عبد الحمید بن بہاؤ الدین)  
محمد المدائنی بن ابی الحدید) ۶۵۶ هـ
- ۲۱ - شرح پنج البلاغه (لابن میثم، دکمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی) - ۶۷۹ هـ
- ۲۲ - کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ (علی بن عدیسی اربیلی) مع ترجمہ المناقب فارسی - ۶۸۷ هـ
- ۲۳ - عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب (سید جمال الدین ابن عنبر) ۸۲۸ هـ
- ۲۴ - معالم الاصول (شیخ جمال الدین ابو منصور حسن بن زین الدین) ۱۰۱۲ هـ
- ۲۵ - احقاق الحق - (فاضل نور اللہ شہرستری مرعشی) ۱۰۱۹ هـ
- ۲۶ - مجالس المؤمنین - ( " " " " ) ۱۰۱۹ هـ
- ۲۷ - بحار الانوار، (ملا باقر مجلسی) ۱۱۱۱ هـ
- ۲۸ - جلاء العیون ( " " " ) ۱۱۱۱ هـ
- ۲۹ - حیات القلوب ( " " " ) ۱۱۱۱ هـ
- ۳۰ - حق الیقین - (ملا باقر مجلسی) ۱۱۱۱ هـ
- ۳۱ - حملہ حدیدی (مرزا رفیع باذل ایرانی) تاریخ تالیف: ۱۱۱۹ هـ
- ۳۲ - الدرۃ النجفیہ شرح پنج البلاغه (شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی) ۱۲۹۱ هـ
- ۳۳ - تاریخ التواریخ و مرزا محمد تقی لسان الملک (۴ جلد) ۱۲۹۷ هـ
- ۳۴ - تاریخ طراز مذہب مظفری (صدی سینزدہم) ( " " " )
- ۳۵ - تنقیح المقال - (عبداللہ المامقانی) ۱۳۵۹ هـ
- ۳۶ - تتمۃ المنتہی - (شیخ عباس القمی) ۱۳۵۹ هـ
- ۳۷ - تحفۃ الاحباب ( " " " ) ۱۳۵۹ هـ

- ۳۸- منتہی الآمال . ( شیخ عباس القمی ) ۱۳۵۹ھ
- ۳۹- شرح پنج البلاغۃ ( ترجمہ فارسی ) فیض الاسلام سید علی نقی ( سن بالیغ ۱۳۶۲ھ
- ۴۰- ترجمہ مصائب النواصب ( فارسی ) مصنف قاضی نور اللہ ،  
 مترجم مرزا محمد علی رشتی - ۱۳۳۲ھ
- ۴۱- فلک النجاة فی الامتہ والصلوة ( مولوی امیر دین حکیم - مولوی )  
 محمد علی جھنگوی ( صدی چہارم )
-

# ”رَحْمَاءُ بَيْنِهِمْ“

## (جلد اول حصہ صدیقی)

کتاب ”رَحْمَاءُ بَيْنِهِمْ“ کی دوسری جلد (حصہ فاروقی) آپ کے زیر مطالعہ ہے۔ اس کتاب کی پہلی جلد حصہ صدیقی، صوری و معنوی جملہ خوبیوں سے آراستہ شائع ہو چکی ہے جس میں خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خانوادہ نبوت، حضرت علی جنین شریفین اور دیگر افراد اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک، حقوق کی ادائیگی، باہمی بہترین مراسم اور عمدہ تعلقات کو جامع و مانع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اہل سنت کی ۹۳ کتب اور اہل تشیع کی ۶۶ کتب سے استفادہ کر وہ کتاب اہل قرابت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کے باہمی حسن تعاون و حسن معاملت پر اپنے انداز کی پہلی کتاب ہے۔

عبارت سادہ عام فہم، انداز بیان ثبوت اور صلح جو یا نہ۔ حوالہ کی ہر کتاب کی اصل عبارت اور ترجمہ اس خوبی کے ساتھ دیا گیا ہے کہ مطالعہ سے بے شمار شکوک و شبہات خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔

عمدہ کاغذ، آفسٹ طباعت، طلائی جلد سے مزین

ضخامت : ۴۶۴ صفحات

قیمت صرف :- ۲۵ روپے

# رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ

## (جلد سوم حصہ عثمانی)

اس کتاب کی تیسری جلد حصہ عثمانی ہے جس میں خلیفہ سوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت علی المرتضیٰ اور خانوادہ نبوت نیرینو باہتم کے ساتھ حسن مراسم اور نسبی تعلقات بیان کیے گئے ہیں۔ اور عثمانی دورِ خلافت میں ان حضرات کے ساتھ کس قدر حسن سلوک روارکھا گیا ہے۔ اور ان حضرات کی طرف سے امورِ خلافت میں کس قدر تعاون رہا ہے۔ نیز خاندانی تعلقات کس قدر گہرے تھے۔

ایسے بے شمار واقعات قدیم و جدید کتب اہل سنت اور کتب شیعہ نیز انساب اور تاریخ کی کتابوں سے جمع کیے گئے ہیں۔ مزید برآں ان مطاعن کے تحقیقی جوابات دیے گئے ہیں جن کا سیدنا عثمان غنی کی طرف غلط انتساب کیا گیا ہے۔ عنقریب یہ حصہ بھی صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ شائع ہونے والا ہے۔

## حدیثِ ثقلین

اس کے ساتھ ہی فاضل مصنف کی دوسری تصنیف حدیثِ ثقلین کا دوسرا ایڈیشن اب آفسٹ طباعت پر شائع کیا جا رہا ہے۔ حدیثِ توکلت فیکہ الثقلین... کی تحقیقی تشریح ہے۔ یہ ان لوگوں کی عجمی سازش کو بے نقاب کرنے کی کامیاب کوشش ہے جو سنت کے بالمقابل امامت کو مرکز قرار دیتے ہیں اور اس حدیث کو خلافت بلا فصل میں بطور استدلال پیش کرتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گا کہ تشریحِ اسلامی کا مرکز و محور سنتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔